وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

جلد اوّل

مکمل اسلامی ماہ کے اعتبار سے
یادگار تجلیات کا حسین گلدستہ

خطبات ندیم

ماہ محرم الحرام - صفر المظفر کے
یادگار خطبات کا حسین گلدستہ



ترجمان اہلسنت جانشین حضرت دینپوری
خطیب اسلام حضرت مولانا
ابو محمد عبد الکریم ندیم مدظلہ

مرتب
مولانا شبیر حمید فاروقی

مکتبہ مدنیہ
بیرون تبلیغی مرکز ماڈل ٹاؤن بی بہاولپور
0301-7512074
0300-4944562

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطباتِ ندیم

خطباتِ ندیم مولانا عبدالکریم ندیم کی نظر میں

خطبات ندیم عزیزی محترم مولانا شبیر حیدر فاروقی کی محنت و کاوش کا ایک حسین شاہکار ہے۔ خطبات ندیم بندہ کی دعا کی ایک لڑی ہے جو اللہ تعالیٰ نے برادرم مولانا شبیر حیدر فاروقی کے ہاتھوں پروئی ہے۔ خطبات ندیم کی اشاعت میں سب سے بڑی سعادت کی بات یہ ہے کہ اس کی تکمیل و اشاعت رمضان المبارک کے بابرکت و باعظمت مہینہ میں ہے دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو خطبات کی دنیا میں وہ قبولیت دے جو رمضان المبارک کو باقی مہینوں پر حاصل ہے۔ میں اپنے لیے سعادت سمجھتا ہوں کہ مورخ اسلام مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کے خطبات کے جامع (مولانا شبیر حیدر فاروقی) نے میری تقاریر کو جمع کیا ہے۔ اس وقت ساڑھے تین صد کے قریب الحمد للہ بندہ کے مواعظ و خطبات جمع کیے جا چکے ہیں دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی اس عارضی حیات مستعار میں ان تمام خطبات کو کتابی شکل میں کرنے کے لیے برادرم مولانا شبیر حیدر فاروقی کو اسباب مہیا کرے۔ دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ برادرم شبیر حیدر فاروقی جلال پوری کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے اور بندہ (مولانا عبدالکریم ندیم) کے لیے بھی صدقہ جاریہ بنائے۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

خطباتِ ندیم

توحید باری تعالیٰ، شانِ انبیاءؑ، شانِ رسالت، شانِ صحابہؓ و تذکرہ اولیاء اللہ کے

یادگار خطبات کا حسین گلدستہ

جلد اوّل

ترجمان اہلسنت جانشین حضرت دین پوری

خطیب اسلام حضرت مولانا عبدالکریم ندیم مدظلہ

مرتب
مولانا شبیر فاروقی

ناشر

مکتبہ مدنیہ

بیرون تبلیغی مرکز ماڈل ٹاؤن بی بہاولپور

0300-4944582

نام کتاب......................خطبات ندیم (اول)

ازافادات.................... ......خطیب اسلام حضرت مولانا عبدالکریم ندیم

ترتیب اول ....مولانا شبیر حیدر فاروقی

معاون..........................علامہ بشیر احمد عثمانی خطیب عثمانیہ مسجد خانپور

اشاعت دوم..........................6 نومبر 2004

تعداد..........................1100 صفحات 400

قیمت ....

سٹاکسٹ

مکتبہ مدنیہ بالمقابل مدینہ مسجد ماڈل ٹاؤن بی بھاولپور

03017512074 03004944562

ملنے کے پتے

❁ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور ❁ المیزان پبلشرز اردو بازار لاہور

❁ مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور ❁ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور

❁ مکتبہ الحسن حق سٹریٹ اردو بازار لاہور ❁ مکتبہ العائشہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

❁ مکتبہ حقانیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان ❁ مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

❁ مجیدیہ کتب خانہ بیرون بوہر گیٹ ملتان ❁ ادارہ اشاعت الخیر ملتان

❁ مکتبہ صفدریہ جوہر چوک راولپنڈی ❁ مکتبہ عثمانیہ کمیٹی چوک راولپنڈی

❁ مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی ❁ اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

❁ مکتبہ العارفی ستیانہ روڈ فیصل آباد ❁ اشرفی کتب خانہ کراچی

❁ دارالاشاعت اردو بازار کراچی ادارۃ المعارف احاطہ دارالعلوم کراچی

انتساب

اس شخصیت کے نام جس کی مسلسل جدوجہد اور سعی پیہم اور دن و رات کی مشقت اور تکالیف برداشت کرتے ہوئے اہل سنت کے علماء کو منظم کر کے ہر باطل فرقہ کے رد کیلئے مجلس علماء اہلسنت کی بنیاد رکھی اور حضرت دین پوری کے نام سے مشہور ہوئے

..........میری مراد..........

بادشاہ خطابت مولانا عبدالشکور دین پوری ہیں

اللہ رب العزت ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے

آمین ثم آمین

شبیر احمد ندیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطباتِ ندیم

خطبات ندیم ابن عبدالکریم ندیم محمد احمد ندیم کی نظر میں

حضرت والد محترم کے تعلق داروں میں ایک نام مولانا شبیر حیدر فاروقی کا بھی ہے جو بہت ہی قابل اور علماء اور طلباء کے حلقہ میں محبوب ہیں مولانا شبیر احمد فاروقی بہت ہی با صلاحیت اور قلب سلیم کے مالک ہیں انہوں نے حضرت والد محترم کی کتب کی ترتیب و طباعت کا انتظام کر رکھا ہے۔ اور الحمد للہ بہت ہی اچھے انداز میں اس کو بھاتے رہیں گے میری دلی دعا ہے اللہ تعالیٰ مولانا شبیر حیدر فاروقی اور باقی حضرات جو اس کارِ خیر میں مصروف ہیں صحت و عافیت سے رکھے۔

اجمالی فہرست خطبات ندیم اول جمادی الاول والثانی

فہرست عنوانات ماہ محرم الحرام، صفر المظفر

چند موتی صاحب خطبات کے قلم سے

کلمات حیدر

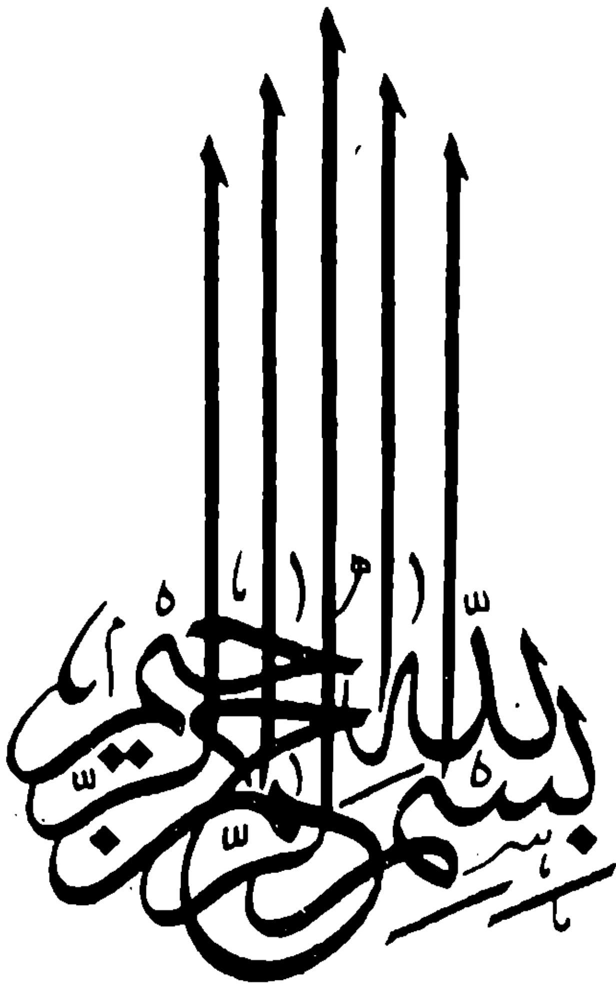
خطیب اسلام کی مختصر سوانح حیات

شہادت حسین وصحابہ

ہجرت رسول

ہجرت رسول اور برکات

مشاجرات صحابہ



"شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے
جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے"

چند موتی صاحب خطبات کے قلم سے

ابو محمد عبد الکریم ندیم

باسمہٖ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ کے ہاتھوں میں کتاب لاجواب مجموعہ جواہرات ''خطبات ندیم'' ہے......جس میں برادر ذی وقار عزیزی مولانا شبیر حیدر فاروقی نے بندہ کے چند خطبات کو جمع کر کے حسین ترتیب دے کر قارئین کی نظر کردی ہے......مرتب موصوف مولانا شبیر حیدر فاروقی نے اس سے قبل مؤرخ اسلام شہید ملت اسلامیہ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کے خطبات کو جواہرات فاروقی کے نام سے ترتیب دے کر شائع کیا ہے......اور میں اپنے لیے سعادت سمجھتا ہوں کہ مؤرخ اسلام کے خطبات کے جامع نے میری تقاریر کو جمع کیا ہے۔

قرآن کریم کا اسلوب:

خطابت ایک خداداد صلاحیت، انمول تحفہ اور عطیہ الٰہی ہے......رب العزت نے تمام آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کا اسلوب خطیبانہ رکھا ہے......اس لیے (خطابت کو) کلام الٰہی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

رحمت للعالمین شفیع المذنبین امام الانبیاء والمرسلین سیدنا محمد رسول ﷺ کا فرمان عالی شان ہے ''ان من البیان لسحرا'' بیان اور قوت گویائی بے شک جادو کا اثر رکھتی ہے۔

اعزاز مذہب اسلام:

ہر قوم اور مذہب میں اس کی اشاعت کرنے والے مقرر ہوتے ہیں......مگر یہ

اعزاز مذہب اسلام کو حاصل ہے..... کہ خطیب الانبیاء محمد رسول ﷺ کو سب انبیاء میں وہ عظمت حاصل ہے..... کہ جو اسلام کو ادیان عالم پر ہے..... قیامت تک اشاعت اسلام کے لیے محبوب کل ﷺ کی امت میں خطباء آتے رہیں گے اور فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہیں گے۔

انتہائی افسوس:

مگر انتہائی افسوس ہے..... کہ اس دور پر فتن میں یہ میدان گویوں، نقالوں اور جاہلوں کے ہاتھوں میں ہے..... اہل علم مدرسین اپنے منصب تدریس سے فارغ نہیں ہوتے..... کہ اس منصب کو سنبھالیں..... لیکن اکثر جہلاء قصہ گوئی، نقالی، جاہ پرستی، اشعار گوئی پر گذارا کر کے اس پروقار باکمال عمل کی تذلیل وتوہین کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ میرے اکابر علماء دیوبند کو جزائے خیر دے..... کہ جنہوں نے منصب تدریس کی طرح میدان تبلیغ وخطابت میں بھی باکمال لوگ پیدا کیے..... جو کہ علم وعمل کے مرقع تھے..... اور افراط وتفریط سے پاک وعظ ونصیحت کرتے ہیں..... میں اپنے مالک حقیقی کا اس پر جتنا کثیر شکر ادا کروں وہ قلیل ہے..... کہ زمانہ طالب علمی سے میرے اساتذہ اور مشائخ نے میدان تبلیغ وخطابت میں تربیت فرمائی۔

تحدیث بالنعمت:

الحمد للہ تحدیث بالنعمت کے طور پر تحریر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ بندہ کی عادت ہے کہ خطبہ جمعۃ المبارک کی تیاری پورا ہفتہ کر کے ہر جمعہ ایک نیا عنوان تجویز کرتا ہے اس کے لیے قرآن وسنت اور اکابرین امت کے مواعظ اور کتب کا مطالعہ ضروری سمجھتا ہے۔

ساڑھے تین صد مواعظ:

اس وقت ساڑھے تین صد کے قریب الحمد للہ بندہ کے مواعظ وخطبات جمع کیے جا چکے ہیں..... دلی دعاء ہے..... کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی اس عارضی حیات مستعار میں ان تمام

خطبات کو کتابی شکل میں کرنے کے لیے برادرم مولانا شبیر حیدر کو اسباب مہیا کرے۔

خطبات ندیم دعاء کی لڑی:

خطبات ندیم بندہ کی اس دعاء کی ایک لڑی ہے...... جو اللہ تعالیٰ نے برادرم مولانا شبیر حیدر فاروقی کے ہاتھوں پروئی ہے۔

تقریر شروع کرنے کے اصول:

بندہ اپنی ہر تقریر شروع کرنے سے قبل کوشش کرتا ہے...... دو رکعت نفل پڑھ کر شروع کرے...... نیز بندہ نے کبھی کوئی تقریر وضو کے بغیر نہیں کی...... یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے...... نیز یہ دعاء خاص طور پر کرتا ہے...... کہ اللہ تعالیٰ سامعین کے مناسب حال گفتگو کروائے...... اور ہر جملہ کو آخرت کے لیے ذخیرہ بنائے۔

کتاب کے قارئین کے لیے ہدایت:

اس کتاب کا مطالعہ کر کے فیض حاصل کرنے والے رفقاء سے درخواست ہے...... کہ اللہ کی رضا ملحوظ خاطر رکھیں...... خطبات میں انداز نبوت سامنے رکھیں...... ریا کاری گلو کاری، گویا پن اور اداکاری سے بچیں...... یہ باعظمت کام ہر قسم کی الائش سے پاک ہونا چاہیے مقررین کو سادگی اپنانی چاہیے...... خطابت میں عام سلیس اور سادہ لہجہ ہونا چاہیے۔

تقریر پر داد کی توقع:

خطابت و تقریر پر لوگوں سے داد کی توقع نہیں رکھنی چاہیے...... اور نہ ہی خود ستائی میں پوچھنا چاہیے...... کہ میری تقریر کیسی ہوئی اور نہ ہی کسی کے تعریفی کلمات پر تعجب میں آئیں...... کہ میں نے تو کمال کر دیا ہے...... بلکہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

مطالعہ میں کتاب و سنت اور اپنے اکابر اسلاف کے تالیف کردہ کتب پیش نظر رکھیں...... اور ان چیزوں میں ایک اہم بات یہ ہے...... کہ کسی نہ کسی صاحب نسبت بزرگ

سے اپنا رابطہ ہونا چاہیے..... ورنہ گمراہی کا اندیشہ ہوتا ہے۔

گمراہی کا سبب:

واضح رہے..... کہ مرزا غلام احمد قادیانی ، غلام احمد پرویز، عبد اللہ چکڑالوی ، خدا بخش ابو الاعلیٰ مودودی اور ان کے علاوہ اور بڑے بڑے گمراہ اپنے اپنے زمانہ کے بڑے عالم اور خطیب تھے..... مگر گمراہ اس وجہ سے ہوئے..... کہ کسی بزرگ سے نسبت نہ تھی۔

ایک خطیب کا دلچسپ واقعہ:

ایک مرتبہ میرے ہم پیشہ خطیب نے (جس کے تذکرۂ نام کی ضرورت نہیں ہے) بندہ سے کہا..... کہ کیا بات ہے.....؟ کہ میں خوبصورت، خوب رو، خوش گلو اور خوش پوش ہوں..... لہجہ خوب ہے..... انداز حسین ہے..... اور آواز مسحور کن ہے..... مگر اس کے باوجود عوام کے دلوں میں گھر نہیں ہے..... عوام مسخر نہیں ہے..... بندہ نے جواباً عرض کیا..... کہ یہی تو فرق ہے..... کہ آپ یہ سب کچھ اپنے آپ کو سمجھتے ہیں..... اور میں ان میں سے کچھ نہیں ہوں..... اور نہ ہی اپنے آپ کو سمجھتا ہوں..... بس اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث پر کار بند ہوں..... کہ اللہ کے نبی ﷺ کا فیصلہ ہے من تواضع لله رفعه الله و من تكبر وضعه الله اور دوسرا فرق یہ ہے..... کہ میں اپنے بزرگوں سے وابستہ ہوں ..... ہر جمعہ حضرت دین پوری اور حضرت درخواستی کی زیارت کے لیے جاتا ہوں..... اور ان سے دعائیں کراتا ہوں..... نیز کسی بھی علاقہ میں کوئی صاحب نسبت موجود ہو..... تو اس کی زیارت کے لیے جاتا ہوں۔

ہاں.....! یہ مقبولیت اللہ کا خاص عطیہ اور محبت کا صلہ اور ان اکابرین کی توجہات کا نتیجہ ہے۔

دلی دعاء ہے..... کہ اللہ تعالیٰ برادرم شبیر حیدر فاروقی جلال پوری کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں منظور و مقبول فرمائے..... اور بندہ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بنائے..... آمین ثم آمین

ابو محمد عبد الکریم ندیم

کلمات حیدر

مولانا شبیر حیدر فاروقی

ابتدائیہ:

نام سے تیرے میرا کام .... سب سے پیارا تیرا نام
تو نے پیمبر ﷺ بھیجے تمام .... رحمت ان پر اور سلام
محفل برخاست ہوجائے گی .... نقوش خطابت تابندہ رہیں گے
گلستان مرجھا جائے گا .... بوئے گل مہکتی رہے گی
کوئی راستہ دیکھے نہ دیکھے .... چراغ راہ گزر جلتا رہے گا

یہ مجموعہ مرتب کی نظر میں:

......ہاں مگر......

یہ بھی ایک گلدستہ ہے .... یہ بھی ایک حقائق کا سمندر ہے
یہ بھی ایک تحقیقی دستاویز ہے...... ......یہ بھی ایک خطابت کا خزینہ ہے
یہ بھی ایک علمی گلدستہ ہے .... یہ بھی معلومات کا مجموعہ ہے
یہ بھی ایک خطبات کا زینہ ہے...... ...... یہ بھی جواہرات کا خزینہ ہے
یہ مجموعہ معلومات کا دفتر ہے...... ...... یہ مجموعہ علمی کاوش کا نچوڑ ہے
یہ مجموعہ علماء کے لئے خوبصورت تحفہ ہے...... ......یہ مجموعہ طلباء کے لئے بہترین ہدیہ ہے
یہ مجموعہ اعمال میں بیداری فراہم کرتا ہے...... ......یہ مجموعہ ایمان کو تازگی بخشتا ہے
یہ مجموعہ فکر کو وسعت دیتا ہے...... ......یہ مجموعہ عقیدے کو پختہ کرتا ہے
یہ مجموعہ اذہان میں پاکیزگی ڈالتا ہے...... ......یہ مجموعہ زبان کو میٹھا کرتا ہے
یہ مجموعہ آنکھوں میں ٹھنڈک پہنچاتا ہے...... ......یہ مجموعہ دل کو حلاوت میسر کرتا ہے

یہ مجموعہ راہ راست سے بھٹکے ہوئے لوگوں کے لئے ہدایت ہے

یہ بھی ایک فکر و نظر کے .... دریچے کھولنے کا ذریعہ ہے

یہ مجموعہ خطباء کے لئے...... ......سونے سے زیادہ بھاری ہے

یہ مجموعہ علامہ ندیم صاحب کی وسعت مطالعہ اور علمی وادبی ذوق کا حسین شاہکار ہے

......المختصر......

یہ مجموعہ خطیب اسلام کے جذبات واحساسات کا ایک دلکش نمونہ اور اپنے اکابر سے عقیدت ومحبت کی شیریں یادیں ہیں۔

چودہ اگست کے موقع پر تقریر کرنے کی سعادت:

محترم قارئین......ایک مرتبہ اتفاقاً علامہ ندیم صاحب چودہ اگست کے موقع پر مولانا فاروق صاحب کی دعوت پر خیر پور ٹامیوالی میں آئے ہوئے تھے......تو استاذیم مفتی غلام قادر صاحب کے حکم سے اردگرد کی مساجد میں اعلانات ہوئے......کہ آج تحریک آزادی کے موضوع پر علامہ ندیم صاحب جامعہ خیر العلوم میں خطاب فرمائیں گے......دن کو یہ اعلانات ہوئے......تو نماز مغرب کے بعد پروگرام کے انتظامات ہوئے......جونہی نماز عشاء کی ادائیگی ہوئی......تو استاذیم قبلہ مفتی غلام قادر صاحب کے حکم سے پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوا......استاذیم مولانا عبدالرزاق صاحب نے اسٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دیتے ہوئے راقم الحروف کو علامہ ندیم صاحب کے پراثر خطاب سے قبل تحریک آزادی کے موضوع پر کچھ بولنے کی دعوت علامہ ندیم صاحب کی موجودگی میں دی گئی۔

لطف اندوز بات:

لطف اندوز اور قابل ذکر بات یہ ہے......کہ راقم چودہ اگست کے موقع پر سرکاری مقابلوں کی وساطت سے کالجوں اور سکولوں میں بھی ہر سال دربدر اسی تحریک آزادی کے

موضوع پر تھوڑا بہت بولا کرتا تھا۔

کبھی اس کے در کبھی اس کے در کبھی در بدر
غم عاشقی تیرا شکریہ کہاں کہاں سے میں گیا گزر

تقریر کے ابتدائیہ کلمات:

چنانچہ راقم کو نصف گھنٹہ تک سامعین کے سامنے تحریک آزادی کے موضوع پر بولنے کی سعادت حاصل ہوئی نیز خطبہ مسنونہ کے بعد جن کلمات سے اپنی بات کا آغاز کیا وہ درج ہیں

وطن تو آزاد ہوچکا دل و دماغ ہیں غلام اب بھی
پیئے ہوئے ہیں شراب غفلت یہاں پہ خاص وعام اب بھی
میرے میخانۂ وطن کا وہی ہے کہنہ نظام اب بھی
کسی پہ جام شراب جائز کسی پہ پانی حرام اب بھی
غلط ہے تیرا یہ نعرہ ساقی بدل گیا ہے نظام محفل
وہی شکستہ سی بوتلیں وہی شکستہ سا جام اب بھی

تحدیث بالنعمت اور پہلی ملاقات:

تحدیث بالنعمت کے طور پر تحریر کرنا مناسب سمجھتا ہوں...... کہ ان کلمات سے راقم کو عوام الناس کی طرف سے بہت داد ملی...... بندہ اس پزیرائی پر بعد میں خدا کے دربار میں سجدہ ریز ہوا۔

راقم کی تقریر کا اختتام ہوتے ہی علامہ ندیم صاحب نے سامعین وعلماء کرام کے سامنے خوب صورت اشعار اور حقائق پر مبنی تقریر کرنے پر راقم کو مبارک باد دی...... بعد ازاں علامہ ندیم صاحب کا دو گھنٹے کا حیرت انگیز پر اثر خطاب ہوا...... راقم خطاب سنتے ہی حیران ہوگیا۔

راقم کی دلی خواہش:

اور دل میں خواہش پیدا ہوئی...... کہ علامہ ندیم صاحب کی یہ تقریر تحریری شکل میں منتقل کی جائے تا کہ عوام الناس بھی اس سے مستفید ہو سکے ......المختصر بندہ کی یہ علامہ ندیم صاحب سے پہلی ملاقات تھی۔

کلمات تبریک لکھوانے کی درخواست:

پھر راقم نے اپنا تالیف کردہ ''خزینہ معلومات'' کا مسودہ علامہ ندیم صاحب کو پیش کیا اور مولانا صاحب سے کلمات تبریک لکھنے کی درخواست کی...... چنانچہ علامہ ندیم صاحب کتاب ''خزینہ معلومات'' کے مسودہ کا جستہ جستہ مطالعہ کر کے بخوشی کلمات تبریک تحریر کرنے پر تیار ہو گئے......اور ''خزینہ معلومات'' کو سفر حضر میں اپنے ساتھ رکھ کر کچھ اصلاح بھی کی۔

جامعہ ابوبکر صدیق ﷛ میں جلسہ:

پھر وقت گزرتا رہا...... یہاں تک کہ مدرسہ ابوبکر صدیق ﷛ کوٹلہ چاکر ضلع ملتان کے مہتمم بھائی عبدالسلام صدیقی کے پاس ماہ ذوالحجہ کی مناسبت سے شہادت سیدنا عثمان ابن عفان ؓ کے مقدس عنوان پر علامہ ندیم صاحب کے ساتھ تقریر کرنے کا موقع ملا۔

مکتبہ حیدر کرار کے معائنہ کی دعوت:

اس کے بعد ایک مرتبہ پھر علامہ ندیم صاحب جلالپور پیروالا کے علاقہ میں تقریر کی غرض سے تشریف فرما ہوئے......اسی سنہری موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے راقم ملاقات کی غرض سے علامہ صاحب کے پاس علاقہ میں جہاں تقریر ہونی تھی وہاں حاضر ہوا......تقریر کے بعد راقم نے علامہ ندیم صاحب کو مکتبہ حیدر کرار کے معائنہ کی دعوت دی......جس کو حضرت نے بخوشی قبول کیا...... پہلے مولانا جامعہ خلفائے راشدین ﷡ تشریف لے گئے...... جہاں پر انہوں نے زیر تعلیم طلباء اور جامعہ کی دن دگنی اور رات چگنی ترقی کے لئے دعا فرمائی......اس کے بعد علامہ صاحب مکتبہ حیدر کرار کے دفتر میں تشریف لے گئے۔

مکتبہ کی تمام کوششیں اہلسنت کے لئے وقف:

مکتبہ کا دفتر دیکھتے ہوئے علامہ صاحب نے خوشی کا اظہار فرمایا اور دعا کی......اسی دوران راقم نے مکتبہ حیدر کرار کو اہلسنت کی خدمت کے لئے وقف کرتے ہوئے علامہ صاحب سے ان کے خطبات بابرکات شائع کرنے کی اجازت طلب کی۔

خطبات شائع کرنے کی اجازت:

علامہ صاحب نے بندہ کی مسلسل سعی پیہم اور جدوجہد کو دیکھتے ہوئے اپنے خطبات شائع کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

بغیر اجازت شائع کرنے پر قانونی کارروائی:

واضح رہے کہ اس مجموعہ کو شائع کرنے کا حق صرف ''مکتبہ حیدر کرار'' کو حاصل ہے اگر کسی نے اس مجموعہ کو جزوی یا مکمل بغیر پیشگی اجازت کے شائع کیا تو اس کیخلاف مکتبہ حیدر کرار کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت قانونی چارہ جوئی کا حق محفوظ رکھتا ہے۔

راقم بحیثیت بیٹے کے:

اس ملاقات کے بعد علامہ ندیم صاحب نے راقم کو اپنے حقیقی بیٹوں جیسا پیار کرتے ہوئے ''بیٹا'' کہہ کر پکارنے لگے اور احقر بھی اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہوئے ''باپ'' جیسا احترام کرنے لگا۔

راقم بیماری کا شکار:

بہر حال راقم نے اجازت کے بعد علامہ ندیم صاحب کی کیسٹیں منگوائیں......اور شروع سال میں طالب علم ہونے کے ناطے راقم جامعہ دارالعلوم مدنیہ بہاول پور میں حاضر ہوا درمیان سال میں پڑھائی کے دوران راقم نے بیماری کی وجہ سے استاذ یم قبلہ مفتی عطاء الرحمٰن صاحب سے تعطیل کے بارے میں پوچھا......تو انہوں نے کمال شفقت فرماتے ہوئے طبیعت دیکھ کر تعطیلات عنایت فرمائیں گھر پہنچتے ہی بیماری بہت بڑھ گئی......ساتھ

پریشانی بھی بڑھ گئی...... کیونکہ ارادہ تھا...... کہ عوام الناس کو "جواہرات فاروقی" کے بعد ایک اور تحفہ دوں...... ہوسکتا ہے کہ یہی "تحفہ" راقم کے لئے ذریعہ نجات بن جائے...... دو مرتبہ بیماری کے سبب دل تسلیم کر چکا تھا...... کہ یہ کام ناچیز کے ہاتھوں شاید پایا تکمیل کو نہ پہنچ سکے......لیکن کچھ عرصہ بعد اللہ کے فضل وکرم سے اور علاج معالجہ کے سبب طبیعت کچھ اچھی ہوگئی...... پھر یہ کام اللہ کے فضل وکرم سے ہوتا رہا...... رب کائنات کا بہت شکر ہے...... کہ اس نے آج ناچیز کے ارادہ کو پایا تکمیل تک پہنچاتے ہوئے "خطبات ندیم" کی پہلی جلد آج آپ کے ہاتھوں میں پہنچانے کی سعادت بخشی ہے۔

کرم فرماؤں کا بے حد شکریہ:

من لم یشکر الناس لم یشکر للہ کے تحت راقم اپنے ان کرم فرماؤں کا بہت شکر گزار ہے...... جن کے پیہم تقاضوں نے راقم کو یہ اوراق سیاہ کرنے کی ہمت مرحمت فرمائی ان میں بالخصوص مولانا عبدالحمید حیدری مہتمم جامعہ گلشن علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما بہادر پور برادرم مولانا محمد بلال الحسینی، قاری سیف الرحمن فاروقی مدیر جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم جلالپور پیروالا، حافظ مختار الحسن صاحب کا میں بہت ممنون ہوں...... کہ جن کی ذاتی توجہ محنت اور لگن کی وجہ سے راقم کو یہ اوراق سیاہ کرنے کی سعادت بخشی ہے۔

قارئین سے درخواست:

محترم قارئین سے درخواست ہے...... کہ اگر اس مجموعہ میں کوئی لفظی یا کوئی قابل اصلاح غلطی نظر آئے...... تو اصلاح کی نیت سے مرتب کو فوراً مطلع کریں...... تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ والسلام مع الاکرام

محمد شبیر حیدر فاروقی

خطیب اسلام کی مختصر سوانح حیات

مولانا شبیر حیدر کے عاجزانہ قلم سے

خطیب اسلام حضرت مولانا عبدالکریم ندیم کا اسم گرامی فن خطابت میں محتاج تعارف نہیں......زمانہ طالب علمی میں ہی خطیب اسلام نے میدان خطابت میں اچھی خاصی شہرت حاصل کرلی تھی......آپ کے مدرسہ میں اگر کوئی بزرگ صاحب تصوف یا کوئی بلند پایہ کا عالم دین تشریف لے آتا......تو آپ کے شفیق استاد آپ کو بلا کر آپ کو تقریر سنانے کا حکم دیتے......آپ اپنے اساتذہ کے حکم پر تقریر سناتے ہوئے آنے والے مہمان اور سب سامعین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے۔

خاندان و پیدائش:

نسب اور خاندان کے اعتبار سے آپ قبیلہ رند بلوچ سے تعلق رکھنے والے ہیں......رحیم یار خان کی تحصیل خان پور شہر میں آپ دین شناس اور نیک سیرت گھرانے حضرت مولانا غلام مصطفیٰ مرحوم کی بڑی صاحبزادی کے شکم سے پیدا ہوئے۔

آپ کی ولادت ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۷ میں ہوئی......آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی محترم غوث بخش خان مرحوم ہے......وہ صالح بزرگ اور نیک سیرت و باکردار انسان تھے اور یہ خلیفہ غلام محمد دین پوری سے بیعت تھے......اور دین پور شریف میں ہی مدفون ہوئے۔

آغاز تعلیم:

آپ کا تعلیمی دور انتہائی غربت اور فاقہ کشی کا دور تھا اور آپ کی تعلیم کی بنیادی خشت اول خان پور شہر میں مکی مسجد حضرت درخواستی کالونی میں حافظ عبدالحق درخواستی اور مدرسہ امداد العلوم مولوی غازی احمد، حافظ بدرالدین قریشی مرحوم، حافظ قادر بخش اور حافظ عبدالمالک نے رکھی پرائمری اردو کی تعلیم ماسٹر رسال دین و ماسٹر عبدالسلام سے آپ نے

دس سال کی عمر میں مسجد غلہ منڈی جانپور (جہاں آپ تا حال خطیب اوقاف ہیں) میں حاصل کی۔

آپ نے فارسی کی کتب اپنے نانا جان مولانا غلام مصطفٰی سے پڑھیں......اور عربی کی ابتدائی کتب مدرسہ میرے شاہ میں حضرت مولانا محمد عثمان فاضل دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا عبدالغفور مولانا محمد اسداللہ مولانا محمد مطیع اور مولانا عبدالقیوم شجاع آباد والوں سے پڑھیں......نیز آپ نے مڈل بھی مدرسہ میرے شاہ میں کیا۔

پھراس کے بعد آپ کے نانا جان حضرت مولانا غلام مصطفٰی صاحب خصوصی توجہ سے اپنے مدرسہ امداد العلوم میں ایک معلم فاضل عالم مولانا عبدالقیوم ڈاہر کو درجہ کتب پڑھانے پر متعین کیا......جن سے آپ نے کنز و کافیہ تک کتب پڑھیں......بعد ازاں ایک سال آپ نے شیخ التفسیر والحدیث مولانا عبداللہ درخواستی، حضرت درخواستی کے برادر محترم حضرت مولانا عبدالرحیم درخواستی فاضل دارالعلوم دیوبند صدر الافاضل حضرت مولانا واحد بخش صاحب، شیخ الحدیث مولانا محمد ابراہیم اور مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی سے جامعہ مخزن العلوم عیدگاہ خان پور میں پڑھیں۔

پہلی مرتبہ دورہ تفسیر قرآن:

ان درجوں کے دوران آپ نے 1974ء میں پہلی مرتبہ ترجمہ تفسیر القرآن حضرت مولانا عبداللہ درخواستی سے ۲۲ پارے اور مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی سے ۸ پارے مدرسہ مخزن العلوم میں پڑھے۔

فن مناظرہ:

اس دوران فن مناظرہ روافض کے متعلق آپ نے حضرت مولانا عبدالستار تونسوی اور رد بدعت کے متعلق ڈاکٹر خالد محمود PHD لندن، رد مرزائیت کے متعلق علامہ منظور احمد

چنیوٹی اور رد غیر مقلدیت کے متعلق امام المحققین مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی سے پڑھا۔

درجہ خامسہ، سادسہ وسابعہ کی تعلیم:

آپ نے 1975ء تا 1977ء درجہ خامسہ، سادسہ اور سابعہ کی کتب جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی اور جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی، استاذ المحدثین مولانا سلیم اللہ خان صاحب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان، مولانا محمد ادریس میرٹھی اور مولانا بدیع الزماں سے پڑھیں۔

دورہ حدیث شریف:

دورہ حدیث شریف پڑھنے کے لیے آپ 1978ء میں جامعہ قاسم العلوم گلگشت کالونی ملتان چلے گئے...... آپ قاسم العلوم میں وقت کے صلحاء واولیاء اساتذہ اور شیوخ سے کتب احادیث پڑھنے کی سعادت حاصل کرتے رہے۔

جامعہ قاسم العلوم کے مشہور اساتذہ کرام:

جامعہ قاسم العلوم میں آپ کو جن عظیم المرتبت اساتذہ اور جلیل المنقبت علمائے امت سے شرف تلمذ حاصل ہوا وہ درج ہیں...... آپ کے دور میں بخاری شریف تین اساتذہ پڑھایا کرتے تھے...... آپ کو بخاری شریف از اول تا کتاب الایمان فقیہ ملت اسلامیہ حضرت مولانا مفتی محمود اور بقیہ جلد اول اور ترمذی شریف محدث کبیر علامہ محمد شریف کاشمیری اور بخاری جلد دوم حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ ملتانی اور ابی داؤد حضرت حضرت مولانا محمد اکبر صاحب موجودہ شیخ الحدیث قاسم العلوم، مؤطین اور نسائی شریف مولانا عبدالقادر قاسمی صاحب سے آپ کو پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

برکت کے لیے سبق اور اسناد:

جامعہ قاسم العلوم میں دورہ حدیث شریف پڑھنے کے بعد آپ نے قاری محمد طیب مہتمم

دارالعلوم دیوبند سے قاسم العلوم میں تبرکاً ایک سبق پڑھنے کی سعادت حاصل کی......اور انہوں نے آپ کو سند حدیث کی بھی اجازت عنایت فرمائی۔

قاسم باغ میں اجتماع اور بولنے کی سعادت:

1979ء میں جامعہ قاسم العلوم کی طرف سے دس سال بعد قلعہ کہنہ قاسم باغ میں ایک بہت بڑا اجتماع ہوا......جس میں دس سال کے فاضل طلباء کرام کی دستار بندی ہوئی......اس اجتماع میں مفتی محمود، حضرت درخواستی، حضرت خواجہ خان محمد اور دیگر اکابرین امت کے ہاتھوں چار سو طالب علموں کی دستار بندی ہوئی......ان تمام طلباء کرام میں صرف آپ کو ہی اس عظیم اجتماع میں خطاب کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

شادی خانہ آبادی واولاد:

آپ کی اِسی سال یعنی 1979ء میں حضرت درخواستی کے قدیمی شاگرد ممتاز عالم دین مولانا ابوالخیر ڈاہر صاحب کی صاحبزادی سے نسبت تزویج منسلک ہوئی۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے تین صاحبزادوں حافظ محمد احمد ندیم، محمد سعد اللہ ندیم، محمد اسعد ندیم اور چار صاحبزادیوں سے نوازا۔

تدریس:

آپ کو تحصیل علم سے فراغت کے بعد مدرسہ امداد العلوم میں تدریس کا موقع ملا......تین سال تک مختلف درجات کی آپ نے کتب پڑھائیں۔

میدان خطابت میں باقاعدہ قدم:

آپ نے 1981ء میں مولانا عبدالشکور دین پوری کی تربیت اور توجہ خاص سے میدان خطابت میں باقاعدہ طور پر قدم رکھا...... بہت قلیل عرصہ میں ملک بھر میں تبلیغی اسفار طے کر کے آپ نامور مقررین کی فہرست میں زیب وزینت بنے۔

محکمہ اوقاف سے وابستگی:

آپ 1981ء میں محکمہ اوقاف کی طرف سے مرکزی جامع مسجد غلہ منڈی خانپور میں مولانا غلام مصطفیٰ مرحوم کی جگہ پر متعین ہوئے...... تاحال آپ کا وہاں رہتے ہوئے بلاناغہ خطبہ جمعہ کا معمول ہے...... ہاں کچھ عرصہ آپ کچھ بیماری میں مبتلا رہے...... جس کی وجہ سے آپ سے کچھ ناغے ہوئے......، اب الحمدللہ مکمل طور پر صحت مند ہیں

قلمی کارنامے:

آپ نہ صرف یہ کہ باکمال مدرس اور خطیب ہیں...... بلکہ آپ کتب کثیرہ کے مصنف بھی ہیں...... آپ نے کئی کتب لکھیں...... جو کہ علماء وطلباء کے حلقوں میں بہت مقبول ہوئیں...... ان میں سے چند یہ ہیں...... خطبات ندیم شجرہ اقسام صرف ونحو، فضائل ومسائل قربانی، سیدنا امیر معاویہ اور کونڈوں کی حقیقت، تذکرہ محبوب کبریاؐ، تذکرہ سیدنا امام حسینؓ اور محرم الحرام، فضیلت محرم، مقدمہ تفسیر القرآن اور شان اعمال جیسی کتابیں آپ کی تصانیف میں شامل ہیں، جو کہ بہت مقبول ہیں...... اور ان کے علاوہ اور بھی کئی کتب زیر طبع ہیں۔

مختلف جماعتوں میں شمولیت:

آپ نے کئی تحریکوں میں حصہ لے کر عظیم کارنامے سرانجام دیئے...... آپ نے 1974ء میں تحریک ختم نبوت میں زمانہ طالب علمی میں حصہ لے کر مختلف مقامات پر تقاریر کیں...... آپ نے 1976ء میں شاہ فیصل کالونی کراچی میں مولانا سلیم اللہ خان کی سرپرستی میں تحریک مدح صحابہ چلی آپ نے بھرپور حصہ لیا...... 1977ء میں آپ نے تحریک نظام مصطفیٰ میں جمعیت طلباء اسلام کے پلیٹ فارم سے حصہ لیا...... 1987ء میں امام اہلسنت مولانا عبدالشکور دین پوری نے مجلس علماء اہلسنت کی بنیاد رکھی...... تو آپ نے اس میں شمولیت اختیار کر کے مرکزی ناظم نشریات کے اعلیٰ منصب پر فائز ہوئے۔

حضرت دین پوری سے آخری ملاقت:

1987ء میں آپ کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی ...... خود حضرت دین پوری آپ کو خانپور ریلوے اسٹیشن پر الوداع کرنے آئے تھے...... کیا معلوم کہ یہ آخری ملاقات ہوگی ...... آپ حرم بیت اللہ میں بیٹھے ہوئے تھے ...... کہ اچانک مفتی حبیب الرحمٰن کی وساطت سے آپ کو خبر ملی...... کہ حضرت دین پوری فانی دنیا کو الوداع کرتے ہوئے عازم سفر ہو گئے ہیں...... گویا آپ کی یہ حضرت دین پوری سے آخری ملاقات تھی۔

روحانی تعلق اور بیعت:

طالب علمی کے زمانہ میں پندرہ سال کی عمر میں اپنے نانا جان کی وساطت سے آپ کا روحانی تعلق مرشد کامل جنید وقت المعروف حضرت ثانی سائیں میاں عبدالہادی سے قائم ہوا...... آپ ہر ہفتہ حضرت شیخ کے ہاں حاضر ہوتے اور دعائیں حاصل کرتے ...... جب آپ دور کے شہروں میں پڑھنے چلے گئے تو جس وقت گھر آتے ...... تو آپ کی ان کے ہاں لازماً حاضری ہوتی ۔لیکن ان کے انتقال پر ملال باکمال کے بعد آپ ادھر اُدھر جانے لگے...... تو آپ کو حضرت خواجہ خان محمد صاحب نے مشورہ دیا...... کہ صلحاء کا مقولہ ہے ...... کہ ایک کو پکڑو مضبوطی سے پکڑو...... لہذا آپ اپنی خاندانی خانقاہ دین پور شریف سے وابستہ رہیں...... اور حضرت اقدس میاں مسعود احمد صاحب سجادہ نشین سے تعلق قائم کریں...... چنانچہ آپ حضرت خواجہ صاحب کے مشورہ کے بعد حضرت میاں مسعود احمد صاحب سے تجدید کی...... اور اسی روحانی نسبت کا فیض ہے...... کہ تمام اولیاء اللہ کا احترام اور تمام سلاسل کی عظمت آپ کے دل میں رہی ہے۔

مہمان نوازی کا عالم:

آپ کے ہاں مہمان نوازی کا یہ عالم ہے...... کہ اپنے شیخ و مربی حضرت دین پوری کی

طرح جیسے دین پور شریف میں لنگر عام ہوتا ہے...... ایسے ہی ان کے در پر بھی لنگر عام کا اہتمام ہوتا ہے...... چھوٹا ہو یا بڑا کوئی بھی آپ کے لنگر سے محروم نہیں رہتا۔

سادگی کا عالم:

آپ میں سادگی کا یہ عالم ہے...... کہ بلند پایہ خطیب ہونے کے باوجود پھر بھی آپ اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے...... آپ ہر چھوٹے بڑے کا احترام کرنا اپنے اوپر لازم سمجھتے ہیں۔

جن اکابرین سے سفر میں رفاقت ہوئی:

آپ نے بہت سارے بزرگ اور مشائخ کے ساتھ سفر میں رفاقت کی سعادت حاصل کی...... بندہ ان میں سے چند ایک کو سپرد قلم کرنا مناسب سمجھتا ہے...... حضرت سید عبداللہ شاہ بخاری، حضرت سید علاؤالدین شاہ جیلانی، حضرت امیر محمد صاحب نقشبندی، حضرت جی مولانا محمد ادریس انصاری، حضرت سید کلیم اللہ شاہ صاحب مسکین پوری، حضرت سید نفیس الحسینی، حضرت سید محمد شاہ صاحب امروٹی، حضرت مولانا محمد اسحاق قادری، مفتی رشید احمد صاحب قادری پسروری، ان اکابرین کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

دعائیں دینے والے اکابرین:

اور انہی اکابرین کی دعاؤں اور توجہات کے ثمرات ہیں...... کہ رب العزت نے اہل حق کے قافلہ سے آپ کو وابستہ رکھا...... اور اس کفر والحاد کے پرفتن دور میں بے دینی کے ہر فتنے سے محفوظ رکھا ہے۔

دعا کی درخواست:

آپ اہل سنت والجماعت کے عظیم سرمایہ ہیں قارئین سے درخواست ہے...... کہ وہ اللہ رب العزت کی دربار میں التجا کریں...... کہ خداوند قدوس آپ کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے (آمین یارب العالمین)

ابو الکاشف شبیر حیدر فاروقی

تذکرہ کتاب خطبات ندیم

مولانا شبیر حیدر فاروقی

عقل مندوں کا مقولہ ہے...... کہ کتاب زندگی کا بہترین ساتھی ہے...... اور بعض کتابیں ایسی ہوتی ہیں...... کہ جو نہ چاہتے ہوئے بھی انسان بلا ساختہ پڑھ جاتا ہے...... اور بعض کتابوں کے سنہری حروف صرف ذہن کی وسعتوں میں گردش کرتے کرتے انسان کو بے مثال عروج تک پہنچا دیتے ہیں...... اور بعض حروف وکلمات قرطاس ذہن پر اس قدر نقش ہوجاتے ہیں...... کہ انسان خطابت کے عمیق سمندر میں غوطہ زن ہوکر سامعین کی نظر میں میدان مار لیتا ہے۔

ہاں! بعض حضرات کو دیکھا گیا ہے...... کہ وہ صرف مطالعہ کر کے اپنے تک محدود رہتے ہیں...... اگر یہ شخص ہی جو عدم صلاحیت کا حامل ہے...... ان کلمات کو اپنی زبان سے ادا کر دے...... تو فوراً ہی اس شخص کی جوان باتوں کو نظریاتی کسوٹی پر رکھ کر سوچ کا دھارا بتا چکا ہے...... اس کی تائید میں سناٹے سے بھرا ہوا میدان عمل میں آجاتا ہے...... اور کبھی نگاہیں اس ارفع واعلیٰ چیز کو دیکھنے کی حد تک ترس جاتی ہیں...... کہ کہیں سے وہ باتیں ملیں اور خطابت کا روپ دھاریں...... اسٹیج کی زینت بنیں...... علماء کے حلقہ میں مقبولیت پکڑیں ...... لیکن پھر یہ حسرت ہی میں دم توڑ جاتی ہے...... ہاں اگر محنت شاقہ کی جائے...... تو یہ کلمات وہی کلمات ہوتے ہیں جو خطبات ندیم کے کاغذ پر مرقم ہیں۔

یہ کلمات بھی وہی کلمات ہیں...... جو ماضی قریب میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی محفل میں مجمع پر سر کتے رہتے تھے۔

یہ کلمات بھی وہی کلمات ہیں...... جو مولانا حق نواز جھنگوی ؒ کی آواز میں مجمع پر سناٹا طاری

کر دیتے تھے

یہ کلمات بھی وہی کلمات ہیں..... جو مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ کی آواز میں اسٹیج کی زینت بنا کرتے تھے۔

یہ کلمات حقیقت میں کیا ہیں:

خطبات ندیم درحقیقت کیا ہے.....؟ اس کو تحریر کرنا بس کی بات نہیں ہے..... ہاں! اس کے اندر ہر چیز ہے..... جو کہ خطیب کی ضرورت کو بلا خوف وخطر پورا کر دیتی ہے..... جن میں سے قابل ذکر چیزیں درج ہیں..... یہ صدائے خطابت ہے۔

یہ کلمہ حق ہے..... یہ ندائے اظہار ہے
یہ صداقت کا پرتو ہے..... یہ لفظوں کی تجلی ہے
یہ خیالات کا عکس ہے..... یہ روح کی تڑپ ہے
یہ احساسات کی گویائی ہے..... یہ ضمیر کا نطق ہے
یہ درد کی تصویر ہے..... یہ نشے کی چھلک ہے
یہ مٹھاس کی شیرینی ہے..... یہ تشنگی کی آرزو ہے
یہ امیدوں کا مسکن ہے..... یہ یقین کا پروانہ ہے
یہ ایمان کی جھلک ہے..... یہ ایقان کی روشنی ہے
یہ حق کی پکار ہے..... یہ انسانیت کی معراج ہے
یہ جذبوں کا سوز ہے..... یہ ولولوں کی تازگی ہے

بالآخر تمام مجبوریوں، رکاوٹوں مصائب کے جھمیلوں اور تکالیف کی پرخار راہوں کو عبور کرنے کے بعد یہ مواد جمع کر کے قارئین کی نظر کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔

ہاں! اس مجموعہ کے آنے سے تاریک شب چھٹ چکی ہے۔ سناٹا گم ہو چکا ہے

اور امید یہ ہے...... کہ اس مجموعہ کے آنے سے آواز اس قدر پھیلے گی...... کہ دنیا اس کے حصار میں لپٹ جائے گی...... ہر کان اس سے آشنا ہو جائے گا۔

یہ مواد خطبات ندیم کی شکل میں آپ تک بھی پہنچ چکا ہے...... آپ بھی اس مواد سے کانوں کو آشنا کر سکتے ہیں...... خطابت کے یہ نقوش خطبات ندیم کی شکل میں بانگ درا بن کے گونج رہے ہیں۔

درخواست:

آپ کی خدمت میں درخواست ہے...... کہ آپ اس سے ضرور فائدہ اٹھائیں...... اور فائدہ اٹھانے کے بعد دعاؤں میں صاحب خطبات اور مرتب کو ضرور یاد رکھیں اور خاص طور پر اس کے لئے اللہ کے حضور ضرور بدست ہوں کہ اللہ اس مجموعہ کو آخرت کے لئے ذخیرہ بنائے اور حاسدین کے حسد سے اور شریروں کے شر سے اس مجموعہ کو محفوظ رکھے (آمین یارب العالمین)

والسلام

مولانا شبیر حیدر فاروقی حال مدرس جامعہ دارالعلوم اسلامی مثن ماڈل ٹاؤن اے بہاولپور

عرفان علی ٹیپو کا خطیب اسلام کو خراج تحسین

عالم ہیں با عمل بلند پایہء خطیب ہیں
قلم کے ہیں بادشاہ بے بدل ادیب ہیں

اسلاف کا نمونہ اکابر کی ہیں نشانی
مناظرِ اسلام ہیں شکیب و لبیب ہیں

ذکرِ حبیب ہے موضوع سخن دل پسند ان کا
وہ گلشن رسالت کے عندلیب ہیں

پیکر فقر مرد قلندر ہیں جانشین دین پوریؒ
ہیں اسم بامسمیٰ ایسے منیب ہیں

فرق باطلہ پہ ہیں شمشیر بے نیام
مقتدیٰ ہیں اہل حق کے شفیق وحبیب ہیں

ٹیپو بھی ہے پروانہ اس شمع فیروزاں کا
ہیں وہ سرمایہ اہلسنت حق کے نقیب ہیں

...ن علی ٹیپو ساہیوال

فضیلت محرم الحرام

خطبہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَائِرِ الْاُمَمِ...... بِرِسَالَةِ مَنِ اخْتَصَّهٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَجَوَاهِرِ الْحِكَمِ ......وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ...... مَا نَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِهٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ ...... اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ...... بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ......فَقَدْ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ فَاِنَّ خَیْرَالْحَدِیْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَیْرُالْهَدْیِ هَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرُّالْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ......(۱) و قَالَ النَّبِیُّ ﷺ خَیْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِیِّهَا اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ......(۲) فَقَالَ ! كَانَا اَمِیْنَیْنِ هَادِیَیْنِ مَهْدِیَّیْنِ رَشِیْدَیْنِ مُرْشِدَیْنِ مُفْلِحَیْنِ مُنْجِحَیْنِ خَرَجَا مِنَ الدُّنْیَا خَمِیْصَیْنِ...... (۳) صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ...... وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِیْمُ...... وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِیْنَ وَالشَّاكِرِیْنَ...... وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

تمہید:

قابل اعزاز وتکریم......! واجب الاحترام...... بزرگو دوستو......اور بھائیو......!

یہ ماہ مقدس ماہ محرم الحرام ہے......اسلامی تاریخ کے لحاظ سے محرم الحرام مسلمانوں کے سال کا پہلا مہینہ ہے...... نئے سال کی آمد پر بحیثیت مسلمان ہونے کے تمام مسلمانوں کو میں مبارک پیش کرتا ہوں......اگر چہ یہ مبارک جملہ سن کر آپ خاموش ہی رہے......

---

(۱) مشکوٰۃ ص ۲۷ ج ۲ عن جابر (۲) کنز العمال ص ۱۱ ج ۱۲ عن علیؓ (۳) کنز العمال ص ۱۳ ج ۱۳

اور یہ سوچنے لگ گئے ہوں گے...... کہ مولوی نے کیسے موقع پر مبارک باد دی ہے۔

مسلمانوں کے سال کا غاز:

حقیقت واقعہ یہ ہے...... کہ یہودیوں کا سال جب شروع ہوتا ہے...... وہ قوم ایک دوسرے کو مبارک پیش کرتی ہے...... عیسائیوں کا جب سال شروع ہوتا ہے...... یکم جنوری کو ملک بھر کے اخبارات اس پر ایڈیشن بھی شائع کرتے ہیں...... وہ ایک دوسرے کو مبارک اور سلامی بھی پیش کرتے ہیں...... جب ہندو قوم کا سال شروع ہوتا ہے...... وہ اس موقع پر ایک دوسرے کو مبارک باد بھیجتے ہیں...... اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں...... جب ہر قوم اپنے سال کی ابتداء پر خوشی کرتی ہے...... تو مسلمان بھی نئے سال کی آمد پر ایک دوسرے کو مبارک باد پیش کرتے ہیں...... اس لئے میں نئے سال کی آمد پر...... آپ سب لوگوں کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

ماہ محرم کی لغوی تحقیق:

مگر یہ ایک عجیب اتفاق ہے...... کہ جب ایک نیا سال شروع ہوتا ہے ......اور ایک ایسے مہینے سے سال شروع ہو رہا ہے...... جو مہینہ محرم الحرام کا مہینہ کہلاتا ہے ......لفظ محرم یہ عربی زبان کا لفظ ہے...... اس کا معنی ہوتا ہے احترام والا مہینہ...... اور محرم الحرام ان دونوں لفظوں کو ملا دیا جائے...... تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے...... کہ ایسا عزت والا مہینہ...... ایسا احترام والا مہینہ...... بزرگی والا مہینہ...... ایسا فضیلت والا مہینہ...... کہ جس مہینے کا احترام کرتے ہوئے...... ہندو یہودی عیسائی غیر مسلم اور مکے کے مشرک بھی وہ کام جو اس مہینے کے علاوہ حلال سمجھتے تھے...... ان دنوں ان چیزوں سے رک جایا کرتے تھے ......آپس کے تنازعے ختم کر دیتے تھے...... اختلافات چھوڑ دیتے تھے...... لڑائیاں ختم

کر دیتے تھے...... محرم کا چاند نظر آنے کے بعد ایک دوسرے پر وہ تلوار نہیں اٹھایا کرتے تھے ...... صرف یہ کہہ کر کہ احترام کا مہینہ ہے اس مہینے میں ایک دوسرے پر تلوار چلانا جائز نہیں ...... ایک دوسرے کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا جائز نہیں ...... یک دوسرے سے اختلافات اور لڑائی کرنا جائز نہیں ...... تو یہ ایک ایسا بابرکت مہینہ ہے...... جس کا احترام یہودی بھی کرتے ہیں...... ایسا بابرکت مہینہ ہے ...... جس کا احترام عیسائی بھی کرتے ہیں ...... ایسا بابرکت مہینہ ہے...... جس مہینے کا احترام ہندو قوم بھی کرتی ہیں ...... ایسا بابرکت مہینہ ہے...... غیر مسلم قومیں بھی اس محرم الحرام کا احترام کرتی ہیں۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے...... جناب سرور کائنات رسول اللہ ﷺ نے خود اس محرم الحرام کی فضیلتیں بیان فرمائیں ...... کہ اللہ کے نزدیک جو چار مہینے سب سے زیادہ احترام والے ہیں...... جنہیں اشہر حرم کہا جاتا ہے...... رجب المرجب، ذیقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ان چار مہینوں میں سے ایک مہینہ محرم الحرام کا ہے...... سال کے بارہ مہینوں میں جو چار مہینے فضیلت والے ہیں ...... رجب المرجب کا مہینہ شعبان المعظم کا مہینہ...... رمضان المبارک کا مہینہ...... محرم الحرام کا مہینہ بھی ہے...... یہ اتنا بابرکت مہینہ ہے بلکہ آپ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں...... اور پوری انسانیت کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ بات آپ کو سمجھ میں آئے گی۔

ماہ محرم کے اہم واقعات:

حدیث کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے...... اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے...... عالم انسانیت کی تاریخ کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے...... کہ یہ محرم اتنے احترام والا مہینہ ہے...... اللہ نے جب آدمؑ کا خمیر تیار کیا...... محرم کا مہینہ تھا...... آدمؑ کو جب سجدہ کیا گیا...... محرم کا مہینہ تھا...... آدمؑ کے سر پر جب خلافت کا تاج رکھا گیا...... محرم کا مہینہ

تھا...... حضرت یونسؑ جب مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے ...... محرم کا مہینہ تھا...... حضرت نوحؑ کی کشتی چھ ماہ تک طوفان کے چکر لگانے کے بعد جب جبل جودی پہ جا کر ٹھہری...... محرم کا مہینہ تھا...... حضرت ابراہیمؑ آگ کے چنگے سے جب باہر آئے ...... محرم کا مہینہ تھا...... حضرت سیدنا یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کی بہت بڑی طویل جدائی کے بعد جب ملاقات ہوتی ہے ...... تو محرم کا مہینہ تھا...... حضرت یوسفؑ جب تخت خلافت پر آ کر بیٹھتے ہیں ...... محرم کا مہینہ تھا...... موسیٰ اپنی قوم کو لے کر کنارے لگے ہیں ...... محرم کا مہینہ تھا...... اللہ نے جب فرعون کو غرق کیا...... محرم کا مہینہ تھا...... نمرود جب تباہ ہوا ہے...... محرم کا مہینہ تھا...... موسیٰ کو اللہ نے جب اعزاز نبوت عطا فرمایا...... محرم کا مہینہ تھا...... کعبۃ اللہ پر جب غلاف چڑھایا جاتا ہے محرم کا مہینہ تھا...... اور اب بھی وہی حالات ہیں...... کہ جب غلاف چڑھایا جاتا ہے...... محرم الحرام کی پہلی تاریخ کو اس احترام والے مہینے میں یہ کام کیا جاتا ہے...... اور رحمت اللعلمین ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کریں...... تب آپ کو وہ باتیں سمجھ میں آ جائیں گی۔

علماء نے لکھا ہے...... اللہ کے پیغمبر ﷺ نے اپنا سب سے پہلا نکاح سیدہ طیبہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے ساتھ جب کیا...... محرم کا مہینہ تھا...... پیغمبر ﷺ کا نکاح سیدہ ام سلمہؓ کے ساتھ ہوا...... محرم کا مہینہ تھا...... پیغمبر ﷺ کی پیاری بیوی سیدہ جویریہؓ کا انتقال ہوا...... محرم کا مہینہ تھا...... ام حبیبہؓ کا انتقال ہوا...... محرم کا مہینہ تھا...... رحمت اللعلمین ﷺ کی ہجرت کی طرف منسوب جب سن کی ابتداء کی گئی...... محرم کا مہینہ تھا...... پیغمبر ﷺ نے جس مہینے کے فضائل بیان فرمائے ہیں...... محرم کا مہینہ تھا...... آمنہؓ کے در یتیم نے سلاطین عالم کو دعوت دین کے خطوط جب لکھے تھے...... محرم کا مہینہ تھا...... پیغمبر ﷺ نے زکوۃ کی وصولی کے لئے جب عاملین متعین فرمائے تھے...... محرم کا مہینہ تھا...... زکوۃ کے تفصیلی احکام جب اللہ نے

نازل فرمائے ہیں...... محرم کا مہینہ تھا...... صدیق اکبرؓ کے دور میں زکوۃ کے منکروں کا جب قلع قمع ہوا...... محرم کا مہینہ تھا...... فاروق اعظمؓ کے دور میں جب قادسیہ فتح ہوا...... محرم کا مہینہ تھا...... جب ایران فتح ہوا...... محرم کا مہینہ تھا...... جب قبرص پر مسلمانوں نے فتح حاصل کی...... محرم کا مہینہ تھا...... جب مصر میں سب سے پہلے اسلامی سلطنت قائم ہوئی...... اس وقت محرم کا مہینہ تھا...... امیر المومنین خلیفۃ المسلمین پیغمبر ﷺ کے دوسرے جانشین مراد پیغمبر داماد حیدر سیدنا فاروق اعظمؓ جب جام شہادت نوش کرتے ہیں...... محرم کا مہینہ تھا...... حضرت عثمانؓ ابن عفان جب برسر اقتدار آئے...... اور خلیفہ بنتے ہیں ...... محرم کا مہینہ تھا...... حضرت علی ابن ابی طالبؓ جب منصب خلافت پہ تشریف لاتے ہیں ...... محرم کا مہینہ تھا...... تاریخ انسانیت کا مطالعہ کیجئے...... حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ سے صلح کر کے جب ان کو امارت سپرد کی...... محرم کا مہینہ تھا...... تاریخ یہ بتاتی ہے...... کہ قسطنطنیہ جب فتح ہوا...... محرم کا مہینہ تھا...... کربلا کے ریگزاروں میں حسینؓ ابن علیؓ نے بہتر جانثاروں سمیت جام شہادت نوش کیا...... محرم کا مہینہ تھا...... کربلا کے میدان میں حضرت حسن ابن علیؓ کے بچے کا نکاح حضرت سیدنا حسینؓ ابن علیؓ کی شہزادی کے ساتھ ہوا...... محرم کا مہینہ تھا...... حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا نکاح حیدر کرارؓ کے ساتھ ہو...... محرم کا مہینہ تھا...... حضرت ام کلثومؓ کا نکاح سیدنا عثمان ابن عفانؓ کے ساتھ ہوا...... محرم کا مہینہ تھا۔

ارے اگر عرب سے ہٹ کر آپ پوری اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں...... آپ کو معلوم ہوگا...... امام طحاویؒ کا جب انتقال ہوا...... محرم کا مہینہ تھا...... محدث کبیر ابوداؤدؒ کا جب انتقال ہوا...... محرم کا مہینہ تھا...... برصغیر کی تاریخ پر نگاہ دوڑائیں دارالعلوم دیوبند جب قائم ہوا...... محرم کا مہینہ تھا...... انور شاہ کشمیریؒ کا جب انتقال ہوا...... محرم کا مہینہ تھا...... پاکستان کی تاریخ کا سب سے پہلا نیک اور صالح وزیر اعظم لیاقت علی شہید جب جام شہادت نوش

کرتا ہے...... محرم کا مہینہ تھا...... خیر پور ٹامیوالی کی سرزمین پر ایک سید منظور احمد شاہ ہمدانیؒ جام شہادت نوش کرتا ہے...... محرم کا مہینہ تھا...... امروٹ کی سرزمین پر ایک عظیم پیرزادہ سید منیر شہیدؒ جب جام شہادت نوش کرتا ہے...... محرم کا مہینہ تھا...... جھنگ کی سرزمین پر باب عمر کی حفاظت میں سترہ نوجوانوں نے یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش کیا...... محرم کا مہینہ تھا...... جنرل ضیاء الحق نے جب جام شہادت نوش کیا...... محرم کا مہینہ تھا...... بے نظیر حکومت کا جب تختہ الٹا...... محرم کا مہینہ تھا...... کل جب قیامت قائم ہوگی...... تو مہینہ محرم کا ہوگا۔

ماہ محرم کی فضیلت غیر مسلموں کی نظر میں:

محرم اپنی ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے...... پندرہ سو سال کے تاریخی واقعات سامنے رکھیں ...... اتنے بڑے احترام والا مہینہ قدرو منزلت والا مہینہ فضیلت اور تقدس والا مہینہ جس مہینے کا احترام یہودی کریں...... جس مہینے کا احترام عیسائی کریں...... جس مہینے کا احترام ہندو کریں...... جس مہینے کا احترام غیر مسلم بھی کرتے ہیں۔

مسلمانوں کے لیے قابل افسوس بات:

لیکن مسلمانو......! بڑے افسوس کی بات ہے...... کہ جب پاکستان میں محرم کا چاند نظر آتا ہے...... حکومت بھی پریشان ہو جاتی ہے۔

جب ہمارے ہاں محرم کا چاند نظر آتا ہے...... نیک لوگ پریشان ہو جاتے ہیں۔

جب محرم کا چاند نظر آتا ہے...... علماء پریشان ہو جاتے ہیں۔

جب محرم کا چاند نظر آتا ہے...... امن کمیٹی والے حرکت میں آجاتے ہیں۔

جب محرم کا چاند نظر آتا ہے...... اقتدار والے لوگ لرزہ براندام ہو جاتے ہیں۔

جب محرم کا چاند نظر آتا ہے...... سیدھی چارپائیاں اوندھی ہو جاتی ہیں۔

جب محرم کا چاند نظر آتا ہے.....سفید چہرے سیاہ ہو جاتے ہیں۔
جب محرم کا چاند نظر آتا ہے.....اعلیٰ قسم کے کپڑے سیاہی میں بدل جاتے ہیں۔

انسانیت کے عروج کا مہینہ:

آخر سبب کیا ہے.....؟ ہر قوم اس مہینے کا احترام کرتی ہے..... پاکستان کا ایک ایسا گندا طبقہ اس ملک میں رہنے والا ہے..... جو اس مہینے کا احترام نہیں کر پاتا..... ہر قوم اس مہینے کا احترام کرے اور پھر جب ہمارے ہاں محرم کا پاک مہینہ آتا ہے..... میں حیران ہوتا ہوں..... کہ جب کسی مسلمان کو یہ کہہ دیا جائے ..... بھائی مبارک ہو نیا اسلامی سال آ گیا ہے.....لڑھکتے ہوئے کانپتے ہوئے کہتا ہے.....ارے جی کیسی مبارک محرم تو دکھوں کا مہینہ ہے..... یہ بات ذہن میں رکھئے محرم دکھوں کا مہینہ نہیں محرم تو انسانیت کے عروج کا مہینہ ہے.....انسانیت کے کمال کا مہینہ ہے۔

تاج شہادت حاصل کرنے کا مہینہ:

انبیاء کی عظمتوں کا مہینہ ہے.....محرم اپنی دینی قوتوں کے عروج کا مہینہ ہے .....محرم حسینؓ ابن علیؓ کے تاج شہادت حاصل کرنے کا مہینہ ہے.....اس لئے اس سال کی آمد پر میں اب تمام حضرات کو اپنی طرف سے بلکہ پوری ملت اسلامیہ کو سلام پیش کرتا ہوں .....مبارک باد پیش کرتا ہوں..... کہ آپ کو اللہ نے نیا سال عطاء کیا ہے.....اب بھی قبول نہیں..... بھائی نئے سال کی آمد پر آپ کو مبارک ہو..... (خیر مبارک) اس لئے کہ عزت والا مہینہ اللہ نے ہمیں دیا ہے .....میں جنوری کی آمد میں آپ کو مبارک باد پیش نہیں کر رہا..... بلکہ محرم کے مہینے کی آمد پر آپ کو سلام پیش کر رہا ہوں.....ایک بات تو میں نے یہ کہنی تھی..... کہ محرم اتنے بڑے احترام کا مہینہ ہے۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کے بارے میں انگریز مؤرخ کا نظریہ:

اب میں فاروق اعظمؓ کی شہادت کا ایک تھوڑا سا حصہ بیان کرنا چاہتا ہوں ......صرف ٹائم کے اختصار کے پیش نظر اوراس موقع اورمناسبت کے لحاظ سے آپ سے دوتین باتیں بھی کہنا چاہتا ہوں ......حضرت عمرؓ نے دس سال حکومت کی ......کتنے سال حکومت کی (دس سال)......دس سال میں بائیس لاکھ پچاس ہزارمربع میل اسلامی سلطنت فتح ہوئی......مسٹر جون انگریز مورخ کہتا ہے......کہ اگر عمرؓ دس سال اورحکومت کرتے تو اللہ کی دھرتی پہ محمد ﷺ کی شریعت کے سوا کوئی قانون نہ ہوتا......جادووہ جوسر چڑھ کر بولے ......عمرؓ کا جادوایسا سر چڑھ کر بولا ہے......کہ پوری کائنات کواس نے مسحور کر کے رکھ دیا ہے۔

وہ امور جن میں سیدنا فاروق اعظمؓ کواولیت حاصل ہے:

فاروق اعظمؓ کا دور خلافت اتنا نرالا زمانہ ہے......عمرؓ وہ ہے......جس نے عناصر اربعہ پرحکومت کی ہے......آگ پہ حکومت کی ہے......پانی پہ حکومت کی ہے......ہواپہ حکومت کی ہے......زمین پہ حکومت کی ہے......جس کے درے کوزمین نے قبول کیا ہے ......جس کے پیغام کوہوانے قبول کیا ہے...... جس کے کپڑے کوآگ نے قبول کیا ہے...... جس کی آواز کوزمین نے قبول کیا ہے......جس کی تحریر کودریاؤں نے قبول کیا ہے......عمرؓ وہ شخص ہے......جوزمین پہ بولے آسمان پہ قرآن بن جاتا ہے......عمرؓ وہ شخص ہے جوزمین پہ تولے تو اللہ اس کومیزان بنادیا کرتے ہیں......سب سے پہلے پوری ملت اسلامیہ میں جس نے کھلم کھلا اسلام قبول کیا ہے......وہ عمرابن الخطابؓ ہے۔

سب سے پہلے جس نے کعبے کا دروازہ کھولا ہے......وہ عمرابن الخطابؓ ہے۔

سب سے پہلے جس نے اعلانیہ ہجرت کی ہے......وہ عمرابن الخطابؓ ہے۔

سب سے پہلے جس نے بیت المقدس کو فتح کیا ہے......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے۔

سب سے پہلے جس نے ایران پہ حملہ کیا ہے......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے۔

جس کی رائے کے مطابق قرآن کی بائیس آیتیں اللہ نے آسمان سے اتاری ہیں ......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جس کے دل کی تمنا کے مطابق پوری ملت اسلامیہ کو اللہ نے اذان عطاء فرمائی ہے......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے۔جس کی جرات کی وجہ سے کفر کانپتا تھا......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جس کے نام کی وجہ سے آج بھی انگریز لرزہ براندام ہو جاتا ہے ......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جس کو اللہ نے بڑی عظمتوں سے نوازا تھا......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جو پیغمبر کی مراد بن کر آیا ہے ......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جو نبی ﷺ کی دعا بن کر آیا ہے ......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے۔پیغمبر ﷺ نے جس کو اسلام کی عزت کے لئے اللہ کے حضور کعبے کی چوکھٹ کو پکڑ کر سر سجدے میں رکھ کر دعا مانگی تھی......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جو نبی ﷺ کی دعا کا جواب بن کر آیا ہے ......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے ......جس شخص نے کلمہ پڑھنے کے بعد پھر کبھی کلمہ حق نہیں چھپایا ......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے ......جس آدمی کی جرات کی وجہ سے شیطان اس کا راستہ چھوڑ دیتا ہے......(۱)وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جس کے سائے سے شیطان بھاگتا ہے ......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے ......جس کی زبان پہ حق بولتا ہے......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جس کے دل پہ خدا رحمت کو نازل کرتے ہیں......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جس کی نیکیوں کا مقابلہ آسمان کے ستارے نہیں کر سکتے ......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے ......جس کو اللہ نے سب سے زیادہ رعب اور دبدبہ اور حشمت عطاء کی ہے......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے۔ جو پیغمبر ﷺ کے دشمن کو تہس

(۱) فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابن الخطاب والذی نفسی بیدہ مالقیک الشیطان سالکا فجا قط الا سلک فجا غیر فجک(صحیح بخاری ص ۵۲۰ ج۱)

نہس کردیتا ہے ......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے۔ جس نے اپنے دور خلافت میں راتوں کو در، اٹھا کر گلی کوچوں میں پہرے دیئے ہیں ......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے۔ جہاں رعایا سوتی تھی ......امیر المومنین جاگتے تھے......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے۔ جس شخص نے اپنے کرتے پر ستتر ستتر پیوند لگائے ہیں......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جو بیت المقدس کو فتح کرنے کے لئے جاتے ہیں......غلام سوار ہوتا ہے......آقا پیدل چلتے جارہے ہیں......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جس کے تذکرے تورات، زبور اور انجیل جیسی آسمانی کتابوں میں موجود ہیں......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جس شخص نے اپنے دور اقتدار میں ایک ہزار چھتیس شہر فتح کئے ہیں ......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جس نے بائیس لاکھ پچاس ہزار مربع میل پہ اسلامی سلطنت کا پرچم لہرایا ہے......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے ......جس نے چار ہزار مسجدیں تعمیر کی ہیں......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جس شخص نے نو سو جامع مساجد بنائی ہیں......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جس نے ہر مسجد میں امام وخطیب کا تقرر کیا ہے......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے ......جس نے مساجد کو منور وروشن کیا ہے......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جس نے بیس ۲۰ رکعت تراویح کے اہتمام کا حکم نافذ کیا ہے......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جس نے قرآن مجید کے حفظ کا طریقہ رائج کیا ہے......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جو گورنروں کے لئے دروازے کھول کر رکھنے کا آرڈر دیتے تھے ....وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جس کے دستر خوان پر اس کی پوری زندگی میں کبھی دو کھانے نہیں پک کر آئے......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جس نے کئی ماہ تک گھی کھانا اس لئے چھوڑ دیا تھا۔ کہ میری پوری سلطنت میں قحط پڑا ہوا ہے......عمر تو تیل پہ گزارہ کر گھی کھانے کی تجھے اجازت نہیں......ایسا کرنے والا عمر ابن الخطابؓ ہے......جس شخص نے اپنے دور اقتدار میں سینکڑوں عورتوں، بیواؤں، اپاہج، اور کمزور لوگوں کے کھانے کا انتظام کیا تھا......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جو راتوں کو

درہ اٹھا کر پہرہ دیا کرتے تھے..... وہ عمر ابن الخطابؓ ہے..... جس کے دور اقتدار میں بکریاں اور شیر ایک ہی گھاٹ سے پانی پیا کرتے تھے..... وہ عمر ابن الخطابؓ ہے۔

مسلمانو.....! اسلامی تاریخ کا اگر بغور مطالعہ کرو..... جس نے مکے سے مدینے تک اسلامی چھاؤنی بنائی تھی..... وہ عمر ابن الخطابؓ ہے..... محکمہ ڈاک جس نے قائم کیا تھا..... وہ عمر ابن الخطابؓ ہے..... محکمہ مال جس نے قائم کیا تھا..... وہ عمر ابن الخطابؓ ہے..... جس شخص نے اسلامی سلطنت کو چلانے کے لئے زرعی اصلاحات قائم کی تھیں..... وہ عمر ابن الخطابؓ ہے..... جس کے دور اقتدار کے تمام فیصلے حیدر کرارؓ کے مشورے سے طے پاتے تھے..... وہ عمر ابن الخطابؓ ہے..... جو حسینؓ ابن علیؓ کے لئے اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے..... وہ عمر ابن الخطابؓ ہے..... جس نے نواسۂ رسول ﷺ کو اپنے بیٹے سے زیادہ وظیفے دیئے تھے..... وہ عمر ابن الخطابؓ ہے..... جس نے پیغمبر ﷺ کی بیٹی کا سب سے زیادہ احترام کیا تھا..... وہ عمر ابن الخطابؓ ہے..... جس شخص کو اللہ تعالی نے اتنی بڑی طاقت اور سلطنت عطاء فرمائی تھی..... کہ جس کی سلطنت کا مقابلہ تاریخ کبھی نہ کر سکی ہے..... وہ عمر ابن الخطابؓ ہے..... جس شخص نے کعبہ کی چوکھٹ کو پکڑ کر شہادت کی تمنا پیش کی تھی..... وہ عمر ابن الخطابؓ ہے..... جس شخص نے راتوں کو پہرے دیتے ہوئے ایک عورت کی آواز سن کر کہ اس دودھ میں پانی ملا دے ماں کو روکنے والی بچی کو اپنے بیٹے کے نکاح کے لئے منتخب کیا تھا..... وہ عمر ابن الخطابؓ ہے۔ جس بچی نے کہا تھا امی! عمرؓ کا دور ہے عمرؓ نہیں دیکھتا عمرؓ کا خدا تو دیکھ رہا ہے..... یہ عمر ابن الخطابؓ ہے۔ جس نے غریبوں اور بیواؤں کا سامان اپنے کندھے پر لاد کر غلام کی موجودگی میں بھی اٹھا کر گھروں تک پہنچایا ہے..... وہ عمر ابن الخطابؓ ہے..... عمرؓ اللہ کی زمین پہ انصاف کر یہ جملے سنتے ہوئے جس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے..... وہ عمر ابن الخطابؓ ہے..... جو سب سے

بڑا عدالت کا بادشاہ بنا ہے......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جس کو اللہ کے پیغمبر ﷺ نے موسیٰ کے جمال وجلال کا عکس کہا ہے......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جس فاروق اعظمؓ نے مکے اور مدینے کے درمیان بلکہ دریائے فرات سے لے کر نیل کے دریا تک ننانوے ۹۹ میل لمبی نہر کھدوائی تھی......تاکہ پانی کا مسئلہ آسان ہو جائے......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے...... جس نے فوجی چھاؤنی قائم کی تھی......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جو راتوں کو ڈاک اٹھا کر ایک ایک دروازے پہ دستک دیکر ان کے گھروں میں ڈاک پہنچاتا تھا......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......جس کو پیغمبر ﷺ نے کہا تھا عمرؓ ماں باپ مرے اولاد روتی ہے......اولاد مرے ماں باپ روتے ہیں......جس دن تو جائے گا تیری جدائی پہ قیامت تک محمد ﷺ کا اسلام روتا رہے گا......وہ عمر ابن الخطابؓ ہے......عمرؓ کی پوری زندگی سمیٹ کر آپ کے سامنے میں بیان نہیں کر سکتا......یہ دو تین باتیں میں نے اس لئے آپ کے سامنے کہیں......تاکہ فاروق اعظمؓ کی سیرت کا عکس آپ کے سامنے آجائے۔

سیدنا فاروقؓ کی شہادت یکم محرم کو ہونے کی وجہ:

حضرت عمرؓ کی شہادت محرم الحرام کی پہلی تاریخ کو ہوئی......کون سی تاریخ کو......؟ (دس محرم کو) آپ کو صرف دس محرم کی شہادت یاد ہے......اور میں اپنے ان نوجوانوں کو سلام پیش کرتا ہوں......جن کی تحریکوں کے نتیجے سے آج ریڈیو اور ٹی وی بھی یوم فاروق اعظمؓ منا رہا ہے......جن کی محنتوں اور کاوشوں کے صلے سے ملک کے وزیر اعظم کو یہ کہنا پڑا ......کہ کل کو یوم فاروق اعظمؓ ہوگا......یہ آپ لوگوں کی بیداری کا......اللہ نے نتیجہ آپ لوگوں کو دنیا میں عطاء کیا ہے......تھوڑے سے آپ جاگے اللہ نے اتنی بڑی فتح عطاء کی ہے۔

آپ کی بیداری کا نتیجہ:

اخبارات جو ایڈیشن شائع کرتے ہیں...... ریڈیو خصوصی پروگرام نشر کرتے ہیں ...... ٹیلی ویژن مستقل پروگرام نشر کرتا ہے...... آپ کے تمام جرائد و رسائل اس پر مستقل مضامین شائع کرتے ہیں...... آپ کی بیداری کا نتیجہ ہے...... جب ملت اسلامیہ جاگ اٹھے تو پوری دنیا جاگ اٹھے۔

محمد مصطفیٰ ﷺ صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ اور حیدر کرارؓ کی عمریں:

نوجوانو......! جوانوں کا خدا کے نزدیک بڑا مقام ہے...... اس جوان کی بیداری بڑے بڑے بوڑھوں کو بھی بیدار کر دیتی ہے...... حضرت عمر ابن الخطابؓ نے اللہ کے پیغمبر ﷺ اور صدیق اکبرؓ کی طرح تریسٹھ سال عمر پائی تھی...... پیغمبر ﷺ کی عمر بھی...... تریسٹھ ۶۳ سال تھی...... صدیق اکبرؓ کی عمر بھی...... تریسٹھ ۶۳ سال تھی...... فاروق اعظمؓ کی عمر بھی ...... تریسٹھ ۶۳ سال تھی یاد کرلو...... سیدنا حیدر کرارؓ کی عمر بھی ...... تریسٹھ ۶۳ سال تھی ...... پھر ایک جملہ کہتا ہوں...... اس کو بھی دل پہ لکھ لو...... عمرؓ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دین کی عزت کے لئے چنا ہے۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کے انتخاب کی وجہ:

پیغمبر ﷺ نے دین کی عزت کے لئے چنا ہے...... ابوبکرؓ نے اس کو خلافت کے لئے چنا ہے...... علیؓ نے اس کو اپنی قرابت اور رشتہ داری کے لئے چنا ہے...... عمرؓ ان سب کا انتخاب ہے...... حضرت فاروق اعظمؓ کا عدل فاروقی دنیا میں سب سے زیادہ مشہور ہے ...... عمرؓ کی عدالت کا مقابلہ دنیا میں کوئی شخص نہیں کرسکتا...... ممبر پہ خطبہ دیتے ہوئے جملہ اتنا کہہ دیا...... لوگو......! اگر میں نبی ﷺ کی شریعت کے خلاف کوئی قانون رائج کروں

کیا کرو گے......ایک بدو آخر میں بیٹھا تھا......زنگ آلود تلوار اٹھا کر کھڑا ہو جاتا ہے......عمرؓ سوچ کر بولنا......کہا کیا بات ہے عمرؓ پھر جملے کہئے کیا کہے ہیں۔

فاروق اعظمؓ نے کہا......اگر میں اللہ تعالی کا قانون تم پر نہ نافذ کروں ......تو تمہاری میرے متعلق کیا رائے ہوگی ......؟اس نے کہا عمرؓ تجھے امیر المومنین سمجھ کر نہیں......خلیفۃ المسلمین سمجھ کر نہیں......رسول اللہ ﷺ کا جانشین سمجھ کر نہیں...... بلکہ محمد ﷺ کے دین کا دشمن سمجھ کر تجھے اس تلوار سے قتل کر دوں گا......جلدی سے اٹھے سر سجدے میں رکھ دیا......آنکھوں میں آنسو بھر آئے ......اللہ تیرا شکر ہے کہ عمرؓ کو سیدھا کرنے والے اب بھی زندہ ہیں۔

بھائیو......!عجیب حکمران تھا......آج ہمارے اورآپ کے بھی حکمران ہیں ......جو اپنے خلاف کوئی بات برداشت بھی نہیں کر سکتے ......ایک مرتبہ سیدنا عمر جا رہے تھے ایک عورت راستے میں آئی......اس نے کہا عمرؓ میری بات سن امیر المومنین تھے......عبداللہ بن عمرؓ ساتھ چل رہے تھے......صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ ساتھ تھے صحابہؓ کی جماعت تھی ......فاروقؓ رک گئے......امی کیا بات ہے......(جملے سننا، حیران ہو جاؤ گے) کہا عمرؓ تجھے معلوم ہے دنیا تجھے عمیر کہتی تھی......جیسے کسی کے نام کو ہلکا کر کے بیان کیا جاتا ہے......نہ اس کو عربی میں کہتے ہیں تصغیر ہلکا کر کے بیان کرنا......عمرؓ تجھے دنیا عمیر کہتی تھی......معلوم ہے ......پھر تو عمرؓ بنا تجھے اونٹ چرانا نہیں آتے تھے۔

ایک مرتبہ اونٹ گم ہو گئے تھے......تیرے باپ نے تجھے تھپڑ مارے تھے......آج تو ملت اسلامیہ کا فرماں رواں اور سربراہ ہے......عمرؓ خدا کی زمین پہ انصاف کرنا ڈرنا اگر ناانصافی کی اور خدا نے تجھے پکڑا......تو چھڑانے والا کوئی نہ ہوگا......فاروقؓ نے اس عورت کے جملے سنے تو آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔

صحابیؓ کہنے لگے......امیر المومنین اس عورت کو اتنی جرات ہے......کہ آپ کے سامنے کہہ رہی ہے......وہ کہے نہ تو اس کا کہنا بے کار ہے......میں نہ سنوں تو میری سماعت بے کار ہے......وہ کہنے کیلئے ہے......اور میں سننے کیلئے ہوں......امیر المومنینؓ کا معنی یہ نہیں ہوا کرتا کہ اسے کوئی حق بھی نہ سمجھائے......اس کا حق بنتا تھا اس نے مجھے کہا ہے......سیدنا فاروق اعظم نے اپنی زندگی میں، اپنے دورِ حکومت میں دس حج کئے ......کتنے حج کئے تھے......؟(دس حج) اور تین عمرے کئے تھے......کتنے عمرے کئے تھے......؟(تین عمرے)......آخری حج پر امیر المومنین تشریف لے گئے......ذوالحج کا مہینہ تھا۔

الفاروق......(۱)شبلی نعمانی نے ایک کتاب لکھی اور بھی بڑے بڑے لوگوں نے کتابیں لکھیں۔

تاریخ الخلفاء میں جلال الدین سیوطیؒ نے اس پر مستقل ابواب اس پر باندھے ہیں......(۲)اس طریقے سے امام احمد بن حنبلؒ نے فضائل صحابہؓ کے نام سے دو جلدوں میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے......(۳)جس کے دو اڑھائی سو صفحات پر صرف حدیثیں نقل کی ہیں۔

سیدنا فاروق اعظمؓ آخری سال حج پر تشریف لائے......ایام حج تھے حج کیا حج کرنے کے بعد رات کا وقت تھا......اتفاق کی بات کہ چودہویں کا چاند چمک رہا تھا ......فاروقؓ کی عادت تھی......کہ مکہ میں ہوں یا مدینہ میں ہوں......حج پر ہوں یا گھر پر ہوں ......سفر پر ہوں یا حضر پہ ہوں......رات کو رعایا سوتی تو عمرؓ خود پہرہ دیتے تھے......پہرہ دیتے دیتے تھک گئے......ایک جگہ گئے......ایک اینٹ کا ٹکڑا سر کے نیچے رکھا اور سو گئے

---

(۱) یہ کتاب مختلف کتب خانوں سے شائع ہو کر مقبول عام ہو چکی ہے۔

(۲) یہ کتاب علامہ جلال الدین کی ہے اس کا اردو ترجمہ قدیمی کتب خانہ کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔

(۳) یہ کتاب عربی میں ہے اور اس کے اردو ترجمے پر کام جاری ہے۔

اچانک چاند پر نگاہ پڑی...... مکے میں سوئے ہوئے چاند کی طرف دیکھا...... چاند کو دیکھ کر کہا...... عمرؓ تیری عمر اس چاند جیسی ہے...... تیری عمر اس چاند جیسی ہے...... کیا مطلب......؟ کہ جیسے چاند ابتداء میں باریک ہوتا ہے...... پھر بڑھتے بڑھتے چودہ ۱۴ کی تاریخ کو اپنے حسن وشباب اور جمال اور جوانی اور جوبن پہ کمال درجے سے آجاتا ہے...... پھر آہستہ آہستہ گھٹتے گھٹتے ختم ہوتے ہوئے...... آخر تک چلا جاتا ہے...... ایسے ہی عمر کبھی تیرا بچپن تھا...... کبھی تیرا شباب تھا...... کبھی تیرا جوبن تھا...... تو نے اسلام قبول کیا...... اسلام کی فتح ونصرت کا جھنڈا لہرایا...... لیکن آج تو بوڑھا ہو گیا ہے...... وہ جوانی اور شباب نہیں رہا...... اس کے بعد اللہ تعالی سے دعا کرتے تھے۔

آئندہ جمعہ پر انشاءاللہ شہادت فاروق اعظمؓ پر گفتگو ہوگی۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

فضائل ومناقب سیدنا فاروق اعظمؓ

خطبہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَآئِرِ الْاُمَمِ......بِرِسَالَۃِ مَنِ اخْتَصَّہٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاھِرِ الْحِکَمِ ......وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمْ...... مَا نَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِہٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ ...... اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمْ......بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ......"مُحَمَّد" الرَّسُوْلُ اللّٰہِ وَ الَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ ...... قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ......اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ اَوْبِعُمَرَ ابْنِ ھَشَّامٍ...... اَوْکَمَاقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ...... یَااَخِیْ لَا تَنْسَانَا وَ اَشْرِکْنَا فِیْ دُعَائِكَ اَوْکَمَاقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ...... (۱) لَوْکَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ" لَکَانَ عُمَرَ ......(۲) صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمَ ○ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمَ ○ وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ ○وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اشعار:

آقا عمرؓ رہبر عمرؓ مرشد عمرؓ مولیٰ عمرؓ
برتر عمرؓ بالا عمرؓ اعلیٰ عمرؓ اولیٰ عمرؓ

---

(۱) ترمذی ص۲۰۹ ج۲ عن ابن عباسؓ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

(۲) ترمذی ص۶۸۷ ج۲، مشکوٰۃ شریف ص۵۵۸ ج۲

ذات نبی پاک پر سو جان سے شیدا عمرؓ
ایمان میں ایقان میں احسان میں یکتا عمرؓ
روح صفا موج سخا، جان وفا وقف رضا
اک ہستی زیبا عمرؓ، ایک پیکر دانا عمرؓ
باد بہاری کی طرح گزراعراق وروم سے
ابر کرم بن کر اٹھا ایران پر برسا عمرؓ
ما بعد ختم المرسلین کوئی نبی آنا نہیں
یہ سلسلہ چلتا اگر تو اک نبی ہوتا عمرؓ
آقا میرے صدیقؓ بھی آقا میرے فاروق ؓ بھی
ایک طرف ہیں مولیٰ علی اک طرف ہیں مولیٰ عمرؓ

تمہید:

قابل صد تعظیم و تکریم...... واجب الاحترام بزرگو دوستو...... اور بھائیو......! گزشتہ جمعۃ المبارک کے خطبہ میں، میں نے امیر المومنین خلیفۃ المسلمین رسول اللہ کے دوسرے جانشین، مراد پیغمبرﷺ، داماد حیدرؓ، فاتح روم وایران، ناطق وحی، سیدنا فاروق اعظمؓ کی سیرت طیبہ کے کچھ پہلو اجاگر کئے تھے......جن میں بالخصوص ان کے قبول اسلام کے عنوان پر میں نے تفصیلی روشنی ڈالی تھی۔

آج کے خطبہ میں عدل فاروقی کی ایک مختصر جھلک پیش کرنے کے ساتھ ساتھ سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت باسعادت کے مقدس اور عظیم عنوان پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں......اورآخر میں بتاؤں گا......کہ سیدنا فاروق اعظم کی خاصیات کیا تھیں۔

قابل قدر دوستو......! آج ذوالحجہ کی 29 یا 30 تاریخ ہے......اورآج شام کو

سورج کے غروب ہونے کے ساتھ ساتھ...... اسلامی سال سن ہجری کے لحاظ سے چودہ سو چودہ کا سال بھی غروب ہو جائے گا...... کل محرم الحرام کی پہلی تاریخ ہوگی...... مسلمانوں کے سال کی بھی ابتداء ہوگی...... اور نیا مہینہ محرم الحرام جیسا باعزت باعظمت باوقار مہینہ شروع ہوگا...... اس کے ساتھ ہی محرم الحرام سے ہی فاروق اعظمؓ کی شہادت کی ایک یاد بھی تازہ ہوگی...... کہ محرم الحرام کی پہلی تاریخ کو سیدنا عمر ابن خطابؓ کی شہادت کا واقعہ رونما ہوا۔

سب کو اسلام کی ضرورت اسلام کو ابن خطاب ﷺ کی ضرورت:

میرے دوستو......! گزشتہ جمعہ کے خطبہ میں، میں نے یہ بات بتائی تھی...... کہ عمر ابن ﷺ خطاب وہ جلیل القدر صحابیِ رسول ہیں...... جن کو مراد رسول ﷺ ہونے کا اعزاز حاصل ہے...... کہ سارے صحابہ ﷺ آئے...... عمر کو مانگا گیا...... سب کو سلام کی ضرورت تھی...... اسلام کو عمر ابن خطاب ﷺ کی ضرورت تھی...... سب کے سب وہ ہیں...... جنہوں نے اسلام کو قبول کیا ہے...... اور اسلام وہ ہے...... کہ جس نے فاروق اعظم جیسے جرنیل کو قبول کیا ہے......(۱)

لفظ عمر کی لفظی تحقیق:

میرے دوستو......! فاروق اعظم اللہ کا انتخاب بھی ہے...... رسول اللہ کا انتخاب بھی ہے...... علماء نے لکھا ہے...... کہ عمر ﷺ میں تین حروف ہیں...... عین، میم اور راء۔

- عمر ﷺ کی عین علی ﷺ سے ہے۔

---

(۱) حضرت عمرؓ دعاء نبوی کا ثمرہ ہیں حضور ﷺ دعاء کیا کرتے تھے اللھم اعزالاسلام بابی جھل بن ھشام او بعمر بن الخطاب فاصبح عمرفغداعلی النبی ﷺ فاسلم ثم صلی فی المسجدالحرام ظاھرا!!
(مشکوۃ شریف ص۵۵۸ ج۲، مسنداحمد عن ابن عباس، ترمذی ص۶۸۷ ج۲،
تاریخ الخلفاء ص۱۰۹

- عمرؓ کی میم محمد سے ہے۔
- عمرؓ کی راء رب سے ہے۔
- عمرؓ علیؓ کا انتخاب ہے...... کہ علیؓ نے اپنی بیٹی عمر ابن خطاب کو دی تھی۔
- عمرؓ نبی کا انتخاب ہے...... کہ آمنہ کے دریتیم ﷺ نے کعبہ کی چوکھٹ کو پکڑ کر اسی فاروق اعظمؓ کو مانگا تھا۔
- عمرؓ رب جلیل کا انتخاب ہے...... کہ خدا نے ابوجہل اور عمران دو میں سے ایک عمر ابن خطابؓ کا انتخاب کر کے محمد ﷺ کے قدموں میں بھیج دیا تھا۔
- جو شخص عمرؓ کا منکر ہے...... وہ علیؓ کا دشمن ہے۔
- جو عمرؓ کا منکر ہے...... وہ محمدؓ کا دشمن ہے۔
- جو عمرؓ کا دشمن ہے...... وہ رب جلیل کا دشمن ہے۔

فاروق اعظمؓ عناصر اربعہ کا حکمران:

پھر سیدنا عمر میں اللہ کا انتخاب ہونے کے ناطے سے اللہ نے اپنی صفات کا عکس فاروقؓ پہ ڈالا ہے۔

- آسمان و زمین پر حکومت خدا کی ہے...... فاروقؓ نے بھی آسماں و زمین پر حکومت کی ہے۔
- اللہ عناصر اربعہ کے حکمران ہیں...... (آگ، پانی، ہوا اور مٹی) فاروق اعظمؓ نے بھی عناصر اربعہ پر حکومت کی ہے۔
- فاروقؓ کے درے کو زمین نے قبول کیا ہے۔
- فاروقؓ کی آواز کو ہوائیں لے کر چلی ہیں۔
- فاروق کے پیغام کو ہوا کئی ہزار دور لے کر گئی ہے۔

- فاروق اعظمؓ کے درے کی للکار کو اور اس درے کی ضرب کو زلزلے نے قبول کیا ہے۔
- فاروق اعظمؓ کے خط کو دریاؤں نے قبول کیا ہے۔

فاروق اعظمؓ وہ شخص ہے...... جس کو اللہ نے یہ طاقت و جرأت عطا کی تھی...... کہ آتی ہوئی آگ کی طرف اگر فاروقؓ نے اپنا کپڑا بھیجا ہے...... تو پندرہ سو سال گزر چکے ہیں...... پھر مدینہ کے پہاڑوں سے آگ کو نکلنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

فاروقؓ وہ جرنیل ہے...... کہ جس کو خدا نے یہ عظمت عطا کی ہے...... کہ قرآن مجید میں کل 22 یا 27 مقامات ایسے ہیں ...... کہ جو کچھ عمرؓ زمین پر بولتے تھے...... آسمان سے قرآن بن کر اترتا تھا...... فاروق اعظمؓ کی رائے کے مطابق اللہ کا کلام آتا تھا...... میرے دین پوری مرحومؒ ایک جملہ فرمایا کرتے تھے...... کہ عمرؓ بولے تو قرآن بن جائے...... عمرؓ تولے تو میزان بن جائے...... عمرؓ جو گفتگو کرتے تھے...... وہ اللہ کا قرآن بن جایا کرتا تھا۔

امت محمدیہ ﷺ میں سب سے بڑا محدث فاروق اعظمؓ:

مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث موجود ہے...... رسول اللہؐ نے فرمایا لوگو......! ہر امت میں ایک محدث ہوتا ہے...... اللہ جس سے ہم کلام ہوتے ہیں...... خدا جس سے باتیں کیا کرتے ہیں...... میری پوری امت میں سب سے بڑا وہ محدث جس سے اللہ ہمکلام ہوتے ہیں...... اللہ گفتگو کرتے ہیں...... اللہ اس کی زبان پہ بولتے ہیں...... جو وہ کہتا ہے اللہ کی طرف سے وہ پیغام ہوا کرتا ہے...... یا جو کچھ خدا کہنا چاہتے ہیں...... اس کی زبان پر خدا وہ کلمات جاری کرا دیتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا...... اگر میری امت میں یہ اعزاز کسی کو حاصل ہے...... تو وہ

عمر ابن خطاب ﷺ کو حاصل ہے۔(۱)

سیدنا فاروق اعظم ﷺ کی غزوہ احد میں للکار:

چنانچہ آپ اگر اس کی تفصیل میں جائیں......تو آپ کو وہ تاریخی واقعات ملیں گے......کہ جس وقت غزوہ احد پیش آیا......اس وقت بھی اگر کسی شخص کی زبان سے وہ کلمات جاری ہوئے......جو اللہ کی وحی کے مطابق تھے......تو وہ عمر ابن خطاب ﷺ تھے۔

فاروق اعظم ﷺ یہ وہی جرنیل تھا......جس کو اُحد کے میدان میں اللہ کے نبی ﷺ نے یہ جملے کہے تھے......جس وقت ابوسفیان نے کہا۔اَیْنَ مُحَمَّدُ ......اَیْنَ اَبُوْبَکْرٍ......اَیْنَ عُمَرُ......(۲)

محمد کہاں ﷺ ہے......ابوبکر ﷺ کہاں ہے......عمر ﷺ کہاں ہے......کوئی شخص جواب نہ دے رہا تھا......تو سیدنا فاروق اعظم ﷺ نے کہا......اے اللہ کے رسول ﷺ اجازت دیں......میں کھل کر جواب دینا چاہتا ہوں......محبوب ﷺ نے فرمایا خاموشی اختیار کر! عمر ابھی جواب دینے کی ضرورت نہیں......کچھ وقفہ گزرنے کے بعد شیطان نے ایک افواہ اڑائی......قَدْ قُتِلَ مُحَمَّد......لوگو! محمد ﷺ دنیا سے قتل ہو چکے ہیں......اس وقت ابوسفیان نے ایک ضرب لگائی......اَعْلُ هُبَلْ......کہا آج ہمارا ہبل بت زندہ ہو گیا ہے......کامیاب ہو گیا ہے وہ فتح پا چکا ہے......ہم جیت چکے ہیں۔

---

(۱) ولقد کان یکون فی الامم محدثون فان یك فی امتی احدفعمربن الخطاب(ترمذی ص۶۶۸ ج۲، مشکوۃ شریف ص۵۵۶ ج۲، صحیح البخاری، صحیح المسلم ص۲۷۶ ج۲،تاریخ الخلفاء ص۱۱۷عن ابن عمرؓ، فضائل الصحابۃ ص۳۶۱ ج۱، ابن سعدص۳۸۳ ج۷

(۲) کتب احادیث و سیر میں الفاظ مختلف منقول ھیں سیرت حلبیہ ص۲۰۰ ج٤مترجم، سیرت مصطفیٰ ص۲۲۱ ج۲،زرقانی ص۳۷ ج۲، فتح الباری ص۲۷۲ ج۷، تاریخ طبری ص۲٤ ج۳،ابن ھشام ص۸۹ ج۲، السیرت الصحیحۃ ص۳۹۲ ج۲، صحیح التوثیق فی سیرت وحیات الفاروق ص۱۸۹،

محمد ﷺ اور خدا والے لوگ ہار چکے ہیں......اللہ کے نبی ﷺ نے اب فرمایا......عمر! میں نے خدا سے تجھے اسلام کی عزت کے لئے مانگا تھا......اب تو خاموش نہ رہ اس سوال کا جواب دے......کافر کہتا تھا......اُعلُ ھُبَلْ

فاروق نے کہا...... اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔اَللّٰہُ اَجَلُّ ......اللہ سب سے بڑا ہے......اللہ سب سے بڑا ہے...... فاروق ؓ کی آمد پر اللہ اکبر کا نعرہ پیغمبر ﷺ کی زبان سے لگا تھا......اور جب ابوسفیان ؓ نے کہا بت زندہ باد ہے......اس وقت اللہ اکبر کی صدا فاروق اعظم ؓ نے بلند کی تھی۔

فاروق ؓ ہی وہ شخص ہے...... جس وقت اس نے یہ کہا...... لَنَا عُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ...... ہمارے پاس عزیٰ ہے تمہارے پاس یہ عزیٰ بت نہیں...... ہمارے مددگار تین سو ساٹھ بت ہیں......تمہارے پاس کوئی نہیں......اس وقت فاروق اعظم ؓ نے یہ جملے کہے تھے...... اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَا لَکُمْ...... ہمارا خدا مددگار ہے تمہارا خدا مددگار نہیں......(۱)اس وقت ابوسفیان نے کہا......کہ آج برابری ہو چکی ہے۔

- بدر میں تم نے ستر مارے تھے......احد میں ہم نے ستر مارے ہیں۔
- کل ہمارے مرے تھے......آج تمہارے مرے ہیں۔

فاروق اعظم ؓ نے جواب دے کر کہا تھا......ابوسفیان ؓ تو غلط کہتا ہے۔

- مرے ہمارے بھی ہیں......مرے تمہارے بھی ہیں۔
- ستر وہ بھی تھے......ستر یہ بھی ہیں......مگر یہ فرق ہے کہ تمہارے مرنے کے بعد جہنم کا ایندھن بنے تھے......ہمارے مرنے کے بعد جنت کے وارث بنے ہیں......تمہارے ذلت کی موت مرے تھے ہمارے جام شہادت نوش کر کے خدا کا قرب حاصل کر چکے ہیں

---

(۱) کنزالعمال ص۵۲ ج۱۲، ترمذی ص۲۱۷ ج۲، مشکوٰۃ ص۵۷۰ ج۲، فضائل الصحابہ ص۷۷۴ ج۲

اس قدر جراءت اور بہادری کے کلمات اللہ نے فاروق اعظم کی زبان سے کہلوائے ہیں۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کی غیرت اور پردے کا حکم:

قرآن مجید میں بائیس یا ستائیس مقامات ایسے ہیں...... کہ فاروقؓ کی زبان پر وحی اتری...... آج مسلمانوں کے پاس پردہ موجود ہے...... تو یہ پردہ فاروقؓ کی غیرت ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے...... حضورﷺ کی ایک بیوی تھی...... سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جیسے دیہاتوں میں ہوتا ہے...... کہ عورتیں باہر جنگل کی طرف قضائے حاجت کے لئے جاتی ہیں...... حضرت سیدہ زینب باہر نکلیں اور جارہی تھیں...... ایک منافق نے یوں دیکھا...... دیکھنے کے بعد اس منافق نے دوسرے منافق کو کہا...... وہ محمد کی بیوی جارہی ہے...... فاروق اعظمؓ نے یہ جملے سن لئے...... سیدنا عمرؓ کی غیرت سے یہ برداشت نہ ہوا...... جلدی سے جاکر آگے کھڑے ہوگئے...... کہا امی......! میں محمد رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں...... میرا نام عمر ہے...... امی! منافق نے یہ جملے کہے ہیں...... کہ وہ محمد ﷺ کی بیوی جارہی ہے...... اس نے اشارہ کیا ہے...... میری غیرت برداشت نہیں کرتی...... آپ اللہ کے لئے گھر لوٹ جائیں...... آپ اور نبی ﷺ کی گھر والیاں پردے کے ساتھ باہر نکلا کریں...... آپ کو اس انداز سے باہر آنے کی اجازت نہیں...... آپ تشریف لے جایئے! جیسے بی بی واپس آئیں...... عمرؓ کی غیرت کی وجہ سے آنکھوں میں آنسوں بھر آئے...... آسمان کی طرف عمرؓ نے نگاہ اٹھائی...... ابھی عمرؓ کی نگاہ زمین پر نہیں آئی تھی...... اللہ نے یہ قرآن بنا کر بھیجا......(۱)

---

(۱) مشکوٰۃ شریف ص۵۵۸ ج۲، مسند احمد عن ابن مسعودؓ، تفسیر الدر المنثور ص۲۱۳ ج۵، عمدۃ القاری ص۹۲ ج۸، صحیح البخاری ص۷۰۶ ج۲، مسند احمد ص۲۴ ج۱، صحیح المسلم ص۲۷۶ ج۲، کنز العمال ص۳ ج۱۲

کہ اے میرے محبوب پیغمبر ﷺ! قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ ..... اپنی عورتوں سے کہیے ..... اپنی بیٹیوں کو کہیے ..... مومنوں کی عورتوں کو کہہ دیجئے ..... کہ آج کے بعد یہ پردہ اوڑھ کر باہر نکلا کریں ..... بغیر پردہ کے کوئی عورت باہر نہ آئے۔

- اگر ملت اسلامیہ کو پردہ ملا ہے ..... مسلمان بیٹی کو پردہ ملا ہے۔
- مسلمان بیوی کو پردہ ملا ہے ..... مسلمان خاتون کو پردہ ملا ہے۔

مسلمان بہن اور ماں کو پردہ ملا ہے ..... تو یہ فاروق ؓ کی غیرت کی وجہ سے ملا ہے۔

مسلمانو ..... ! آج جس کے سینہ میں فاروق ؓ کی محبت نہیں ..... خدا نے ان کے سینہ سے غیرت بھی چھین لی ہے ..... ان بے غیرتوں کے پاس پردہ آپ کو نظر نہیں آئے گا ..... پردہ ملا ہے ..... تو فاروق ؓ کی غیرت کی وجہ سے ملا ہے۔

سیدنا فاروق اعظم ؓ کی رائے اذان کے لئے مشورہ:

ایک موقع پر حضور ﷺ نے صحابہ ؓ سے کہا ..... لوگوں کو نماز کے لئے بلانے کا کوئی طریقہ استعمال کیا جائے ..... کہ لوگ عبادت کے لئے آیا کریں ..... ایک صحابی ؓ نے کہا اے اللہ کے رسول آگ جلایا کریں ..... جب آگ روشن ہوگی تو لوگ سمجھیں گے اب عبادت کا وقت ہے ..... لوگ مسجد میں آیا کریں گے ..... حضور نے کہا یہ کوئی طریقہ نہیں ..... جب بھی کوئی گھر میں آگ جلائے گا ..... تو لوگ اس کو عبادت کا انداز سمجھیں گے ..... ؟ ایک صحابی نے کہا اے اللہ کے رسول ..... ! لکڑی پہ لکڑی ماری جائے ..... تو حضور ﷺ نے فرمایا ..... یہ تو کوئی طریقہ نہیں ہے ..... جب کوئی آدمی لکڑی پہ لکڑی مارے گا ..... یا کوئی شخص کسی چیز کو جھاڑنے لگے گا ..... تو لوگ کہیں گے شاید نماز کا وقت ہوگیا۔ مختلف تجویزین آئیں ..... سب صحابہ ؓ خاموش ہوگئے ..... فاروق ؓ رات کو سوئے

ہوئے تھے...... سیدنا عمر ﷛ کہتے ہیں...... کہ میں نے خواب دیکھا...... صبح اُٹھ کر حضور ﷺ کے دربار میں آئے...... کہا اللہ کے رسول ﷺ! رات میں نے خواب میں آسمانوں پہ ایک خوب صورت فرشتہ دیکھا ہے...... بڑا حسین اور نورانی شکل والا تھا...... اور وہ یہ جملے کہتا تھا۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہ اَکْبَرُ اَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

اَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدَ رَّسُوْلُ اللّٰہ

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

اللہ کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا بلال...... ! کہا جی محبوبِ ربّ ذوالجلال...... (۱) فرمایا جلدی کر عمر ﷛ سے یہ کلمات یاد کرلے...... ! یہ عمر ﷛ کی زبان کے کلمے اللہ کی طرف سے سعید ہیں...... جو آذان تمہیں عمر ﷛ سنا رہا ہے...... یہی آذان کعبہ میں ہوگی...... یہی اذان مسجد نبوی میں ہوگی...... یہی آذان مسلمانوں کی مسجد اور مرکز میں ہوگی...... آج سے جب تک اللہ اکبر کی صدا بلند ہوتی رہے گی...... عمر ﷛ کی یاد تازہ ہوتی رہے گی...... پھر مجھے ایک جملہ کہنے دو۔

جو عمر ﷛ کا دشمن ہے...... نہ اس کے پاس فاروق ﷛ والی غیرت نظر آئے گی۔

جو عمر ﷛ کا دشمن ہے...... نہ اس کے پاس فاروق ﷛ والی آذان ہوگی...... یہ آذان ملی ہے...... تو فاروق کی وجہ سے ملی ہے...... بہت سارے واقعات ہیں...... میں بطور نمونہ ایک دو واقعہ آپ کو بتا رہا ہوں۔

---

(۱) ترمذی ص۱۴۶ ج۱، صحیح البخاری ص۸۵ ج۱، باب کتاب الاذان الفاروق للعلامہ شبلی نعمانی ص۴۴ مکتبہ اسلامیہ لاہور

نماز تراویح کا اہتمام اور فاروق اعظم ﷛ کا کردار:

یہ تراویح جو آپ بیس رکعات مسجد میں باجماعت پڑھتے ہیں...... یہ بھی فاروق اعظم ﷛ کی کاوش کا نتیجہ ہے...... حضرت فاروق اعظم ﷛ نے دیکھا۔

پانچ صحابہ ﷛ وہاں ہیں...... چار یہاں ہیں...... دو ادھر ہیں۔ دو اُدھر ہیں

کوئی مسجدوں میں ہیں...... کوئی گھروں میں ہیں...... علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی نماز ہورہی ہے...... عمر ابن خطاب ﷛ نے سب لوگوں کو اکٹھا کیا...... ابی ابن کعب انصاری ﷛ جو پیغمبر ﷺ کی امت کا بہت بڑا حسین قاری تھا...... حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے...... میری پوری جماعت میں سب سے زیادہ حسین قرآن پڑھنے والا...... ابی ابن کعب انصاری ﷛ ہے......(۱) فاروق اعظم ﷛ نے اس ابی ابن کعب انصاری ﷛ کو مصلے پر کھڑا کیا...... تمام صحابہ ﷛ کو پیچھے کھڑا کیا...... بیس رکعات تراویح کے اہتمام کا حکم دیا...... ہر رکعت میں قرآن مجید کا کم از کم ایک رکوع پڑھنے کا حکم دیا...... اس انداز سے جب تراویح شروع ہوئی۔(۲)

سیدنا فاروق اعظم ﷛ کو حیدر کرار ﷛ کی دعائیں:

حضرت عمر ﷛ دنیا سے رخصت ہوگئے...... ایک دن حیدر کرار ﷛ مسجد نبوی میں آئے دیکھا...... کہ مسجدوں میں رونق ہے...... مساجد آباد ہیں...... روشنی ہورہی ہے...... چراغ جل رہے ہیں...... اور تراویح کا اہتمام ہے۔ ایک قاری مصلے پر کھڑا ہے۔

---

(۱) ترمذی ص۲۰۹ ج۲، مسند احمد عن انسؓ، مشکوۃ شریف ص۵٦٦ ج۲

(۲) جمع علی التراویح یہ حضرت عمرؓ کا کارنامہ ہے تفصیل کے لیے دیکھیں صحیح البخاری، محض الصواب ص۳٤۹، المصدر السابق نفسہ ص۲۰۱۲، الفتاوی ص۲۳ ج۳۱، عمر بن خطاب الاکتور علی محمد الصحابی ص۱۹۷۔۱۹۸ طبع بیروت

مساجد آباد ہیں......روشنی ہو رہی ہے چراغ جل رہے ہیں......اور تراویح کا اہتمام ہے......ایک قاری مصلے پر کھڑا ہے پیچھے نمازیوں کی صفیں باندھی ہوئی ہیں ......بیس رکعات کا اہتمام ہو رہا ہے......اس وقت حیدر کرارؓ کی زبان سے یہ جملے نکلے ...... نَوَّرَ اللّٰهُ قَبرَ عُمَرَ ...... كَمَا يُنَوِّرُ كُم مَسَاجِدَ الله ......اللہ عمرؓ کی قبر کو ایسے نور سے بھر دے......ایسا منور کر دے......ایسا روشن کر دے......جیسے عمرؓ نے تیرے گھروں کو روشن اور منور کر رکھا ہے......عمرؓ نے مسجدوں کو آباد کیا ہے اللہ تو بھی اس کی قبر کو آباد کر!

ہمارے ملک کے بدنصیب لوگ:

ہمارے ملک میں بدنصیب ٹولے ہیں......کسی کو عمرؓ کی آذان اچھی نہیں لگتی کوئی آگے بڑھا دیتا ہے......کوئی پیچھے بڑھا دیتا ہے......کوئی درمیان میں بڑھا دیتا ہے ......اور کسی بدبخت کو عمرؓ کی نماز اچھی نہیں لگتی......کہ یہ بیس رکعتیں اس نے شروع کی تھیں......ہم کیوں پڑھیں......اللہ تیرا شکر ہے......کہ ہم دیوبندی تیرے نبی ﷺ کے تمام یاروں کو ماننے والے ہیں...... فاروق ؓ کی غیرت کی وجہ سے امت مسلمہ کو اہم ترین عبادات ملی ہیں۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کی خواہش اور نوافل طواف کا حکم:

تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں ہے......کہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے......

عمر ابن خطاب ؓ جب مقام ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے...... یہ وہ پتھر تھا...... کہ جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر کعبہ کی بنیاد رکھی تھی......سیدنا فاروق اعظمؓ نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ اس جگہ پہ نوافل نہ پڑھ لیں......؟ یہ بڑی بابرکت جگہ ہے......میرا دل چاہتا ہے......کہ یہاں پر کھڑے ہو کر عبادت کرنی چاہئے......سیدنا فاروق اعظم ؓ نے یہ دل کی تمنا اور حسرت ظاہر کی...... اللہ کی طرف سے قرآن بن کر آیا......

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ......عمر! تیری رائے اللہ کو پسند آ چکی ہے...... جتنا دنیا کے لوگ حج کرنے کے لئے جائیں...... عبادت کرنے کے لئے جائیں...... ذکر کرنے کے لئے جائیں...... جب کعبۃ اللہ کا طواف کر چکیں...... طواف کرنے کے بعد مقام ابراہیم پر آ کر دو رکعت نماز نفل پڑھا کریں...... جب تک یہ نوافل نہیں پڑھو گے...... اس وقت تک تمہارا حج قبول نہیں ہوگا...... عمرہ قبول نہیں ہوگا...... طواف قبول نہیں ہوگا...... ظاہرا لوگ اس کو دو رکعت نوافل طواف کہتے ہیں...... حقیقتاً علماء نے لکھا ہے...... کہ یہ واجب الطواف ہیں...... جب تک یہ دو رکعت نہ پڑھی جائیں...... اس وقت تک طواف کی عبادت قبول ہی نہیں ہوتی۔(۱)

عمرؓ کی رائے پر یہ عبادت ملی ہے۔ عمرؓ کی منشاء سے کعبہ کا طواف ملا ہے۔

- عمرؓ کی منشاء پر تمہیں غیرت ملی ہے۔
- عمرؓ کی رضا پر اللہ نے قرآن کی آیتیں اتار دی ہیں۔
- عمرؓ کی مرضی کے مطابق اللہ نے امت مسلمہ کو اذان دی ہے۔
- عمرؓ کی تجویز اور رائے کے مطابق اللہ نے پردے کا حکم نافذ کیا ہے۔
- عمرؓ کی تجویز کے مطابق بدریین کی قید کا فیصلہ اللہ نے کیا ہے۔
- عمرؓ زمین پہ بولتے تھے آسمان پر قرآن بن جایا کرتا تھا۔
- عمر بہت عظیم انسان تھا...... تفصیل کا وقت نہیں...... آگے چلتا ہوں۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کے کارنامے:

دور فاروقی کی ایک جھلک کہ عمرؓ کا دور حکومت کیسا تھا......؟

---

(۱) صحیح البخاری ص ۶۱۱ ج ۲، تفسیر ابن کثیر، روح المعانی ص ۲۸۰ ج ۱، کنز العمال ص ۴ ج ۱۲، تاریخ الخلفاء ص ۱۲۲

حضرت عمرؓ نے دس سال حکومت کی اور دس سال کے عرصہ میں بائیس (22) لاکھ مربع میل پر حکومت کی۔

- فاروق اعظمؓ کے دور میں روم وایران کی سلطنتوں میں تہلکہ مچ گیا تھا۔
- فاروق اعظمؓ نے ان تمام علاقوں کو فتح کیا تھا۔
- فاروق اعظمؓ کے دور میں اسلامی سلطنت کی وسعت کے ساتھ ساتھ دو ہزار فاروق اعظمؓ نے قرآن مجید کے قلمی نسخے لکھوا کر پوری دنیا میں تقسیم کیے تھے۔
- چار ہزار عمر ابن خطابؓ نے مساجد تعمیر کرائی تھیں۔
- نو سو جامع مساجد تعمیر کرائیں۔ جن میں جمعہ کا اہتمام ہوتا تھا۔
- ہر مسجد کے اندر امام کا تقرر...... موذن کا تقرر
- خطیب کا تقرر...... ان کی تنخواہوں کا تقرر

پھر صرف یہاں تک بس نہیں...... حتیٰ کہ ہر جگہ پر قرآن مجید کی تعلیم کا انتظام کیا۔ 36 ہزار بچوں نے عمر ابن خطابؓ کے دور میں الحمد سے والناس تک پورا قرآن مجید زبانی یاد کیا تھا...... ایک جلیل القدر صحابی رسول سیدنا ابو درداءؓ حدیث رسول کا درس دیا کرتے تھے...... فاروق اعظمؓ کے دور میں سیدنا ابو درداءؓ کے درس حدیث میں 17 ہزار مسلمان شریک ہوتے تھے...... یہ سارے کا سارا فاروق اعظمؓ کا صدقہ جاریہ تھا......(۱)

سیدنا فاروق اعظمؓ کے ایجاد کردہ محکمات:

پھر اس وقت جتنے آپ کو محکمیں نظر آتے ہیں...... یہ تمام کے تمام محکمیں فاروق اعظمؓ کی ایجاد ہیں...... محکمہ ڈاک عمرؓ نے قائم کیا تھا......

---

(۱) یہ سب واقعات آپ تاریخ طبری، بلدان، ابن کثیر، تاریخ ملت میں دیکھ سکتے ہیں

کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پر خط پہنچایا جائے......اور اس محکمہ میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اپنا کردار یہ ہوتا تھا...... جب باہر کے فوجیوں کے خطوط آتے......سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خود لے کر جاتے...... دروازہ کھٹکھٹاتے ان کو وہ خط دیتے......اور اگر کسی کے گھر کا کوئی خط آتا......تو وہ بھی خود پہنچاتے......اور عورت سے کہتے...... کہ تیرا شوہر تو جہاد پر گیا ہوا ہے...... اگر تو اپنے خاوند کو جواب لکھ سکتی ہے...... یا کسی عزیز سے لکھوا سکتی ہے تو بہتر...... ورنہ عمر نوکر ہے وقت متعین کر لو عمر اسی وقت آئے گا...... تمہیں خط بھی لکھ دے گا ......اور تمہارا پیغام اور ڈاک بھی پہنچوا دے گا۔

محکمہ انہار بھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قائم کیا تھا...... کہ پانی کی ترتیب ہونی چاہئے ہر زمین دار کو اس کا حق ملنا چاہئے...... ہر زمین والے کو پانی کا حصہ ملنا چاہئے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں خوف الٰہی:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور حکومت عدل وانصاف سے بھرا ہوا زمانہ تھا...... کہا گیا حضرت مسجد پکی نہ بنائیں......؟ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں نہیں بنی...... تو میں بھی نہیں بناتا...... اور فاروق رضی اللہ عنہ نے دوسرا جملہ کہا...... لوگو! اگر خدانخواستہ دریائے فرات کے کنارے پر کوئی کتا بھوکا اور پیاسا بلبلاتا ہوا مر گیا......تو قیامت کے دن عمر رضی اللہ عنہ خدا کی دربار میں جواب دہ ہوگا...... عمر رضی اللہ عنہ ایسا کیوں ہوا ہے......؟ عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کتے کے پیاسے ہونے کو برداشت نہیں کرتا...... یہاں باپ کی درباروں پر کروڑوں روپے خرچ کر دیئے جاتے ہیں......اور مسلمانوں کی غربت کی طرف دیکھا بھی نہیں جاتا۔

دور فاروقی رضی اللہ عنہ میں شیر اور بکریوں کی چراگاہ:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور اقتدار میں وہ انصاف قائم کیا تھا...... کہ ایک گھاٹ پر شیر اور بکریاں پانی پیا کرتیں...... جس دن فاروق اعظم کی شہادت ہوئی ہے......ایک بچہ آ کر اپنی امی کو کہتا ہے...... جو روزانہ بکریاں چرانے جاتا تھا...... جنگل میں

بکریاں چرتی تھیں...... شیر بھی ہوتے تھے۔ بھیڑیے بھی ہوتے تھے...... اور جانور بھی ہوتے تھے...... اکٹھے چرا کرتے تھے...... بچہ کہتا ہے امی......! آج فلاں شیر بکری کو کھا گیا ہے...... ماں کی چیخ نکل گئی...... ماں رونے لگ گئی...... باپ نے اظہار افسوس کیا...... کہا ہائے آج امیر المومنین دنیا سے رخصت ہو گیا ہے...... بچہ نے کہا...... ابو میں آپ کو بتا رہا ہوں...... کہ بکری مر گئی ہے...... آپ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی بات کرتے ہیں...... فرمایا بیٹے جب تک عمر رضی اللہ عنہ تھا...... کسی شیر اور بھیڑیے کو جرأت نہیں تھی...... کہ بکری کو کھا لے معلوم ہوتا ہے...... کہ آج عمر رضی اللہ عنہ دنیا سے رخصت ہو گیا ہے...... اس لئے تو شیر نے بکری کو کھایا ہے۔

دورِ فاروقی میں ازواج النبی کا نافذ کردہ سالانہ وظیفہ:

جس کے درے میں اتنی طاقت تھی کہ زمین ہلنا رک گئی تھی...... آپ کا دور اقتدار انصاف سے بھرا ہوا نظر آتا ہے...... سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خاندان نبوت سے جو عقیدت و محبت تھی...... آپ اس کا تصور ہی نہیں کر سکتے...... ازواج نبی کو پیغمبر ﷺ کی تمام بیویوں کو بارہ بارہ ہزار سالانہ وظیفہ دیا کرتے تھے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بیٹے کا اعتراض اور آنکھوں میں جلال:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ ابن علی رضی اللہ عنہ کو بدری صحابہ کے برابر وظیفہ دیا...... عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سیدنا فاروق اعظم کے بیٹے تھے...... کہا ابا جان کیا بات ہے...... کہ میں نے حضور ﷺ کے زمانے میں جنگیں لڑی ہیں...... حسین رضی اللہ عنہ نے جنگیں نہیں لڑیں...... آپ اس کو وظیفہ زیادہ دے رہے ہیں...... مجھے کم دیا ہے کیا وجہ ہے...... فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں جلال ٹپک آیا...... کہا اے عبداللہ......! حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ نہ کرنا تو نہیں جانتا۔

- وہ رسول اللہ کا نواسہ ہے۔
- تو پیغمبر کا نواسہ نہیں۔
- فرمایا اس کے نانا جیسا
- تیرا نانا نہیں۔

- اس کی نانی جیسی — تیری نانی نہیں۔
- اس کے خالو جیسے — تیرے خالو نہیں۔
- اس کے ماموں جیسے — تیرے ماموں نہیں۔
- اس کے خاندان جیسا — تیرا خاندان نہیں۔
- اس کی اماں جیسی — تیری اماں نہیں۔
- اس کے باپ جیسا نبی کی قرابت اور رشتہ داری کے لحاظ سے تیرا باپ نہیں۔
- اس کے گھرانے جیسا — تیرا گھرانہ نہیں۔
- اس حسین رضی اللہ عنہ جیسا — تو نہیں۔

تو اس حسین رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کرتا ہے۔

- اس کا نانا مصطفیٰ ﷺ ہے۔ — تیرا نانا مصطفیٰ نہیں۔
- اس کی نانی خدیجۃ الکبریٰ ؓ ہے — تیری نانی خدیجۃ الکبریٰ نہیں۔

اس کا ابا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کا چچا زاد برادر ہے...... تیرا ابا میں نبی ﷺ کا چچا زاد بھائی نہیں ہوں۔

اس کی اماں فاطمۃ الزہرا ؓ پیغمبر کی بیٹی ہے...... تیری ماں نبی ﷺ کی بیٹی نہیں ہے۔

- وہ نبی ﷺ کا نواسہ ہے۔ — تو نبی ﷺ کا نواسہ نہیں۔
- وہ نبی ﷺ کے کندھوں کا سوار ہے۔ — تو دوشِ نبوت کا سوار نہیں۔

وہ سید ہے...... تو عمر کا بیٹا غلام زادہ ہو کر سردار زادہ سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے......؟ جو شخص حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کا اتنا احترام کرتا ہو...... میں تم سے پوچھتا ہوں...... وہ حسین رضی اللہ عنہ کی ماں کی توہین کر سکتا ہے......؟ (نہیں)

فاروق رضی اللہ عنہ کو اللہ نے یہ جرأت عطاء کی تھی...... کہ سب سے بڑھ کر خاندان نبوت کا احترام کیا کرتے تھے۔

سیدنا فاروق اعظم ﷛ مدینہ کی عدالت میں:

حضرت عباس ﷛ جو حضور ﷺ کے سگے چچا تھے...... مسجد نبوی کے قریب ان کا مکان تھا...... جو حاجی اس سال حج کر کے آئے ہیں وہ جانتے ہیں...... کہ مسجد نبوی کے سامنے ایک دروازہ ہے جس کا نام باب السلام ہے...... اس دروازے سے اندر آؤ...... آتے ہوئے دوستون چھوڑ کر تیسرے اور چوتھے ستون کے درمیان کی جو جگہ ہے...... وہاں پر ایک مکان تھا...... یہ مکان حضرت عباس ﷛ کا تھا...... فاروق اعظم ﷛ کا دور خلافت تھا...... حضرت عباس ﷛ گھر میں موجود نہیں تھے...... اچانک موسم تبدیل ہوا...... بارش ہوگئی...... بارش کا پانی پرنالہ سے زمین پر گرا...... مسجد نبوی ﷺ کے اندر آ کر نماز پڑھنے کا یہی راستہ تھا...... صحابہ ﷡ گزر کر آئے فاروق اعظم ﷛ بھی موجود تھے...... صحابہ کے کپڑے پرنالے کے پانی کی وجہ سے خراب ہوگئے...... حضرت عمر ﷛ کو شکایت کی گئی...... کہ اس پرنالے کا پانی کپڑوں پر پڑتا ہے...... آپ ﷛ نے فرمایا بتاؤ یہ مکان کس کا ہے......؟ صحابہ ﷡ نے کہا...... کہ یہ مکان حضور ﷺ کے چچا عباس ﷛ کا ہے...... پوچھا عباس ﷛ کہاں ہیں......؟ جواب دیا وہ سفر پر گئے ہوئے ہیں...... تو حضرت فاروق نے کہا میں امیر المومنین ہونے کے ناطے حکم دیتا ہوں...... کہ اس پرنالے کو یہاں سے اتار کر دوسری جگہ نصب کر دو...... عموم بلوی کی خاطر ضرورت تھی...... رفاہ عامہ کی خاطر یہ کام کیا...... پرنالہ اتار کر دوسری طرف نصب کر دیا...... شام کو یا دوسرے دن حضرت عباس ﷛ واپس تشریف لے آئے...... آپ نے دیکھ کر کہا میرے مکان کا پرنالہ کس نے تبدیل کر کے لگایا ہے...... لوگوں نے کہا عمر ﷛ نے لگایا ہے...... عدل دیکھئے...... حضرت عباس ﷛ نے کہا عمر ﷛ کون ہوتا ہے...... میرے گھر میں مداخلت کرنے والا...... مکان تو میرا ہے فاروق ﷛ کا تو نہیں ہے...... میں اس گھر کا مالک ہوں عمر ﷛ نہیں ہے...... مدینہ میں اس وقت

چیف جسٹس اور قاضی اور جج سیدنا ابی ابن کعب انصاری رضی اللہ عنہ ہوا کرتے تھے...... عباس نے ابی ابن کعب انصاری رضی اللہ عنہ کی عدالت میں جا کر کہا...... اے مدینہ کے جج......! عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے میرے مکان میں مداخلت کی ہے...... مجھے اس کا بدلہ دلوایا جائے...... عمر رضی اللہ عنہ کون ہوتا ہے...... میرے مکان میں مداخلت کر کے پرنالے کی جگہ تبدیل کرنے والا......؟ ابی ابن کعب انصاری نے دو فوجی بھیجے...... اور کہا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو کہو ابی ابن کعب انصاری رضی اللہ عنہ کی عدالت میں حاضر ہوں...... اور ابھی حاضر ہوں...... عمر رضی اللہ عنہ اسی وقت حاضر ہوئے...... مدینہ کا قاضی عدالت کی کرسی پر بیٹھا ہے...... عمر رضی اللہ عنہ آئے تو استقبال کے لئے اٹھا نہیں...... آج تو کوئی عام سا آدمی آجائے...... بڑے سے بڑے صاحب اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں...... AC صاحب نے اس کو بھیجا ہے...... AC صاحب کوئی خدا ہے......؟ اوئے جس عمر کے استقبال پر اللہ کا نبی ﷺ کھڑا ہوا تھا...... مگر جب وہ عمر عدالت میں گیا ہے...... تو قاضی کھڑا نہیں ہوا...... تا کہ عدالت کے قانون پر حرف نہ آئے...... دنیا یہ مت کہے کہ بادشاہ تھا...... مجرم بن کر آرہا تھا...... جج کھڑا ہو گیا ہے...... کہ شاید یوں احترام بادشاہوں کا کیا جاتا ہے...... اسلامی حکومت نے بتایا۔

حاکم ہو...... یا محکوم ہو۔

بادشاہ ہو...... یا رعایا ہو۔

جب ملزم کی حیثیت سے سامنے آئے...... پھر ملزم کی نگاہ سے اس کو دیکھو بادشاہ کی نگاہ سے اس کو مت دیکھو...... مدینے کا جج نہیں اٹھا۔ اپنی کرسی پر بیٹھا رہا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب سامنے آئے سلام کیا...... تو جج نے کہا عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔

فاروق اعظم ﷛ مدینہ کی عدالت میں:

مُدعی اور مُدعی علیہ دونوں عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہیں ...... کہا عباس دعویٰ پیش کرو ...... کہا یہ میرا مکان ہے ...... عمر ﷛ نے اس مکان کا پرنالہ اکھڑوا کر دوسری طرف لگوایا ہے ...... میری اجازت کے بغیر ایسا کیوں کیا ہے ......؟ قاضی نے کہا عمر ......! جواب دعویٰ پیش کرو ...... فاروق اعظم ﷛ نے کہا عموم بلوی کے لئے رفاہ عامہ کے لئے یہ کام میں نے کیا ہے ...... بارش ہو رہی تھی ...... پانی زمین پر پڑتا تھا ...... تو سب کے کپڑے خراب ہو رہے تھے ...... تو میں نے کہا پرنالہ دوسری طرف لگا دیا جائے ...... تو لوگوں کے کپڑے تو خراب نہیں ہوں گے ...... یہ میں نے کوئی برا کام نہیں کیا۔ بات معقول تھی ...... لیکن حضرت عباس ﷛ کا جو اگلا جواب تھا ...... وہ بڑا عجیب تھا ...... کہا قاضی مدینہ ......! یہ پرنالہ میں نے نہیں نصب کیا تھا ...... جس وقت میں مکان بنا رہا تھا ...... عمارت چھت پر پہنچی ...... تو آمنہ کا دریتیم نبی کریم، رؤف الرحیم ...... سیدنا محمد رسول اللہ تشریف لائے ......

آقا ﷺ نے کہا چچا عباس ......! مکان بنایا ہے ...... پرنالہ کس طرف رکھو گے ......؟

میں نے کہا محبوب ﷺ یہاں پر رکھنا ہے ...... فرمایا میری رائے یہ ہے ...... کہ اس جگہ پر پرنالہ نصب کرو ...... اس وقت یہ راستہ نہیں تھا ...... وہ جگہ راہ گذر نہیں تھی۔

حضور ﷺ نے فرمایا چچا پرنالہ اس جگہ پر لگانا ...... میں نے کہا ٹھیک ہے ...... حضور ﷺ نے فرمایا میں چاہتا ہوں ...... پرنالہ ابھی اپنے ہاتھ سے لگ جائے میں اس کو لگانا چاہتا ہوں۔

عباس ﷛ کہتے ہیں ...... کہ میں نے کہا ...... اللہ کے نبی ﷺ میں بیٹھتا ہوں پھر آپ میرے کندھوں پر چڑھ کر اس پرنالے کو نصب کیجئے ......! حضور ﷺ تیار ہو گئے۔

نبوت کا بوجھ:

عباس ؓ کہتے ہیں کہ میں بیٹھ گیا...... اللہ کے نبی ﷺ نے میرے کندھے پر جوں ہی پاؤں رکھا...... نبوت کا بوجھ اتنا تھا...... عباس ؓ برداشت نہ کر سکے...... دونوں ہاتھ زمین پہ ٹک گئے...... حضور ﷺ پیچھے ہٹ گئے...... حضور ﷺ نے فرمایا عباس......! ہر آدمی کے بس کی بات نہیں...... کہ محمد ﷺ کی نبوت کا بوجھ برداشت کرے۔

حسین ؓ نبوت کے کندھے پر......!

عباس ؓ نبوت کے کندھے پر......!

حسن نبوت کے کندھوں پر......!

علی ؓ نبوت کے کندھے پر......!

پوری امت کا بوجھ نبی ﷺ کے کندھے پر...... اور نبی کا بوجھ صدیق کے کندھے پر...... یہ بوجھ صدیق ؓ نے برداشت کیا ہے...... ہر ایک نے نہیں کیا...... فرمایا چچا میرے کندھے پر چڑھ کر نصب تو کر......!

عباس ؓ کہتے ہیں...... کہ حضور ﷺ نے مجھے اپنے کندھوں پر بٹھایا...... میں اوپر چڑھ کر کھڑا ہو گیا...... اور میں نے وہ پرنالہ نصب کیا...... اور جب میں پرنالہ لگا چکا تھا...... تو حضور ﷺ نے فرمایا عباس دیکھ......! یہ پرنالہ میں نے اپنے حکم سے لگوایا ہے...... اس پرنالے کو یہاں پر رہنے دینا...... سیدنا عباس ؓ نے عدالت میں کہا...... جو پرنالہ نبی لگوائے...... تو عمر کون ہوتا ہے...... اسے اکھڑوانے والا......؟

سیدنا فاروق اعظم ؓ کے خلاف دو گواہ:

عدالت کا انصاف دیکھیں...... قاضی کہتا ہے...... عباس اس واقعہ کا گواہ کون ہے......؟ دو آدمی اسی وقت مدینہ سے سیدنا عباس ؓ لے آئے ...... گواہوں کو کہا گیا

سامنے آیئے......! چنانچہ گواہ سامنے آگئے...... ہاں بھائی تم بتاؤ......؟ انہوں نے کہا...... کہ ہم اس کیس کے گواہ ہیں...... کہ ہماری آنکھوں کے سامنے رسول اللہ ﷺ نے یہ پرنالہ لگوایا تھا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اپنے لئے تجویز کردہ سزا:

مدینہ کے قاضی نے کہا...... عمر اب تم اپنی سزا خود تجویز کرو......! اس پرنالہ اکھاڑنے کی تو نے جرأت کیسے کی ہے...... فاروق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ فاروق رضی اللہ عنہ کا سر نیچے ہو گیا...... اور کہا قاضی مدینہ......! میں اپنی سزا آپ تجویز کرتا ہوں...... عباس رضی اللہ عنہ کو اگر میری سزا منظور ہو تو بہتر......! ورنہ جو سزا آپ تجویز کریں میں قبول کرتا ہوں...... کہا بتاؤ کیا سزا ہے......؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ پرنالہ میں خود اکھاڑتا ہوں...... اسی جگہ پر جا کر لگاتا ہوں...... پورے مدینہ میں اعلان کرتا ہوں...... مدینہ کے لوگوں کو جمع کرتا ہوں...... پھر میں خود گارا بناتا ہوں...... عباس کو اپنے کندھے پر کھڑا کرتا ہوں...... اپنے ہاتھوں سے پرنالہ نصب کرتا ہوں...... اور دنیا کو بتاتا ہوں...... کہ جو پرنالہ پیغمبر ﷺ نے لگایا تھا...... عمر کو اس پرنالہ کو اکھاڑنے کی جرأت نہیں تھی...... یہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے...... میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں...... اب تو عباس رضی اللہ عنہ مجھ سے راضی ہے...... حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا بالکل ٹھیک ہے...... یہ فیصلہ منظور ہے...... قاضی نے کہا...... ابھی عدالت کے وقت میں یہ کام ہونا چاہئے...... اور مجھے اس کی اطلاع ملنی چاہئے

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مدینہ میں منادی:

عدالت لگی ہوئی ہے...... عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ عدالت سے باہر نکلتے ہیں...... پورے مدینہ میں منادی کرتے ہیں...... یَا اَھْلَ الْمَدِیْنَۃ تَعَالَوْا اِلَی الْمَسْجِدِ النَّبَوِیْ تَعَالَوْا اِلیٰ بَیْتِ الْعَبَّاسِ

مدینہ والو......! عباسؓ کے مکان کے قریب آجاؤ.....عباسؓ کے گھر کے پاس جمع ہو جاؤ...... سارے کے سارے اہل مدینہ اکٹھے ہوتے ہیں .....عباسؓ گارا بناتے ہیں..... پرنالہ اکھاڑ کے لے آتے ہیں..... حضرت عمرؓ آکر نیچے کھڑے ہوتے ہیں...... حضرت عباسؓ کو اپنے کندھے پر بٹھاتے ہیں .....عمرؓ نیچے کھڑا ہے.....عباسؓ کندھے پر ہے..... پرنالہ نصب کیا جارہا ہے تاریخ میں آتا ہے......دنیا دیکھ رہی تھی......کہ حضرت عباسؓ عمرؓ کے کندھے پر کھڑے ہیں ..... پرنالہ نصب کررہے ہیں.....سخت گرمی اور دوپہر کی دھوپ ہے..... فاروقؓ کے چہرے پر پسینہ ہے.....آنکھوں سے آنسوں بہہ رہے ہیں.....عباسؓ پرنالہ لگا رہا ہے.....گارا گرتا ہے.....سیدنا عمرؓ کے چہرے پر گارا ہے.....عمرؓ کی داڑھی پر مٹی اور گارا ہے...... عمرؓ کے کپڑے خراب ہو رہے ہیں۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کی حالت ترسی اور لوگوں کو جواب:

ساری دنیا دیکھ کر کہتی ہے.....عباس......! عباس......! عباس......! نبیﷺ کا چچا اپنی جگہ پر ہو...... یہ امیر المومنینؓ ہیں..... بائیس لاکھ مربع میل پر حکمران ہے.....ملت اسلامیہ کا فرمانروا ہے..... دنیا کیا کہے گی..... کہ بادشاہ پہ اتنا ظلم ہوا ہے..... کہ اس سے بدلہ لیا گیا ہے.....ہمیں حکم دیں..... کہ ہم پرنالہ نصب کرتے ہیں..... فاروقؓ نے کہا لوگور کو......! میں اللہ کی زمین پر انصاف کو قائم کرنے کے لئے آیا ہوں۔

اللہ کی دھرتی پر عدل کو قائم کرنے کے لئے آیا ہوں..... نبیﷺ کے مدینے کو انصاف سے بھرنے کے لئے آیا ہوں.....میں ناانصافی نہیں کرتا..... پرنالہ نصب کیا گیا.....دنیا دیکھ رہی تھی..... کہ وہ شخص جس کی زبان پر قرآن اترتا تھا.....جس کی زبان وحی کے لئے استعمال ہوتی تھی..... جو شخص بائیس لاکھ مربع میل پر حکومت کرنے والا ہے......

ایک ہزار چھتیس شہر جس آدمی نے فتح کیے تھے...... آج وہ نیچے کھڑا ہے...... گارا اس کے چہرے پر ہے...... پانی اس کے منہ پر پڑ رہا ہے۔

سیدنا فاروق اعظم ﷛ کا انصاف:

جب پرنالہ لگ گیا...... عباس ﷛ نیچے اترے نیچے اترنے کے بعد حضرت عمر ﷛ کو سینے سے لگایا...... پیشانی کو بوسہ دے کر کہا عمر......! میں تجھ سے بدلہ نہیں لینا چاہتا تھا...... میں تیرا انصاف دیکھنا چاہتا تھا...... آج کے بعد فیصلہ یہ ہے...... کہ یہ مکان میرا نہیں اس مکان کو میں وقف کرتا ہوں...... اسے مسجد نبوی میں شامل کر دیا جائے۔

سیدنا فاروق اعظم ﷛ سے ساری عبادت کے بدلے ایک جملہ:

حضرت عمر ﷛ نے دس سال حکومت کی ہے...... عمر ﷛ کا دور حکومت عدل و انصاف سے بھرا ہوا نظر آتا ہے...... حدیث میں آتا ہے...... حضرت عمر ﷛ کہا کرتے تھے...... کہ کوئی شخص اپنی ساری عبادت مجھے دے...... اور ایک جملہ جو مجھے رسول اللہ نے کہا تھا...... اگر مجھ سے لینا چاہے تو میں نہیں دوں گا...... پوچھا گیا کہ وہ کون سا جملہ ہے......؟ فرمایا جب میں عمرے پر جا رہا تھا...... حضور ﷺ نے مجھے روانہ کیا اور روانہ کرتے ہوئے ...... حضور ﷺ میرے ساتھ مدینہ سے باہر آئے...... اور جب مجھے سواری پر بٹھا کر حضور ﷺ نے مجھے الوداع کیا...... اور حضور ﷺ نے اس وقت میری سواری کو پکڑ کر مجھے ایک جملہ فرمایا...... یاعمر یااخی ...... اے عمر......! اے میرے بھائی......! کیا وہ عظیم انسان ہے...... کہ جس کو نبی کہتا ہے...... تو میرا بھائی ہے اگلا جملہ سنئے...... لَا تَنْسَانَا وَ اَشْرِكْنَا فِیْ دُعَائِكَ۔

عمر......! ہمیں بھول نہ جانا اپنی دعاؤں میں ہمیں بھی شریک کر لینا جب تو مکہ میں جائے...... جب تو کعبے کا طواف کرے۔

جب تو ملتزم کو چمٹ کر دعائیں مانگے...... جب تو حجر اسود کے بوسے لے۔

اس وقت اپنے لئے اکیلی دُعا نہ کرنا...... مجھ محمد کو بھی دعا میں یاد رکھنا......! نبی ﷺ کہتے ہیں...... تو میرے لئے دعا کر......! وہ کتنا عظیم انسان ہوگا...... جسے سید الانبیاء دعا کیلئے کہہ رہے ہیں۔

سیدنا فاروق اعظم ؓ کا اپنے آپ کو خطاب کرنا:

آخری سال حضرت عمر ؓ حج پر آئے ذوالحجہ کا مہینہ تھا...... رات کا وقت تھا...... کھلے آسمان کے نیچے سوئے ہوئے تھے...... چاند اوپر آسمان پر چمک رہا تھا...... عمر ؓ نے چاند کی طرف یوں دیکھ کر اپنے آپ کو کہا عمر......! تیری عمر اس چاند جیسی ہے...... کیا مطلب......! جیسے چاند بڑھتے بڑھتے شباب پر چودہ کو آتا ہے...... پھر گھٹتے گھٹتے ختم ہوتا ہے...... عمر! کبھی وہ تیرا زمانہ تھا...... کہ تو بچہ تھا...... جوان ہوا اونٹ چراتا تھا...... پھر تو نے پیغمبر ﷺ کا کلمہ پڑھا...... پھر محمد ﷺ کی صحابیت ؓ کا شرف تجھے حاصل ہوا...... پھر تو نبی ﷺ کی مراد بنا...... پھر ایک وقت آیا...... کہ اللہ نے تجھ سے انقلاب برپا کرایا...... بائیس لاکھ مربع میل پر اسلامی سلطنت قائم کی...... پھر آہستہ آہستہ کمزور ہوتے ہوتے اب تو بوڑھا اور ضعیف ہو چکا ہے تیری موت کا وقت قریب آچکا ہے...... چاند کی طرح تو نے عمر گزاری ہے

سیدنا عمر ؓ کی کعبہ کی چوکھٹ پر دعا:

پھر اس کے بعد اٹھے...... اور کعبۃ اللہ میں جا کر کعبہ کی چوکھٹ کو پکڑا اور دعا مانگی...... اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ ......(۱) اللہ مجھے موت شہادت کی دے...... اور اپنے محبوب محمد ﷺ کے شہر مدینہ میں دے......! یہ محال تھا...... کہ شہادت کی موت آئے...... اور مدینہ میں آئے۔

---

(۱) یہ دعاء الفاظ مختلفہ کے ساتھ موجود ہے دیکھیے صحیح البخاری ص۲۵۲ ج۱ الطبقات لابن سعد ص۳۳۱ ج۳، تاریخ المدینہ ص۸۷۲ ج۳

یہ کیسے ہوسکتا ہے...... خود تو بادشاہ ہے...... اور یہ دعا مانگی۔

سیدنا فاروق اعظم ﷛ کا خواب اور تعبیر:

اور خواب دیکھا فرماتے ہیں...... کہ ایک مرغ نے مجھے تین یا چھ چونچیں ماریں خون نکلا...... میں سمجھ گیا...... کہ میری شہادت کا وقت قریب آ گیا ہے۔

سیدنا فاروق اعظم ﷛ کو شہادت کا یقین:

حضرت عمر فاروق ﷛ فرماتے ہیں...... مجھے اپنی شہادت کا یقین اس وقت سے ہو گیا تھا...... جب رسول اللہ ؐ نے یہ جملے فرمائے تھے...... احد پہاڑ ہلنے لگا تھا...... اللہ کے نبی ﷺ نے پہاڑ کو پاؤں مار کر فرمایا تھا...... اُسْكُتْ اِنَّ عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَ صِدِّيقٌ وَّ شَهِيْدَانِ (۱) رک جا......! کہ تجھ پہ ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہوئے ہیں ...... فرمایا کہ مجھے یقین تھا...... کہ نبی محمد ﷺ ہیں ...... صدیق ابوبکر ہیں...... شہید میں ہوں...... اور عثمان ﷛ ہے...... اور مجھے یقین تھا...... کہ اللہ کے نبی ﷺ کی زبان سے میں شہید کہہ دیا گیا ہوں...... یقیناً میں شہید ہو جاؤں گا...... آخری دور سیدنا فاروق اعظم ﷛ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے آ کر جیسے معمولات تھے ان معمولات میں وقت گزارنا شروع کیا

سیدنا فاروق اعظم ﷛ کو مغیرہ ابن شعبہ کی شکایت:

ایک شخص جس کا نام ابولولو فیروز مجوسی تھا...... یہ سیدنا عمر ﷛ کی فتوحات کو دیکھ کر پریشان ہوتا تھا...... اس شخص نے آ کر اپنے حاکم سیدنا مغیرہ ابن شعبہ ﷛ کی شکایت پیش کی ...... کہ میرا مالک مجھ سے ٹیکس زیادہ لیتا ہے...... میرا کام تھوڑا ہے۔

---

(۱) صحیح البخاری ص۵۱۹ ج۱، تاریخ الخلفاء ص هو اسکن فانما علیك نبی وصدیق وشهیدان ص ۳۰، فضائل صحابه للامام احمد بن حنبلؒ ص۱۱۱-۱۱٦ ج۱

آپ ﷺ نے فرمایا...... تو کیا کام کرتا ہے......؟ اس نے کہا میں زرگری کا کام کرتا ہوں...... میں چکیاں بھی بناتا ہوں...... اس نے پانچ سات قسم کے اپنے معمولات بیان کئے...... حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا...... کہ تیری آمدنی زیادہ ہے...... تیرا مالک تجھ سے ٹیکس کم لیتا ہے...... میں اس کو کیسے روکوں......؟ یہ تو انصاف کے خلاف ہے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو قتل کی دھمکی:

ہاں تو ہمارے لئے ایک چکی بنا کر لے آ...... جو پیسے تجھے لوگ دیتے ہیں...... اس سے زیادہ پیسے میں عمر تمہیں دوں گا...... اس کے جواب میں ابولوءلو فیروز مجوسی نے کہا عمر......! تیرے لئے عنقریب وہ چکی بنانے والا ہوں...... جس کی شہرت مشرق سے مغرب تک شمال سے جنوب تک ہوگی...... یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا...... یہ مجھے قتل کی دھمکی دے کر جارہا ہے...... صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا حضرت اسے گرفتار کر کے لے آئیں...... فرمایا کوئی ضرورت نہیں...... مت گرفتار کرو...... اس کو اپنے حال پر رہنے دو...... درحقیقت یہ ایران کی ایک سازش اور بدمعاشی تھی۔

- جس ایران نے نبی ﷺ کا خط پھاڑا تھا۔
- جس ایران کو پیغمبر ﷺ نے بددعا دی تھی۔
- جس ایران کو فاروق رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا۔

جس ایران کی شہزادی کا نکاح فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا...... ایران اس عداوت کا بدلہ چکانے کے لئے عمر رضی اللہ عنہ کے قتل کے لئے ابولوءلو فیروز مجوسی کو لے آیا تھا...... لیکن وہ بات پس پردہ رکھنا چاہتا تھا...... کہ راز فاش نہ ہو...... کہ کس آدمی نے فاروق رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے۔

سیدنا فاروق اعظم ﷛ پر خنجروں کی بارش:

میرے دوستو ......! سیدنا فاروق اعظم ﷛ فجر کی نماز کی امامت کرا رہے تھے...... وہ ابولوء لو فیروز مجوسی پہلی صف میں کھڑا تھا...... ذوالحجہ کی ستائیس یا اٹھائیس تاریخ تھی...... فجر کی نماز کا وقت تھا...... امیر المومنین خود نماز پڑھایا کرتے تھے...... سیدنا فاروق اعظم ﷛ مصلیٰ امامت پر کھڑے تھے...... نماز پڑھا رہے تھے...... وہ ابولوء لوء فیروز مجوسی آگے نکلا...... ایک خنجر زہر آلود اس نے لے رکھا تھا...... اس نے نماز کے دوران خنجر نکالا ...... فاروق اعظم ﷛ پر حملہ کیا...... اس دھاری دار خنجر سے چھ وار کئے ...... سیدنا فاروق اعظم ﷛ مصلی کے قریب زمین پر گر پڑے...... جان تڑپ رہی تھی ...... پورا مصلیٰ خون آلود ہوگیا...... جسم سارا خون سے لت پت ہوگیا۔

سیدنا فاروق اعظم ﷛ بے ہوشی کی حالت میں:

سیدنا فاروق اعظم ﷛ نے بے ہوشی کی حالت میں اشارہ کیا...... تو عبدالرحمٰن بن عوف ﷛ مصلے پر آئے...... امامت کرائی چھوٹی سورتیں پڑھ کر نماز کو مکمل کیا ..... ابولوء لو فیروز مجوسی خنجر مار کر باہر بھاگنے لگا...... جب نکلنے لگا صحابہ ﷡ کی صفیں گنجان تھیں...... صحابہ ﷡ مل کر کھڑے ہوئے تھے...... گنجان صفیں تھیں...... وہ شخص باہر نہ نکل سکا۔(۱)

سید فاروق اعظم ﷛ کے ہمراہ صحابہ ﷡ شہید اور زخمی:

اس نے نکلتے ہوئے صحابہ ﷡ کو وہ خنجر مارے...... سترہ صحابہ اس کے دھاری دار خنجر سے زخمی ہوئے ...... اور سات صحابہ ﷡ شہید ہوگئے...... وہ مجوسی پھر بھی باہر نہ نکل سکا...... چونکہ صفیں بہت لمبی تھیں۔

---

(۱) مستدرک حاکم ص۹۱ ج۱، سیرۃ الصحابہ ص۱۲۸ ج۱، الاستیعاب ص۱۷۱ ج۲، الریاض النضرۃ ص۱۱۸ ج۱ حیات وعلاقہ ص۳۲۲

فیروز مجوسی بھاگنے میں ناکام اور خودکشی:

صحابہ ﷺ مسجد میں نماز باجماعت کے اہتمام کے لئے آئے تھے...... وہ کمینہ وار کر کے جا رہا تھا...... علماء نے لکھا ہے...... کہ جونہی صحابہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے...... ایک صحابی ﷺ کے پاس چادر تھی...... اس نے زور سے اس کے اوپر ڈالی...... وہ ابولوء لوفیروز مجوسی اس کے نیچے آگیا...... وہ چادر اس کے اوپر آگئی...... صحابہ نے اس کو پکڑا...... وہی خنجر جو زہر آلود دھاری دار اس کے پاس تھا...... جس خنجر سے فاروق ﷺ اور صحابہ ﷺ پہ اس نے حملہ کیا تھا...... اس نے سوچا...... کہ اگر میں زندہ پکڑا گیا...... تو شاید مجھے وہ راز بتانا پڑ جائے گا...... کہ ایران نے مجھے قتل کے لئے بھیجا تھا...... یہ اس راز کو چھپانا مقصود تھا...... اس نے وہ خنجر اپنے پیٹ میں خود مارا...... عمر ﷺ کے دشمن نے اپنے آپ کو خود مارا...... اور وہیں پر اس نے خنجر مار کر کھینچا...... اور موقع پر ہی وہ مر گیا ہلاک ہو گیا۔

سیدنا فاروق اعظم ﷺ نے اپنا قاتل پوچھا:

سیدنا فاروق اعظم ﷺ کو مسجد سے اٹھا کر گھر لائے...... عمر ﷺ نے سب سے پہلا جملہ یہ کہا...... کہ میرا قاتل کون ہے......؟ (۱) سیدنا فاروق اعظم ﷺ کو بتایا گیا...... کہ آپ کا قاتل ایک غلام ابولوء لوفیروز مجوسی ایران کا رہنے والا ہے...... آپ نے فرمایا...... فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ...... رب کعبہ کی قسم عمر ﷺ کامیاب ہے...... سیدنا فاروق اعظم ﷺ نے کہا...... کہ اللہ تیرا شکر ہے...... عمر کے قتل میں کسی مسلمان کا ہاتھ نہیں...... عمر ﷺ کا قاتل کافر ہے...... اور پھر اس کے بعد سیدنا فاروق اعظم ﷺ کو شربت اور دوائی وغیرہ استعمال کرائی گئی...... اور وہ دوائی زخموں سے باہر نکل آئی یہ بڑی لمبی تفصیل ہے میں بات کو سمیٹتا ہوں۔

---

(۱) عمر بن الخطاب ص ٦٦٢

سیدنا فاروق اعظم ﷛ کی آخری وصیت اور کارنامے:

فاروق اعظم ﷛ نے اپنے بیٹے عبداللہ ابن عمر ﷛ کو بلوا کر کچھ نصیحتیں فرمائیں ...... چھ صحابہ کی مجلس شوریٰ قائم کی ...... آخر میں اپنے بیٹے عبداللہ ابن عمر ﷛ کو سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے پاس بھیجا فرمایا ...... (۱) بیٹے ...... ! جا کر میری امی سے کہو ...... ! امی تیرا بیٹا عمر کہتا ہے ...... کہ مجھے پیغمبر کے پہلو میں سونے کے لئے جگہ دیدو ...... ! اس لئے کہ حجرہ آپ کی ملکیت ہے ...... جب اماں عائشہ صدیقہؓ کو یہ اطلاع پہنچی ...... تو اماں کی آنکھوں میں آنسو تھے ...... کہا بیٹے ! یہ جگہ میں تجھے کیوں نہ دوں ...... ؟ مجھے وہ وقت یاد ہے ...... کہ جب منافق بدمعاش ایرانی نسل کے لوگوں نے مجھ پر الزام لگایا تھا ...... تو اس وقت میں پیغمبر ﷺ کے گھر سے اپنے ابو کے گھر میں آچکی تھی ...... محبوب ﷺ اپنی جگہ پریشان تھے ...... صحابہ ﷛ اپنی جگہ تڑپ رہے تھے ...... میں رو رو کر بے ہوش ہوگئی تھی ...... ایک وقت مجھ پر ایسا گزرا تھا ...... کہ مجھے دلاسہ دینے والا کوئی شخص نہیں تھا ...... عمر ﷛ اس وقت تو ہی تو میرا وکیل صفائی بن کر آیا تھا ...... جس نے یہ پیغمبر ﷺ کو کہا تھا ...... کہ اے اللہ کے نبی ﷺ ! جس نے اس عورت کو تیری بیوی بنا کر تیرے گھر میں بھیجا ہے ...... اس رب کو گھر سے نکالنے کا حق ہے ...... آپ کو اس عورت کو گھر سے نکالنے کا کوئی حق نہیں ...... حضور ﷺ خاموش ہوگئے تھے ...... حضور ﷺ فرماتے ہیں ...... کہ عمر ﷛ کے جملوں سے مجھے تسلی ہوگئی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب:

امی عائشہؓ نے کہا ...... عمر بیٹے ...... ! اس وقت تو نے مجھ پر احسان کیا ...... هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانِ ...... اس احسان کا بدلہ یہ دیتی ہوں ...... میں چاہتی تھی ...... کہ محمد ﷺ کے پہلو میں دفن ہو جاؤں ...... لیکن مجھے یہ پسند ہے ...... کہ میں کسی اور جگہ جنت البقیع کے

---

(۱) مستدرک حاکم ص ۹۱-۹۳ ج ۱، بخاری کتاب الجنائز، کتاب الاعتصام

قبرستان میں سو جاؤں گی...... عمرؓ تیرے لئے اسی جگہ کا انتخاب کرتی ہوں...... حضور کے پہلو میں سیدنا فاروق اعظمؓ کا انتخاب کیا گیا...... پھر حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کو کہا بیٹے عبداللہ......! جس وقت میں شہید ہو جاؤں...... مجھے کفن دے دیا جائے...... جنازہ پڑھنے کے بعد میری میت لا کر رسول اللہ کے روضہ کے سامنے رکھ دینا...... پھر ایک بار امی کے پاس جانا...... اور کہنا کہ امی......! تیرا بیٹا کفن پہن کر تیرے دروازے پر آ گیا ہے...... اجازت ہو تو اندر دفن ہو جائے......؟ عائشہ صدیقہؓ کی آنکھوں میں آنسو تھے......

اوئے مسلمانو......! جو قبر بھی جبراً اپنی نہیں لیتا...... وہ کسی کا مال کیسے کھا سکتا ہے...... اماں نے پھر اجازت دی...... تو سیدنا فاروق اعظمؓ کو دفنایا گیا۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت سے اسلام پر اثر:

ایک حدیث سنا کر بات کو ختم کرتا ہوں...... حضورﷺ نے فرمایا تھا...... لوگو! ماں باپ مرتے ہیں...... اولاد روتی ہے...... اولاد مرتی ہے...... تو ماں باپ روتے ہیں...... جب کوئی بھائی فوت ہو...... تو بہنیں روتی ہیں...... بہن دنیا سے رخصت ہو...... تو بھائی افسوس کرتے ہیں...... عمر! جس دن تو دنیا سے جائے گا...... تیری جدائی میں قیامت تک اللہ کا اسلام روتا رہے گا...... اَلْاِسْلَامُ یَبْکِیْ عَلٰی مَوْتِكَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ

صحابہؓ کہتے ہیں...... کہ جب عمرؓ زخمی ہوا...... عمرؓ نہیں زخمی ہوا...... پورا مدینہ زخمی ہو چکا تھا۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت سے یتیم بچوں کے تاثرات:

جس دن فاروقؓ کا جنازہ اٹھا...... تین سو یتیم بچے مدینہ سے باہر چیخیں مار کر آئے تھے...... اور کہتے تھے...... کہ ہمارے ابا فوت ہو گئے...... ہمارے ابا فوت ہو گئے...... لوگوں نے کہا...... تم تو کب سے یتیم ہو...... کہا کب سے نہیں...... اب سے یتیم ہوئے ہیں...... پہلے ابا فوت ہو گئے تھے۔

● عمر ﷛ ہمارے گھر کا پانی بھرتے تھے..... عمر ﷛ ہمارے گھر کا سامان لاتے تھے۔

● عمر ﷛ ہماری چیزیں پہنچاتے تھے..... آج عمر ﷛ نہیں رخصت ہوا، ہمارا باپ رخصت ہوگیا ہے۔

● آج عمر ﷛ نہیں گیا پورا مدینہ یتیم ہوگیا ہے..... آج عمر ﷛ نہیں گیا..... عمر ﷛ کی جدائی میں محمد ﷺ کا اسلام یتیم ہو چکا ہے۔

خصوصیات سیدنا عمر ﷛؟

میرے دوستو..... !اب شہادت کے بعد میں اپنی تقریر کا خلاصہ نکالنا چاہتا ہوں..... کہ عمر ﷛ تھا کون.....؟ اب تم توجہ کرو..... یہ ساری تقریر عمر ﷛ کے بارے میں میں نے آپ حضرات کے سامنے کی ہے..... اب یہ سمجھو کہ عمر ﷛ تھا کون تھا ان کی خصوصیات کیا ہیں

توجہ کریں..... امیں ایک بات کر کے اپنی تقریر کو ختم کرنا چاہتا ہوں..... کہ عمر ﷛ کے پاس سب کچھ ہونے کے باوجود پھر بھی اپنے اندر سادگی ہے..... توجہ کریں.....؟ کہ عمر ﷛ اپنے دور خلافت میں اگر ایک طرف ایران پر فوجیں بھیج رہے ہیں..... قیصر و کسریٰ کے سفیروں سے تبادلہ خیال کر رہے ہیں..... ایران و مصر کے فاتحین کے نام فرامین جاری کر رہے ہیں..... حضرت خالد بن ولید ﷛ اور امیر معاویہ ﷛ سے باز پرس کر رہے ہیں..... تو دوسری طرف بدن پر پیوند لگا کر کرتہ پہن رہے ہیں..... سر پر پھٹا ہوا عمامہ اور پاؤں میں بوسیدہ چپل ہے

● کون عمر ﷛ .....؟ وہ عمر ﷛ جو کسی وقت منبر پر چڑھ کر خدائی احکام سنا رہے ہیں تو کسی وقت مشکیزہ کندھوں پر رکھ کر محتاجوں بے کسوں اور بیواؤں کو پانی پلا رہے ہیں۔ (سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)

● کون عمر ﷛.....؟ وہ عمر جو دن کو خلافت کے امور سرانجام دیتے تھے۔ تورات

کو مدینہ کی گلیوں میں پہرہ دیتے نظر آتے تھے۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)

- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ وہ عمر رضی اللہ عنہ جو غنی اتنے ہیں کہ شاہوں کے تاج آپ کے قدموں پر نثار ہیں۔لیکن سادگی اس قدر ہے کہ بادشاہوں کے سفیر آپ کی سادگی کی وجہ سے پہچانتے بھی نہیں اور بھول جاتے تھے۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ وہ عمر رضی اللہ عنہ جو باطنی اقتدار کے مقابلہ میں ظاہری وجاہت کو نیچ سمجھتے تھے۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ وہ عمر رضی اللہ عنہ جو دینی معاملات میں جس قدر سخت تھے ذاتی معاملات میں اس سے بھی زیادہ نرم تھے۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ وہ عمر رضی اللہ عنہ جو امیر المومنین ہونے کے باوجود زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سامنے مدعا علیہ بن کر پیش ہوئے۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ وہ عمر رضی اللہ عنہ جو صدیق اکبر کے بعد خلافت پر متمکن ہوئے۔
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ وہ عمر رضی اللہ عنہ جنہوں نے انسداد رشوت کے لئے مزدوروں کی تنخواہیں زیادہ سے زیادہ مقرر فرمائیں۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ وہ عمر رضی اللہ عنہ جنہوں نے تراویح کو بہیت کذائیہ جاری فرما کر امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حفاظت قرآن کا موقع دیا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ وہ عمر جنہوں نے قرآن کی حفاظت کی غرض سے نماز تراویح کی جماعت باجماع صحابہ کرام فیصلہ فرما کر قیامت تک کے لئے امت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ وہ عمر رضی اللہ عنہ جنہوں نے شوکت اسلام اور رعب حکومت کے پیش نظر فوجی چھاؤنیاں مقرر فرمائیں۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ وہ عمر رضی اللہ عنہ جنہوں نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک مسافروں

کے آرام کے لئے چوکیاں اور سرائیں بنائیں۔ (الفاروق ص۲۱٤)

- کون عمر ﷺ......؟ وہ عمر ﷺ جنہوں نے تنگ حال عیسائیوں اور یہودیوں کے روزینے مقرر فرمائے۔ (سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)

- کون عمر ﷺ......؟ وہ عمر ﷺ جنہوں نے تحفظ مال کے لئے بیت المال کا خزانہ قائم کیا۔ (الفاروق ص۲۰۹)

- کون عمر ﷺ......؟ وہ عمر ﷺ جنہوں نے حسبنا کتاب اللہ کہہ کر مراد نبوت پوری فرمائی۔ (سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)

- کون عمر ﷺ......؟ وہ عمر ﷺ جنہوں نے جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق ان کے قتل کا مشورہ دیا۔ (طبری ص۱۳۵۵ تفسیر ابن کثیر)

- کون عمر ﷺ......؟ وہ عمر ﷺ جنہوں نے کفر کو چیلنج کر کے بیت اللہ کے اندر مشرکین کے روبرو نماز کی ادائیگی کی۔ (زرقانی ج۱ ص۱۷۱)

- کون عمر ﷺ......؟ وہ عمر ﷺ جس نے قضاۃ کا سلسلہ جاری فرما کر مسافروں کے لئے ایک آسانی پیدا کردی۔ (سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)

- کون عمر ﷺ......؟ وہ عمر ﷺ جس نے تجوید قرآن کے سلسلہ میں قوم عرب کو عربیت کی تائید فرمائی۔ (کنز العمال ج ۱ ص۲۲۸)

- کون عمر ﷺ......؟ وہ عمر ﷺ جس نے تعلیم قرآن پھیلانے کی غرض سے شام حمص فلسطین کے علاوہ باقی مقامات پر قرآنی مدارس قائم کئے۔ (۱)

- کون عمر ﷺ......؟ وہ عمر ﷺ جس نے احکام خداوندی کے تحفظ کے لئے سورۃ بقرہ سورۃ النساء سورۃ مائدہ، سورۃ حج اور سورۃ نور کا یاد کرنا ضروری قرار دیا۔

---

(۱) الفاروق ص۲٤۷۔۲٤۹، اغانی ص۱۵۸ ج ۱٦، کنز العمال ص۲۸۱ ج۱

- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ وہ عمر رضی اللہ عنہ جس نے ملکی سیاست کے پیش نظر فوج کا سٹاف افسر خزانہ مترجم طبیب و جراح پر مشتمل فرمایا!۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ وہ عمر رضی اللہ عنہ جس نے کعبۃ اللہ کے غلاف کو اعلیٰ قسم کے غلاف سے بدل دیا تھا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ وہ عمر رضی اللہ عنہ جس نے حرم کی عمارت کو وسیع کر کے اردگرد دیوار بنا کر عام آبادی سے ممتاز کر دیا......(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ وہ عمر رضی اللہ عنہ جس نے قحط سالی کے علاج میں ننانوے میل نہر پہاڑوں میں سے کھدوا کر دریائے نیل کو بحیرہ قلزم سے ملا دیا۔(۱)
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ وہ عمر رضی اللہ عنہ جس نے بڑے بڑے شہروں میں مسافر خانے تعمیر کروائے۔
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ وہ عمر رضی اللہ عنہ جس نے ابوموسیٰ نہر کھدوا کر پیاسوں کی پیاس بجھا دی تھی۔(۲)(الفاروق علامہ شبلی نعمانی)
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ وہ عمر رضی اللہ عنہ جس نے مکہ کے راستہ میں چوکیاں قائم کروائیں۔
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ وہ عمر رضی اللہ عنہ جس نے مکہ کے راستہ میں حوض تعمیر کروائے۔
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ وہ عمر رضی اللہ عنہ جس نے مکہ کے راستہ میں سرائیں تعمیر کروائیں۔
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ وہ عمر رضی اللہ عنہ جس نے اپنے گورنروں کو عدل و انصاف کی تلقین فرما کر رعایا پر احسان عظیم فرمایا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)

---

(۱) اس نہر کو نہر امیر المؤمنین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہ نہر تقریباً ۶۹ میل لمبی تھی تفصیل کیلئے دیکھیں (حسن المحاضرہ سیوطی ص۹۳۔۹۱، مقریزی ص۷۱ ج۱ و ۱۳۹۔۱۴۱ ج۲، بحوالہ الفاروق ص۲۱۲ مطبوعہ مکتبہ الاسلامیہ لاہور

(۲) نہر ابی موسیٰ ۹ میل لمبی تھی یہ نہر دجلہ سے کاٹ کر بصرہ میں لائی گئی جس کے ذریعے گھریلو پانی میں افراط ہوا (فتوح البلدان ص۳۵۶۔۳۵۷)

● کون عمر ﷺ......؟ وہ عمر ﷺ جس نے بیت المقدس کی فتح کے موقع پر باری، باری چلنا تو منظور فرمالیا مگر اونٹنی کو تکلیف نہ دی۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)

● کون عمر ﷺ......؟ وہ عمر ﷺ جس نے غنیمت کے مال سے کبھی اپنے حصہ سے زیادہ نہ لیا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)

● کون عمر ﷺ......؟ وہ عمر ﷺ جس نے محبوب ﷺ کے فیصلہ پر اپیل کرنے پر منافق کو قتل کر دیا تھا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)

● کون عمر ﷺ......؟ وہ عمر ﷺ جس نے علی ﷺ کے بیٹے کو اپنے بیٹے پر ترجیح دے کر بھائی چارے کا حق ادا کیا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)

● کون عمر ﷺ......؟ وہ عمر ﷺ جس نے خدا کے خوف کے پیش نظر بیت المال سے سامان کندھوں پر اٹھا کر یتیموں تک پہنچایا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)

● کون عمر ﷺ......؟ وہ عمر ﷺ جس نے واقعہ افک کے متعلق سیدہ عائشہؓ کے بارے میں رائے پیش کی تو قرآن نے سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ کہہ کر تائید کی۔

● کون عمر ﷺ......؟ وہ عمر ﷺ جس نے غزوہ تبوک کے موقع پر اپنے مال کا نصف حصہ پیش کر کے محبوب ﷺ کی خوشنودی حاصل کی(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)

● کون عمر ﷺ......؟ وہ عمر ﷺ جس نے اسلامی سلطنت کا پرچم لہرایا......

● کون عمر ﷺ......؟ وہ عمر ﷺ جن کے اسلامی دبدبہ کی وجہ سے قادسیہ، جلولہ، حلوان، تکریت خوزستان، ایران، اصفہان، طبرستان، آذربائیجان، شبستان، خراسان، مکران، آرمینیا، فارس، اردن، یرموک حمص، بیت المقدس، طرابلس اسکندریہ جیسی عظیم سلطنتیں فتح ہوئیں......(الفاروق ص ۷۰۔۱۰۳)

● کون عمر ﷺ......؟ وہ عمر ﷺ جن کے حوارییّن اور گوشہ نشینوں کی گواہی سے سیدنا حسین ابن علی ﷺ کا نکاح منعقد ہوا......(مرۃ العقول)

- کون عمرؓ......؟ وہ عمرؓ جن کے دور خلافت میں فقہ کو تکمیل و ترقی نصیب ہوئی......(۱)(تاریخ اسلام)
- کون عمرؓ......؟ وہ عمرؓ جن کے متعلق عیسائی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اگر دنیا میں دوسرا عمرؓ ہوتا تو کفر کا نام و نشان تک نہ ہوتا......(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- کون عمرؓ......؟ وہ عمرؓ جن کے دور میں ازواج رسول ﷺ اور عترت رسول ﷺ کو ماہانہ وظائف باقاعدہ ملتے رہے۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- کون عمرؓ......؟ وہ عمرؓ جن کے بہشتی محل کو شب معراج میں خود محبوبؐ نے مشاہدہ فرمایا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- کون عمرؓ......؟ وہ عمرؓ جن کے کیے ہوئے نکاح کو سیدنا علی ابن ابی طالبؓ اور سیدنا حسینؓ نے برقرار رکھا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- کون عمرؓ......؟ جن کے دروازے پر علیؓ اپنے بیٹے حسینؓ کو لے کر شادی کے لئے تشریف لائے۔(مرتالعقول)
- کون عمرؓ......؟ جن کے قدم کی حرکت سے مدینہ پاک زلزلے سے قیامت تک کے لئے محفوظ ہو گیا۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- کون عمرؓ......؟ جن کے رموز سلطنت سے تجربہ کاری کی برکت سے مردم شماری کی ترویج ہوئی......(۲)
- کون عمرؓ......؟ جن کے مشورہ سے دفتر مال قائم ہوا۔

---

(۱) حضرت عمرؓ نے فقہاء کی تنخواہیں بھی مقرر کیں اور مختلف مفتوحہ علاقوں میں فقہاء صحابہ کو بھیجا

(۲) حضرت عمرؓ کے پاس ایک نہایت ہی مضبوط صندوق تھا جس میں مردم شماری کے رجسٹر رکھے جاتے تھے(مقریزی ص ۲۹۰ ج۱)

- کون عمرؓ......؟ جن کے مشورہ سے پیائش کا طریقہ جاری ہوا۔
- کون عمرؓ......؟ جن کے دور میں تنخواہوں کی تعیناتی ہوئی۔
- کون عمرؓ ......جن کے حسن تدبر کی وجہ سے عدالتیں قائم ہوئیں۔
- کون عمرؓ......؟ جن کے دور میں قاضی مقرر ہوئے۔
- کون عمرؓ......؟ جن کے جواب میں خدا نے مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ کی ترجمانی کی۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- کون عمرؓ......؟ جن کے مقبوضات اسلام کا رقبہ 225103 مربع میل تک پہنچ گیا۔
- کون عمرؓ......؟ جن کے لفظ مولا کو محبوب ﷺ پر استعمال کرنے سے قرآن کی آیت اِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ نازل ہوئی۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- کون عمرؓ......؟ جن کے خط کی برکت سے دریا جاری اور مشرکانہ رسم کا خاتمہ ہوا۔(الفاروق)
- کون عمرؓ......؟ جن کے مذہب کو علی بن ابی طالبؓ نے دین اللہ سے تعبیر کیا۔(نہج البلاغہ ص۳۹)
- کون عمرؓ......؟ جن کے حق میں محبوب ﷺ نے لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ" لَکَانَ عُمَرَ فرمایا۔(مشکوٰۃ شریف)
- کون عمرؓ......؟ جن کے کعبۃ اللہ میں داخل ہونے کے بعد محبوب ﷺ کے تکبیر کہنے سے بت منہ کے بل گر گئے......(غزوات حیدری ص ٤٤)
- کون عمرؓ......؟ جن کے لشکر کو دیکھ کر سیدنا علی ابن ابی طالبؓ نے جند اللہ کا لقب عطاء فرمایا۔(نہج البلاغہ ص۳۱ ج۲)
- کون عمرؓ......؟ جن کے ایمان کی خوشی میں زمین نے اظہار مسرت کیا۔(غزوات

حیدری ص۴۲)

- کون عمر رضی اللہ عنہ...... جن کے ایمان سے تمام صحابہ کرام کے ایمان کو تقویت پہنچی۔(غزوات حیدری ص۴۳)۔
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ جن کے ایمان لانے سے پہلے جبرائیل امین نے ان کی تشریف آوری کا مژدہ پیغمبر اسلام ﷺ کو سنایا۔(تاریخ الخلفاء)
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ جن کی شکل وصورت کو دیکھ کر عیسائی عالم پہچان جاتے تھے۔
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ جن کی جلال بھری نگاہ کو دیکھ کر والیان تاج وتخت بھی مرعوب ہو جاتے تھے۔(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ جن کی فتح وکامرانی ولادت امام کا سبب بنی۔
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ جن کی بابرکت چادر سے پورا محلہ آگ کی زد سے بچ گیا۔
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ جن کی غیرت چاردانگ عالم میں مشہور ہوئی۔
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ جن کی دعا پر شراب کے حرام ہونے کا صریح حکم نازل ہوا (تفسیر جلالین)
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ جن کی غیرت کی وجہ سے بے پردہ عورتوں کو پردہ ملا۔(تفسیر ابن کثیر)
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ جن کی مبارک رائے کے مطابق وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى یہ آیت نازل ہوئی؟(خلاصۃ التفاسیر)
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ جن کی یا ساریۃ الجبل والی آواز نے نہاوند میں غافل فوج کو جگا دیا۔(احتجاج طبرسی)
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ جن کی عدالت، سیاست کو دیکھ کر سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے آپ کو مسلمانوں کا ملجاء وماوی قرار دیا۔(نہج البلاغہ ص۳۹ ج۲)
- کون عمر رضی اللہ عنہ......؟ جن کی تقریر دل پذیر اور جرأت نے سقیفہ بنی ساعدہ میں

مہاجرین وانصار کا اختلاف مٹادیا۔(تاریخ الملوک ولاامم)

- کون عمرؓ......؟ جن کی مساعی جمیلہ کی برکت سے صرف دور فاروقی میں چار ہزار مسجدیں تعمیر ہوئیں......(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- کون عمرؓ......؟ جن کی مجلس شوریٰ کے رکن اکابر صحابہ ہی ہوا کرتے تھے
- کون عمرؓ......؟ جن کی عدالت کا چرچہ پوری دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گیا
- کون عمر......؟ جن کی وجہ سے سیدنا حسین ابن علی سیدہ شہربانو سے نکاح کر کے بازیاب ہوئے......(اصول کافی)
- کون عمرؓ......؟ جن کی سیاسی قابلیت کے نتیجہ میں فوجی دفاتر قائم ہوئے؟
- کون عمرؓ......؟ جن کی ہمنوائی اور تصدیق محبوب ﷺ نے خاموشی اختیار فرما کر کی تو اہل بیت نے عملی طور پر فرمائی......(سیرت خلفائے راشدین للعلامہ دوست محمد قریشی)
- کون عمرؓ......؟ جن کی تشریف آوری پر محبوب ﷺ نے مرحبا کی صدا بلند فرمائی......(غزوات حیدری ۴۲)
- کون عمرؓ......؟ جن کی تشریف آوری کی خوشی میں دیوار حرم نے بوجہ افتخار اپنا سر تا بعرش کردگار پہنچایا۔(غزوات حیدری ص۴۳)
- کون عمرؓ......؟ جن کی رائے کی تائید عبداللہ ابن ابی منافق کے جنازہ پڑھنے کے سلسلے میں وحی الٰہی نے کی......(تاریخ الخلفاء)
- کون عمرؓ......؟ جن کو محبوب خدا نے دین کے غلبہ اور اسلام کی سطوت کے لئے دربار ربوبیت سے طلب کیا۔(حاشیہ ترجمہ مقبول ص۵۹۶ تفسیر صافی ۳۷۲)
- کون عمرؓ......؟ جن کو پروردگار عالم نے دینی ترقی کے لئے چن کر بھیجا(تاریخ الخلفاء)
- کون عمرؓ......؟ جن کو کعبۃ اللہ میں جاتے وقت تمام صحابہ کرام سے آگے جانے کا شرف حاصل ہوا......(غزوات حیدری)

- کون عمرؓ......؟ جن کو حضور نے زندگی میں بہشتی ہونے کی بشارت فرمائی۔
- کون عمرؓ ......؟ جن کو داماد علی ابن ابی طالب ہونے کا شرف حاصل ہوا۔(الفاروق)
- کون عمرؓ......؟ جن کو فاروق کا لقب محبوب کی دربار سے عطا ہوا۔(طبقات)
- کون عمرؓ......؟ وہ عمر جو جب تک زندہ رہا تو اسلام کی زینت بنا رہا اور دنیا سے گیا تو آج تک اسلام رو رہا ہے اور قیامت تک روتا رہے گا۔

اللہ حضرت عمر کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

شہادت فاروق اعظمؓ

خطبہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَآئِرِ الْاُمَمِ...... بِرِسَالَةِ مَنِ اخْتَصَّهٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاهِرِ الْحِکَمِ ......وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ...... مَا نَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِهٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ ...... اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ...... بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ......فَقَدْ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی قَلْبِ عُمَرَ وَلِسَانِهٖ ......(۱)وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَنَااَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ ثُمَّ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ ثُمَّ اَهْلُ الْبَقِیْعِ فَیُحْشَرُوْنَ مَعِیَ ثُمَّ اَنْتَظِرُ اَهْلَ مَکَّةَ حَتّٰی اُحْشَرَ بَیْنَ الْحَرَمَیْنِ ...... (۲)عَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَ اَبَابَکْرٍ وَّعُمَرَ حُجَّةً عَلٰی مَنْ بَعْدَهُمَا مِنَ الْوُلَاةِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ، فَسَبَقَا بَعِیْدًا وَّاِتْبَاعًا بَعْدَهُمَا تَعَبًا شَدِیْدًا ......(۳)صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ...... وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ...... وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ...... وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

تمہید:

قابل اعزاز وتکریم......!واجب الاحترام بزرگو......!دوستواور بھائیو......!

---

(۱) فضائل الصحابۃ للامام احمد بن حنبلؒ ص ۱۵۰ ج ۱، ترمذی ص ۲۰۹ ج ۲

(۲) ترمذی ص ۲۱۰ ج ۲ (۳) کنز العمال ص ۱۳۰ ج ۱۳

گزشتہ جمعہ آپ کے سامنے ماہ محرم ماہ محترم کے عنوان سے گفتگو کی تھی ...... سیدنا فاروق اعظمؓ کی سیرت کے چند پہلو ذکر کیے گئے تھے ...... آج میں آپ حضرات کے سامنے مراد پیغمبر ﷺ سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت پر گفتگو کروں گا ...... حضرت عمر دربار خداوندی میں یوں دست بدعاء ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ شَهَادَةً فِیْ سَبِیْلِكَ ...... میں تجھ سے تیرے راستے کی شہادت کی موت مانگتا ہوں ...... اور پھر دوسری دعاء کی ...... اللہ شہادت بھی ہو اور ہو بھی تیرے محبوب ﷺ کے شہر مدینے کی ...... (۱) کہاں کی موت بھائی ......؟ (مدینے کی موت) حضرت عثمانؓ کو موت کہاں آئی تھی ...... (مدینے میں) اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے ...... کہ لوگو! جس کے پاس پیسہ اور طاقت ہے ...... مدینے آئے مدینے کی موت قبول کرے ...... جو مدینے میں مرے میرا ہمسایہ ہو گیا ...... اور مجھ محمد ﷺ کا حق ہے ...... کہ میں اپنے ہمسائے کا ہاتھ پکڑ کر قیامت کے دن اس کو جنت میں ساتھ لے جاؤں گا ...... (۲) اللہ تعالیٰ مجھے مدینے کی موت عطاء کرے ...... (آمین) صحابہؓ کہتے ہیں ...... کہ ظاہراً یہ دعاء بڑی عجیب تھی امیر المومنین بھی ہیں ...... حکمران بھی ہیں ...... سربراہ بھی ہیں ...... دارالخلافہ بھی موجود ہے۔

مدینہ طیبہ میں شہادت کیسے ہو سکتی ہے ......؟ یہ دعا کر کے حضرت فاروقؓ واپس آگئے ...... واپس تشریف لائے ...... تو عدل وانصاف کا دور دورہ تھا ...... ایران فتح ہو چکا تھا ...... اس دور میں حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ کے پاس ایک شخص ابولؤلؤ فیروز مجوسی آیا ...... ابولؤلؤ اس کی کنیت تھی ...... اور فیروز اس کا نام ہے ...... مجوسی اس کا مذہب ہے ...... ایرانی اس کا خاندان یا گھر ہے ...... ایران کی سرزمین پر وہ رہتا تھا ...... ابولؤلؤ اس کی

---

(۱) صحیح بخاری ص ۲۵۳ ج ۱ (۲) من استطاع منکم ان یموت فی المدینة فلیمت فیها ومن مات فی المدینة کنت له شفیعا شهیدا یوم القیمة (صحیح مسلم ص ٤٤٤ ج ۱)

کنیت تھی ......فیروز اسکا نام تھا......مجوسی مذہب رکھتا تھا...... یہ شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا......اس نے آکر اپنے مالک سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ ایک جلیل القدر صحابی رسول تھے...... ان کی شکایت پیش کی......کہا امیر المومنین میرا مالک مجھ سے پیسے زیادہ لیتا ہے......ٹیکس زیادہ وصول کرتا ہے...... جب کہ میرا کام اتنا نہیں......حضرت عمرؓ نے فرمایا تیرا کیا کام ہے ......اس نے کہا میں آہن گری یعنی لوہے کا کام بھی کرتا ہوں ......میں پتھروں کا کام بھی کرتا ہوں......چکیں بھی بناتا ہوں......اور مجھے صراف یعنی سنارے کا کام بھی آتا ہے۔(۱)

ابولؤلؤ فیروز مجوسی کا چکی کی پیشکش کرنا:

حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا...... تجھے کام بہت سارے آتے ہیں......تو اپنی محنت اچھی خاصی کما لیتا ہے...... تیرا مالک تجھ سے...... تھوڑا ٹیکس لیتا ہے......میں اس کو کیسے روک سکتا ہوں......؟ جتنا تیرے پاس فن......اور تیری آمدنی ہے......اس حساب سے ٹیکس تیرا......تھوڑا ہے......میں اس کا حق غصب نہیں کرنا چاہتا......ہاں اتنا کرتا ہوں......کہ اگر تو ہمیں دارالخلافہ کے لئے......ایک اچھی سی چکی بنا کر لادے......تاکہ مسلمانوں کے کام آسکے......تو میں اس کا صلہ......اس کا معاوضہ......تجھے تیرے مالک......سے بھی زیادہ دوں گا......اس کے دل میں......کڑھن پیدا ہوئی...... یہ......وہی ایرانی بدمعاش تھا......کہ جس ایران ......کی...... سرزمین کے ......سربراہ نے...... رحمۃ اللعالمین...... کا خط پھاڑ دیا تھا......جس ایران نے......زکوۃ کا انکار کیا تھا......جس ایران میں......عبداللہ بن سبا یہودی تھا......جس نے پوری ملت اسلامیہ کو...... دو حصوں میں تقسیم کرکے اسلام کے خلاف تحریک چلائی تھی۔

---

(۱) الفاروق ص ۱۵۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور

سیدنا فاروق اعظمؓ کو مجوسی کا جواب:

ابو لولو فیروز مجوسی بھی وہاں کا بدمعاش تھا..... اس شخص نے حضرت عمرؓ کو کہا عمرؓ تجھے بھی چکی کی ضرورت ہے..... ؟ تیرے لئے ایسی چکی بناؤں گا..... کہ تاریخ یاد رکھے گی..... دنیا یاد رکھے گی۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کی بصیرت:

حضرت عمرؓ نے فرمایا..... یہ شخص مجھے قتل کی دھمکی دے رہا ہے..... صحابہؓ نے کہا..... امیر المومنین گرفتار نہ کرلیں ..... آپ کو قتل کی دھمکی دے کر کہاں جائے گا..... ؟ پکڑ لیتے ہیں..... حضرت فاروق اعظمؓ نے بڑا عجیب جملہ ارشاد فرمایا..... بھائی جب تک مجرم جرم نہ کرے اس وقت تک اس کو سزا نہیں دی جاسکتی۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کا خواب:

حضرت فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں ..... اس کے بعد جمعۃ المبارک کا دن تھا..... رات کو ایک خواب دیکھا فاوق اعظمؓ کہتے ہیں..... میں نے خواب میں حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زیارت کی ..... اور میں نے ان دونوں ساتھیوں سے ملاقات میں یہ عجیب جملہ کہا..... کہ محبوب ﷺ میری اب عمر نبوی گزر چکی ہے..... کون سی عمر گزر چکی ہے..... عمر نبوی ..... نبی کی عمر کیا تھی تریسٹھ سال ..... (اور صحابہ میں چوتھا آدمی جس کی عمر تریسٹھ سال ہے سیدنا علیؓ ہیں) میری یہ عمر نبوی مکمل ہو چکی ہے..... اب اللہ مجھے اپنے پاس بلالے..... محبوب ﷺ اب آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں ..... خلافت دور تک پھیل چکی ہے..... میرے اعضاء کمزور ہو چکے ہیں..... اب عمرؓ میں وہ شباب اور جوبن نہیں رہا..... جس سے لوگوں پہ کنٹرول کرلیا کرتا تھا..... اور پھر فرمایا میں نے خواب میں

دیکھا...... ایک مرغ آیا ہے...... اس نے مجھے تین ٹھونگیں ماری ہیں...... جس سے خون بہا ہے...... فرمایا مجھے یقین ہوگیا...... میری شہادت کا وقت قریب ہے...... فرمایا مجھے اپنی شہادت پر اعتماد اس وقت ہوگیا...... جس وقت میں احد پہاڑ پہ حضور ﷺ کے پاس کھڑا تھا...... اور پہاڑ حرکت میں آیا ہلا...... اللہ کے پیغمبر ﷺ نے اس پہاڑ پہ اپنا زور سے پاؤں مار کر فرمایا...... اِثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَیْكَ نَبِیٌّ وَّصِدِّیْقٌ وَّشَهِیْدَانِ ...... ٹھہر جا تجھ پہ ایک نبی ﷺ ہے ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں......(۱) صدیق ابوبکرؓ تھے...... نبی محمد رسول اللہ ﷺ تھے...... شہید عمرؓ اور عثمانؓ تھے...... تو فرمایا اس وقت سے یقین تھا...... کہ میں شہید ہو جاؤں گا۔

دور عمر میں صفوں کی ترتیب:

اس کے بعد حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ ذوالحجہ کی چھبیس ۲۶ یا ستائیس ۲۷ تاریخ تھی...... فجر کی نماز کا وقت تھا...... نماز پڑھنے کے لئے مسجد نبوی میں تشریف لائے...... مصلی امامت پر کھڑے ہوئے...... صفیں درست کروائیں...... سیدنا فاروق اعظم کی یہ عادت تھی...... کہ تمام صفوں کو خود ترتیب دیا کرتے تھے...... اور حکم دیتے تھے...... کہ جڑ جڑ کر کھڑے ہوں...... کھلے پاؤں نہیں ایک پاؤں ادھر ہو...... دوسرا ادھر ہو جڑ کر اکٹھے کھڑے ہوں...... تا کہ کوئی آدمی باہر نہ ہو...... صفوں میں خلاء نہ ہو...... اگر صفوں میں خلاء ہوگا...... حضور ﷺ کا ارشاد ہے...... شیطان درمیان میں گھس آتا ہے...... جو تمہاری نمازیں برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری ص۵۱۹ ج۱، تاریخ الخلفاء ص۳۰، ترمذی ص۲۱۰ ج۲
کنز العمال ص۱۷ ج۱۳، فضائل الصحابۃ للامام احمد بن حنبل ص۱۱۴-۱۱۶ ج۱

حضرت فاروق اعظمؓ نے صفیں درست کروائیں ......اور حضرت عمر کی یہ بھی عادت تھی...... کہ فجر کی نماز میں لمبی تلاوت فرماتے تھے......اندھیرے میں نماز شروع کرتے......اور روشنی کے وقت تک نماز لے جاتے تھے......نماز پڑھنا شروع کی......پہلی رکعت میں امیر المؤمنین کھڑے ہوئے تھے......ابولؤلؤ فیروز مجوسی منہ اٹھائے ہوئے وقت کی نزاکت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے......پہلی صف میں زہرآلود، ڈبل دھاری دار خنجر لے کر کھڑا ہوا تھا......اس ظالم نے آگے بڑھ کر خنجر نکالا......سب صحابہؓ نماز کی حالت میں تھے......اس شخص نے زور سے حضرت فاروق اعظمؓ پہ حملہ کیا......تین وار کئے......وہ جو خواب میں دیکھا تھا......مرغ نے تین ٹھنگے مارے ہیں......تین وار کئے ہیں......جس سے اندر کی آنتیں کٹ گئیں......اور سیدنا فاروق اعظمؓ مصلی سے دھڑام سے نیچے زمین پر جا گرے...... مصلی خالی ہو گیا......جگہ ساری خون سے بھر گئی۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف جلدی سے آگے بڑھے......بالکل پیچھے کھڑے تھے......آگے بڑھ کر انہوں نے امامت کرائی......دو رکعت میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر نماز مکمل کی......تاکہ مسلمانوں کی نماز میں حرج نہ آئے۔(۱)

امیر المومنین زخمی حالت میں اور صحابہؓ کی نماز:

نوجوانو......! میں تم سے کہتا ہوں......اتنا تو سوچو کہ بائیس لاکھ مربع میل کا فاتح ہے......پیغمبر ﷺ کی مراد ہے زمین پہ تڑپ رہا ہے......مگر مسلمانوں میں نماز کا اہتمام اتنا ہے......کہ امیر المومنین کی لاش نہیں اٹھاتے......نماز پوری کرتے ہیں......ہم سوچیں کتنی نماز مکمل کرتے ہیں......ہماری نمازوں کا کیا حال ہے......قیامت کے دن خدا کو کیا

---

(۱) مستدرک حاکم ص۹۱ ج۱، سیر الصحابہ ص۱۲۸ ج۱، الاستیعاب ص۴۷۱ ج۴، الریاض النضرۃ ص۴۱۸ ج۱، حیات و خلافہ ص۳۲۳، الفاروق ص۱۵۴

جواب دیں گے ......؟ نماز مکمل ہوئی ......ابولؤلؤ فیروز مجوسی قتل کر کے جلدی سے پیچھے بھاگا...... جب دوڑا تو صفیں گنجان تھیں...... گھنی تھیں......ملی ہوئی تھیں وہ باہر نہ نکل سکا۔

اس کے ہاتھ میں خنجر تھا......اس نے صحابہؓ کو مارنا شروع کیا......تا کہ آدمی گریں......اور راستہ بنے......باہر نکلنے کے لئے سترہ صفیں اس نے پھاندیں......ایک ایک صحابیؓ کو وہ مارتا گیا......سترہ آدمی زخمی ہوئے ......جن میں سے نو (۹) آدمی موقع پر شہید ہوگئے......اتنی دیر میں نماز کا سلام بھی پھر گیا......ابھی وہ باہر نہ نکل سکا تھا......ایک صحابیؓ ساتھ کھڑے ہوئے تھے......اس نے دیکھا یہ گزر رہا ہے......ان کے ہاتھ میں ایک چادر تھی......کمبل تھا......جلدی سے یوں کر کے اوپر ڈال دیا...... کمبل کے وہ نیچے آ گیا......اس کے ہاتھ میں وہی ڈبل دھاری دار خنجر تھا......اس نے زور سے اپنے پیٹ میں خود مار کر اپنے آپ کو ختم کیا......شاید ایک سکیم ہو......راز ہو کہتے ہیں......کہ لیاقت علی شہید کو جب لیاقت باغ راولپنڈی میں گولی لگی......جس نے گولی ماری تھی......اس کو وہیں پہ گولی ماردی گئی...... یہ محبت کے جذبات نہیں تھے ......یہ درحقیقت ایک خفیہ راز تھا......جس کو راز میں رکھنا تھا......اگر قاتل گرفتار ہو جاتا......اس کو مار پڑتی......اس کو سزا ملتی...... وہ بتاتا مجھے کون لے کر آیا ہے......کس نے کہا ہے...... مجھے کس نے بھیجا ہے......میں کیوں قتل کرنے کے لئے آیا ہوں ......سازش کیا ہے......؟ وہ جو انڈر گراؤنڈ تحریک چلی ہوئی تھی ......اس کا حصہ ہوتا......پردہ کھلتا راز ظاہر ہوتا......لیکن اس شخص نے اپنے آپ کو مار کر موت سے کھیل کر اس نے اپنی اس تحریک پہ پردہ ڈال دیا......اس نے اپنے آپ کو وہیں پر مار دیا۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کا زخمی حالت میں نماز کا اہتمام:

حضرت سیدنا فاروق اعظم کو اٹھا کر گھر لے آئے ......ہوش آنے کے بعد پہلا جملہ زبان سے فرمایا میری نماز......! فرمایا سورج تو نہیں نکل آیا......کہا گیا حضرت نہیں

نکلا...... فرمایا پہلے مجھے نماز پڑھاؤ...... کہا گیا حضرت خون بہہ رہا ہے...... فرمایا جہاد میں بھی تو خون بہتا رہتا تھا...... اور ہم نماز پڑھتے رہتے تھے...... زخموں سے خون نکل رہا تھا...... فاروق اعظمؓ نے تیمم کر کے دو رکعت نماز فجر ادا کی...... اور پہلا سوال یہ کیا...... میرا قاتل کون ہے......؟ حضرت ابولولو فیروز مجوسی ہے...... ایرانی ہے...... مجوسی ہے...... غیر مسلم ہے...... جی ہاں حضرت نے فرمایا الحمدللہ میں ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا...... جو اسلام کا دعوی رکھتا ہو...... (۱) رب کعبہ کی قسم عمرؓ کامیاب ہو گیا ہے...... اللہ میں خوش ہوں...... کہ میرے قتل میں کسی مسلمان کا ہاتھ نہیں...... عمرؓ کا قاتل کافر تھا...... عمرؓ کا قاتل کون تھا......؟ (کافر) اس لئے فاروق اعظمؓ نے کہا اللہ تیرا شکر ہے...... میرے قتل میں کسی مسلمان کا ہاتھ تو نہیں...... اور یہ سزا بھی اللہ کی طرف سے متعین ہے...... کہ عمرؓ کے قاتل نے جو خنجر فاروقؓ کو مارا تھا...... وہی خنجر اپنے آپ کو خود مارا...... اپنے آپ کو......؟ (خود مارا)...... قیامت تک کے لئے خدا کا قانون ہے...... کہ جب بھی عمرؓ کا دشمن آئے...... وہ اپنے آپ کو خود مارے گا۔

یکم محرم الحرام کو عمر کے قاتل کی حالت:

محرم الحرام کی پہلی تاریخ کو سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ کی شہادت ہوئی ہے...... اور جب بھی محرم الحرام کی پہلی تاریخ آیا کرے گی...... تو عمرؓ کا قاتل خنجر اٹھا کر اپنے آپ کو خود مارے گا...... حضرت فاروق اعظمؓ نے اس دوران اپنے بیٹے سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے پاس بھیجا...... اور کہا کہ میری امی سے جا کر کہو...... یہ مت کہنا...... کہ امی مجھے امیر المومنین نے بھیجا ہے...... یہ کہنا امی مجھے عمر نے بھیجا ہے امیر المومنین نہ کہنا اور یہ کہہ دینا میرے دل کی حسرت ہے۔

---

(۱) الفاروق ص ۱۰۳

سیدنا فاروق اعظمؓ کی آخری تمنا:

میری آخری تمنا اور تڑپ یہ ہے ......کہ جہاں پیغمبر ﷺ اور صدیقؓ سو رہے ہیں......ان کے پہلو میں مجھے سونے کی جگہ دے دیجئے......حجرہ آپ کا ہے......ملکیت آپ کی ہے......آپ کی اجازت کے بغیر وہاں کوئی نہیں جا سکتا......میں اس لئے آپ سے اجازت مانگتا ہوں۔

اماں عائشہ صدیقہؓ کو جب یہ بات کہی گئی......اماں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے فرمایا......میرے بیٹے عبداللہ میرے عمرؓ کو جا کر کہہ دو......عمرؓ یہ جگہ رکھی تو میں نے اپنے لئے تھی......مگر میں تیرے اس احسان کو نہیں بھول سکتی......جب مجھ پہ الزام لگایا گیا تھا......تو نے سب سے پہلے کہا تھا......سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ......تو نے صفائی پیش کی تھی......کل تو میرا وکیل صفائی بنا تھا......هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ احسان کا بدلہ احسان ہی ہوتا ہے۔

سیدہ عائشہؓ کا فاروق کی تمنا کی لاج رکھنا:

میں اپنی ذات پر تجھے ترجیح دیتی ہوں......میں اس جگہ دفن نہیں ہوتی......آج صدیقؓ کے پہلو میں تجھے دفن کی جگہ عطاء کرتی ہوں......حضرت فاروق اعظمؓ کو عبداللہ بن عمرؓ نے آ کر مبارک پیش کی......ابا جان جگہ مل چکی ہے......اس کے بعد علاج معالجہ ہوتا رہا......جو چیز کھلائی پلائی جاتی زخموں سے نکل جاتی......پورے مدینے میں کہرام مچ گیا۔

زندگی اور موت کی کشمکش:

عرب کی دھرتی پہ مرگ وزیست کی کیفیت طاری ہوگئی......دنیا چیخیں مار مار

کررونی تھی...... کہ وہ شیر امیر المومنینؓ بائیس لاکھ مربع میل کا فاتح زمین پہ کنٹرول کرنے والا...... ہواؤں پہ کنٹرول کرنے والا...... آج وہ زخمی شیر کی طرح زخمی پڑا ہوا ہے...... زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے...... اور پھر اس کے بعد فرمایا میرے بیٹے میرا فلاں باغ جو میری ملکیت میں ہے...... چالیس ہزار دینار کا ہے...... اس کو فروخت کرنے کے بعد یہ ساری رقم بیت المال میں جمع کرا دینا...... کہ میں نے دس ۱۰ سال میں جتنا بیت المال سے وظیفہ لیا ہے...... اگر چہ اسلامی سلطنت سے وظیفہ لیا ہے...... میں سلطنت کا کام کرتا تھا...... اس لئے وظیفہ لیتا تھا...... لیکن میں کل قیامت کے دن اللہ کے روبرو اس انداز سے پیش ہونا چاہتا ہوں...... کہ میرے ذمہ اسلامی حکومت کی ایک پائی بھی نہیں ہونی چاہئے...... یہ سارا پیسہ میرا باغ فروخت کرنے کے بعد ساری کی ساری رقم بیت المال میں جمع کرا دینا۔

فاروقؓ کی شہادت اور سیدنا عثمانؓ اور علیؓ کی کیفیت:

حضرت عثمانؓ کے پاس جب رقم جمع کرائی گئی...... حضرت عثمانؓ کی آنکھوں میں آنسو تھے...... حضرت علیؓ نے یہ جملے کہے تھے...... فرمایا عمرؓ خود تو چلے گئے ہو...... اپنے بعد میں آنے والوں کو مشکل میں ڈال گئے ہو...... تیرے جیسا پھر عدل کون کریگا......؟

سیدنا فاروق اعظمؓ کا خوف خدا سیدنا علیؓ کی زبانی:

حضرت علیؓ کہتے ہیں...... میں نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ کو دیکھا...... سر پر پگڑی نہیں...... پاؤں میں جوتا نہیں...... پھٹے ہوئے کپڑے ہیں...... پسینے سے شرابور ہیں...... اور نہایت ہی تیزی کے ساتھ جنگل کی طرف دوڑے ہیں...... میں نے کہا...... امیر المومنین خیر تو ہے...... فرمایا بیت المال میں سے ایک اونٹ باہر دوڑ آیا ہے...... باہر کی تپتی ہوئی دھوپ تھی...... میرا غلام سو رہا تھا...... میں نے اس کو جگانا پسند نہیں

کیا......اس لئے خوداونٹ کی تلاش میں نکلا ہوں۔

امیرالمومنینؓ ہے......تپتی ہوئی دھوپ ہے......سر پر پگڑی نہیں ......پاؤں میں جوتا نہیں......جسم پہ پھٹے ہوئے کپڑے ہیں ......لیکن اونٹ کی تلاش میں ہے......کہ کل قیامت کے دن اس اونٹ کی وجہ سے عمرؓ خدا کے ہاں پکڑا نہ جائے۔

حضرت فاروق اعظمؓ کا باغ فروخت کیا گیا......اور پھر فرمایا......چھ آدمیوں کی مجلس شوریٰ کمیٹی بنائی ہے......ان میں سے جس آدمی کو چاہو......اپنا امیر منتخب کر لینا......ان چھ میں سب سے پہلے آدمی حضرت علیؓ کا انتخاب کیا......حضرت عثمان ابن عفانؓ کا انتخاب کیا......اور بھی چار جلیل القدر صحابی تھے......عشرہ مبشرہ میں شامل تھے......ان کو فرمایا یہ بیٹھ کر اپنی رائے سے اپنا خلیفہ منتخب کریں۔

چنانچہ حضرت عثمانؓ کا انتخاب ہوا......اور جب امیر المومنین شہید ہو گئے...... آپ نے اپنی موجودگی میں حضرت صہیبؓ رومی کو جانشین اور امامت کے لئے قائم مقام امام منتخب کیا......وہ نمازیں پڑھاتے رہے......شہادت ہوئی......اور فرمایا بیٹے جب میں فوت ہو جاؤں......مجھے غسل دے لو......مجھے جب کفن دے لو......تو میری لاش لے جا کر ......روضہ اطہر کے سامنے رکھ دینا......پہلے نہ قبر بنانا......پہلے امی عائشہ صدیقہؓ کے پاس جانا......شاید اماں نے میرے لحاظ کی وجہ سے کہہ دیا ہو......کہ عمرؓ زندہ ہے کیا کہے گا......کہ ماں نے میری بات نہیں مانی......اس لئے ہاں کر دی ہو......اس لئے میرے مرنے کے بعد پھر دوبارہ حاضری دینا......اور یہ کہنا امی غلام حاضر ہے ...... پھر بھی یہ نہ کہنا......کہ امیرالمومنین کی میت حاضر ہے ......لفظ امیرالمومنین ماں کے سامنے استعمال نہیں کرنا......کہنا اماں غلام حاضر ہے......اجازت دیں......تو اندر دفن کریں......ورنہ جنت البقیع کے قبرستان لے جائیں ......پھر اماں عائشہؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے......

فرمایا عمر جیسا کون ہوگا......؟ جو اس انداز میں عدل کرے...... کہ کسی زمین پر بھی قبضہ کرنے کے لئے تیار نہیں ......اماں عائشہ صدیقہؓ نے اجازت دی ...... حضرت فاروق اعظمؓ کو روضہ اطہر میں نبی ﷺ اور صدیق کے پہلو میں دفن کیا گیا...... حضور اکرم ﷺ کی حدیث ہے......آقا ﷺ نے فرمایا...... اَنَا وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ خُلِقْنَا مِنْ تُرْبَةٍ وَّاحِدَةٍ وَّفِيْهَا...... نُدْفَنُ وَمِنْهَا نَخْرُجُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ......(۱) میں صدیقؓ عمرؓ اللہ نے ہم تینوں کو ایک ہی مٹی سے پیدا کیا ہے...... ہم اسی ایک ہی مٹی میں دفن ہوں گے...... قیامت کے دن اسی مٹی سے اکٹھے نکلیں گے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا لوگو...... ہر ایک پیغمبر ﷺ کے لئے اللہ دو وزیر آسمانوں میں رکھتے ہیں...... دو وزیر زمین میں ہوتے ہیں...... فرمایا...... لِكُلِّ نَبِيٍّ وَزِيْرَانِ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ وَاَهْلِ الْاَرْضِ فَوَزِيْرَایَ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ جِبْرَئِيْلُ وَمِيْكَائِيْلُ ......وَزِيْرَایَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ ...... اللہ نے مجھے دو وزیر آسمانوں میں دیئے ہیں...... دو وزیر زمین میں دیئے...... جو آسمانوں میں دیئے ہیں...... وہ حضرت جبرائیل اور میکائیل ہیں...... اور جو زمین کے دو وزیر مجھے عطاء کئے ہیں ...... وہ صدیق اور عمر عطاء کیے ہیں ...... صحابہؓ کہتے ہیں...... ہم ایک دفعہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے...... آقا ﷺ مسجد نبوی میں اندر داخل ہوئے...... اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ اَحَدُهُمَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَالْاٰخَرُ عَنْ شِمَالِهٖ وَهُوَ اٰخِذٌ بِاَيْدِيْهِمَا ......(۱) دائیں ابوبکرؓ تھے...... بائیں عمرؓ تھے...... درمیان میں پیغمبر ﷺ تھے...... آقا نے دونوں کے ہاتھوں کو پکڑا ہوا تھا...... اس انداز سے محبوب ﷺ مسجد میں داخل ہوئے...... صحابہ دیکھ کر مسکرانے لگے...... خوشی میں جھوم گئے...... کہ آج کیسے آقا مسجد میں

(۱) ایک اور حدیث بڑی عجیب ہے، عن ابی عمرؓ قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین ابی بکر وعمر ثم قال هكذا نموت وهكذا ندفن وهكذا نبعث المحشر كنز العمال ص۹ ج۱۳) (۲) كنز العمال ص۸ ج۱۳، مشكوة ص۵۶۰ ج۲

آرہے ہیں......ایسے لگتا ہے...... جیسے چاند ستاروں میں آرہا ہو...... جیسے سورج کرنوں میں آرہا ہو......ایسے لگتا ہے...... کہ جیسے مرشد مریدوں میں آرہا ہو......جیسے آقا غلاموں میں آرہا ہو......ایسے لگتا ہے...... کہ جیسے استاد شاگردوں کے درمیان چل رہا ہو......ایسے حسین معلوم ہو رہے تھے...... کہ صحابہؓ دیکھ کر مسکرائے......حضور ﷺ نے فرمایا......یارو جس بات کی تمہیں خوشی ہو رہی ہے......آج پھر میرا اعلان سنو......هٰكَذَا نُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ......(۱) کل قیامت کے دن بھی ہم ایسے اٹھیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کا اعلان:

دائیں ابوبکرؓ ہوگا...... بائیں عمرؓ ہوگا......درمیان میں پیغمبر ﷺ ہوگا......اور اسی حالت میں اللہ کے روبرو ہمارا حشر ہوگا......ہم اس انداز سے اللہ کے دربار میں اٹھیں گے......حضرت فاروق اعظم کی شہادت محرم الحرام کی پہلی تاریخ کو ہوئی......اسلام کا وہ عظیم اور صریح باب اس پر ختم ہوا......آگے ایک نیا سلسلہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کا چلا بائیس لاکھ مربع میل پہ اسلام کی سلطنت پھیلائی تھی۔

آئندہ جمعہ پر انشاء اللہ سیرت فاروق اعظمؓ پر تفصیلی گفتگو ہوگی (جو کہ خطبات ندیم جلد دوم میں شائع ہو چکی ہے ملاحظہ کیجئے)۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

---

(۱) ترمذی ص۲۰۸ ج۲ عن ابن عمرؓ، مشکوٰۃ ص۵۰۶ ج۲، کنز العمال ص۹ ج۱۳، فضائل الصحابہؓ ص۱۹۵ ج۱

فضائل ومناقب شہیدِ کربلا

خطبہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَائِرِ الْاُمَمِ......o بِرِسَالَةِ مَنِ اخْتَصَّه، مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاهِرِ الْحِکَمِ ......وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمْ...... مَا نَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِهٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ ...... اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ......o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ...... وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَات" بَلْ اَحْیَاء° وَّ لٰکِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَ...... قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ......سَیِّدَاشَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنِ......قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ جِبْرَئِیْلَ کَانَ مَعَنَافِی الْبَیْتِ فَقَالَ اَتُحِبُّهٗ یَعْنِی الْحُسَیْنَ فَقُلْتُ اَمَّافِی الدُّنْیَا فَنَعَمْ فَقَالَ اِنَّ اُمَّتَکَ سَتَقْتُلُ هٰذَا بِاَرْضٍ یُّقَالُ لَهَا کَرْبَلَا فَتَنَاوَلَ جِبْرَئِیْلُ مِنْ تُرْبَتِهٖ فَاَرَانِیْهُ......(۱) صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ o وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ o وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاهِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ oوَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اشعار:

حق وآزادی کا سرچشمہ ہے گفتارِ حسین — رہبری کرتا ہے ہر مشکل میں کردارِ حسین

دستِ قدرت نے بے دونوں کو بنایا بے مثال — ایک سرکار دو عالم ایک سرکارِ حسین

ایک رشکِ خلد ہے تو ایک ہے رشکِ جناں — ایک باغِ مصطفیٰ ہے ایک گلزارِ حسین

---

(۱) کنز العمال ص ۵۸ ج ۱۲ عن ام سلمۃ

دیکھیے عظمت انہیں جنت کی سرداری ملی — باب عظمت میں کرے گا کون انکارِ حسین

صدقہ خیر النساء اے خالق کون ومکاں　　مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ محشر میں ہو دیدار حسین

تمہیں سے آئے مجاہد و دین کا ثبات ہے
شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
حیات اگر حیات ہے ممات بھی حیات ہے
شہید کا جو خون ہے وہ قوم کی زکوٰۃ ہے
شہادت ایک تخیل لازوال اور غیر ثانی ہے
شہادت خود ہی تفسیر حیات جاودانی ہے
مرے تو شہید مارے تو غازی ہے
یہ وہ راہ ہے جس میں ہر طرح سے سرفرازی ہے
شہیدوں کے لہو سے جو زمین سیراب ہوتی ہے
بڑی سرسبز ہوتی ہے بڑی شاداب ہوتی ہے
شہادت کی حقیقت کو سمجھتے ہیں خدا والے!
شہادت اس کی خوب دے گئے ہیں کربلا والے

تمہید:

- لائق صد تعظیم و تکریم
- صدر جلسہ
- قابل صد تکریم
- علمائے کرام
- واجب الاحترام
- برادران اسلام

- ، بزرگو، دوستو
- اور بھائیو

ماہ محرم الحرام کی مناسبت سے میں صرف لفظ شہادت پر کچھ باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں...... کہ شہید کہتے کس کو ہیں...... اسلام میں شہید کا مقام کیا ہے......؟ شہادت کا تصور کیا ہے......؟ اس کی حقیقت کیا ہے......؟

اسلامی تاریخ میں ماہ محرم دو حصوں میں تقسیم:

قابل قدر دوستو......! اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس دن سے زمین و آسمان کا نظام بنایا...... اس دن سے لے کر آج تک پوری کائنات کی تاریخ میں اللہ نے محرم کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے...... یوں سمجھ لیجئے...... کہ محرم الحرام کے (۲) دو رخ ہیں...... اس کے دو حصے ہیں...... اللہ نے جب بھی کسی نبی کو...... ولی کو...... غوث کو...... قطب کو...... ابدال کو...... بزرگ کو...... اپنے مقرب کو...... کوئی عظمت فضیلت اور بزرگی دی ہے...... تو اس کے لئے بھی محرم چنا ہے...... اور اللہ نے جب بھی کسی شیطان کو...... ابلیس کو...... مغرور کو...... شرابی کو...... قارون کو...... فرعون کو...... کسی بدکردار کو...... کسی کمینے کو...... کسی بے دین کو...... کسی ملحد کو...... کسی کافر کو...... جب سزا دی ہے...... تو اس کے لئے بھی محرم چنا ہے۔

- گویا محرم اسلامی تاریخ میں دو حصوں میں تقسیم ہے۔
- اس کی ایک حیثیت مسلمانوں کے لئے ہے...... ایک حیثیت کافروں کیلئے ہے۔
- ایک حیثیت مومنوں کے لئے ہے...... ایک حیثیت بے ایمانوں کے لئے ہے۔

- اس میں عظمت کی حیثیت شریفوں کے لئے ہے......اس میں ذلت، ذلیلوں کے لئے ہے۔
- اس میں کمالات اور محاسن نیکوں کے لئے ہے......اس میں لعنت اور ذلت بدکرداروں کے لئے ہے۔
- محرم ہمیشہ دو حصوں میں تقسیم رہا ہے......اور میں اس پر اتنے زیادہ وزنی دلائل رکھتا ہوں...... کہ اگر اس موضوع کو چھیڑوں تو پوری رات اس پر گزر جائے گی...... بطور نمونہ دو تین باتیں آپ کے سامنے رکھ کر پھر میں اپنے موضوع پر گفتگو کرتا ہوں۔

ماہ محرم میں عزت وذلت کی تقسیم:

آپ یہ دیکھیں......! کہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کی ایک کتاب ہے جس کا نام ماثبت بہ السنۃ الایام والسنۃ ہے......اس میں انہوں نے لکھا ہے......کہ اللہ نے جب آدمؑ کی تخلیق کا فیصلہ فرمایا

جب حضرت آدمؑ کا خمیر تیار کیا گیا۔ جب اُن کا وجود بنایا گیا۔ جب اس میں روح ڈالی گئی۔

جب فرشتوں سے ان کو سجدہ کروایا گیا۔ جب ان کے سر پر خلافت کا تاج رکھا گیا۔

الغرض آدم علیہ السلام کو خلافت کی عظمت جب اللہ نے دی......تو محرم کے مہینہ کا انتخاب کیا گیا

اور آدم علیہ السلام کے دشمن ابلیس کو جب اللہ نے اپنی بارگاہ سے نکالا...... اُخْرُجْ اِنَّکَ رَجِیْم......... کہہ کر اس پر لعنت کی پھٹکار ڈالی......اور ہمیشہ کے

لئے اس کے حصہ میں پتھر لکھے گئے......تو جب شیطان کو یہ ذلت ملی......تو محرم کا مہینہ تھا......آدم علیہ السلام کو عزت ملی......تو محرم کا مہینہ تھا۔

آپ پھر تاریخی حوالہ سے دیکھیں...... جناب سیدنا نوحؑ کی کشتی چھ ماہ تک طوفان کے چکر میں رہی...... رجب المرجب میں طوفان آیا......محرم میں ان کی کشتی کنارے لگی...... چھ مہینے کشتی طوفان میں رہنے کے بعد اللہ جل جلالہ کے نبی علیہ السلام کی کشتی جب کنارے لگی......اور نوح علیہ السلام کو نجات ملی......تو محرم کا مہینہ تھا......اور قوم نوح کے وہ بدمعاش اور بدکردار لوگ جو پنجتن کے پجاری تھے......جن کا تذکرہ قرآن نے کیا ہے...... کہ انہوں نے پانچ بت بنا رکھے تھے...... ارشاد باری تعالیٰ ہے......وَقَالُوْ الَا تَذَرُنَّ اٰلِھَتَکُمْ وَ لَا تَذَرُنَّ وَ دًّا وَّ لَا سُوَاعاً وَّ لَا یَغُوْثَ وَ یَعُوْقَ وَ نَسْراً (سورۃ نوح پ ۲۹ رکوع ۲)

- وہ ان کی پوجا کرتے تھے...... وہ ان کو مشکل کشا مانتے تھے۔
- وہ ان کو حاجت روا مانتے تھے......وہ ان کو اپنا معبود مانتے تھے۔
- وہ ان کو الٰہ مانتے تھے......وہ اللہ کے بغیر ان کے دروازوں پر جھکتے تھے۔
- وہ اللہ نے ان پنجتنوں کے ماننے والی......اور اللہ کے پیغمبر کی دشمنی مول لینے والی...... نبی علیہ السلام کی مخالفت کرنے والی......اس قوم کو جب طوفان میں غرق کیا......تو ان کی تباہی کے لئے محرم کو چنا۔

آپ پھر اس کو تھوڑا سا آگے لے آئیں......ابراہیم کو جب اللہ نے خلیل علیہ السلام بنایا... اور عظمت کا تاج عطا فرمایا......ان پر نار کو گلزار بنایا......سراسر بہار بنایا......تو محرم کا انتخاب کیا...... خلیل علیہ السلام کے دشمن کے ناک میں ایک چھوٹا سا مچھر گیا......اس نے جا کر اپنا کام دکھایا...... جو بھی اسے ملنے والا آتا......نمرود مردود اسے

کہتا...... میری خیریت بعد میں پوچھنا اپنا جوتا اتار کر پہلے میرے سر پر مارو...... میری مرمت کرو...... اللہ نے اس کو یہ ذلت دی...... تو محرم کا مہینہ تھا...... خلیل کو عزت دی تو محرم کا مہینہ۔

- موسیٰ علیہ السلام دریا عبور کر کے کنارے لگتے ہیں...... محرم کا مہینہ۔ کلیم علیہ السلام کا دشمن فرعون غرق ہوتا ہے تو محرم کا مہینہ۔

پھر آپ تاریخ اسلام کا مطالعہ کیجئے......! اللہ نے جناب نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری سے صرف پچاس دن پہلے کعبۃ اللہ کی جب حفاظت فرمائی...... ابرہہ ہاتھیوں کا لشکر لے کر بیت اللہ پر حملہ کرنے کے لئے آیا...... اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیت اللہ کی حفاظت فرمائی...... تو محرم کا مہینہ...... بیت اللہ پر حملہ کرنے والوں کو اللہ نے ابابیلوں سے تباہ و برباد کیا...... تو ان کی بربادی محرم میں...... کعبہ کی آبادی محرم میں...... آپ تاریخ کا مطالعہ کریں...... جنگ خیبر محرم الحرم میں ہوئی ہے...... اور خیبر کے فاتح حیدر کرار رضی اللہ عنہ ہیں...... حیدر رضی اللہ عنہ کو فاتح خیبر کا اعزاز ملتا ہے...... تو محرم میں...... حیدر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے اس جنگ میں دشمن دین اور بدترین کافر جہنم رسید ہوتا ہے...... تو محرم میں۔

گویا محرم ہمیشہ دو حصوں میں تقسیم رہا ہے...... ایمان والوں کو سعادتیں محرم میں ملی ہیں...... اور بدکردار لوگوں کو ذلت محرم میں ملی ہے...... اسی طریقے سے سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا...... تو محرم میں...... عمر رضی اللہ عنہ کا دشمن ابولولوء فیروز مجوسی ایرانی جہنم رسید ہوا...... تو محرم میں...... میرے پیر حسین رضی اللہ عنہ نے شہادت کا تاج پہنا...... تو محرم میں...... حسین رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کو قیامت تک کے لئے ذلت ورسوائی اور منہ ماتھا پیٹنا ان کا مقدر بنا تو محرم میں...... گویا محرم ہمیشہ دو حصوں میں تقسیم رہا ہے...... ایمان والوں کے لئے عظمت...... بے ایمان لوگوں کے لئے

ذلت...... شریفوں کے لئے عزت...... رذیلوں کے لئے ذلت...... نیکوں کے لئے عزت...... اور بروں کے لئے ذلت...... محرم کا جب چاند نظر آتا ہے...... تو ایمان والوں کو خوشی ہوتی ہے...... کہ آدم علیہ السلام کی خلافت کا مہینہ ہے...... نوح علیہ السلام کی نجات کا مہینہ ہے...... ابراہیم علیہ السلام کی عظمت کا مہینہ ہے...... موسیٰ علیہ السلام کے تقدس کا مہینہ ہے...... داؤد علیہ السلام کی عظمت کا مہینہ ہے...... محبوب ﷺ کی رحمت کا مہینہ ہے...... علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فاتح خیبر ہونے کا مہینہ ہے...... عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کا جام شہادت نوش کرنے کا مہینہ ہے...... حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عظمتوں کا مہینہ ہے...... مسلمانوں کو اس مہینہ کی آمد پر خوشی ہوتی ہے...... کافر اس لئے منہ ماتھا پیٹتا ہے...... کہ ان کے حصہ میں ذلت محرم میں ہے...... اگر شیطان کو رسوائی ملی تو محرم میں...... قوم نوح علیہ السلام اگر برباد ہوئی تو محرم میں...... حضرت موسیٰ کے دشمن کی تباہی ہوئی تو محرم میں...... سیدنا ابراہیم کا دشمن برباد ہوا تو محرم میں...... کعبۃ اللہ پر حملہ کرنے والا ذلیل و رسوا ہوا تو محرم میں...... فاروق رضی اللہ عنہ کا قاتل برباد ہوا تو محرم میں...... سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا مخالف اگر جہنم رسید ہوا تو محرم میں...... حسین رضی اللہ عنہ کا دشمن برباد ہوا تو محرم میں...... گویا محرم مسلمانوں کے لئے عزت کا مہینہ ہے...... کافروں کے لئے ذلت کا مہینہ ہے۔

ماہ محرم میں نکاح وشادیاں کرنا:

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں...... کہ آپ کا شمار کن میں ہے......؟ آپ اس مہینہ کو عزت کا مہینہ سمجھتے ہیں یا ذلت کا......؟ (عزت کا)

عزت کے مہینہ میں نکاح کی ممانعت نہیں ہوتی...... ذوالحجہ کا چاند نظر آئے تو کثرت سے شادیاں ہوتی ہیں...... بھائی کیا ہو رہا ہے آگے جی محرم آ رہا ہے...... اس لئے ابھی شادیاں ہو رہی ہیں...... محرم میں کوئی نکاح نہیں ہوگا...... توجہ سے بات

کو سمجھنا...... ہر عبادت کا وقت اللہ نے متعین کیا ہے،

- فجر کی نماز کا ایک وقت متعین ہے...... ظہر کی نماز کا وقت متعین ہے۔
- عصر کی نماز کا وقت متعین ہے...... مغرب کا وقت متعین ہے۔
- عشاء کا وقت متعین ہے...... روزہ رکھنے کا وقت متعین ہے۔
- حج کے ایام و اوقات متعین ہیں...... ہر عبادت کا وقت اللہ نے متعین کیا

ہے...... لیکن نکاح ایک ایسی عبادت ہے...... کہ جس کا کوئی وقت متعین نہیں ہے...... دن ہو تو تب بھی نکاح جائز ہے...... رات ہے تو تب بھی نکاح جائز ہے...... کئی مہینہ ہو نکاح جائز ہے...... کئی دن ہو نکاح جائز ہے...... کئی تاریخ ہو نکاح جائز ہے...... کوئی دن ایسا نہیں ہے...... کہ جس دن اس نکاح کی ممانعت کا حکم آیا ہو...... اور پھر یہ یاد رکھئے...... کہ کسی شخصیت کی موت کی وجہ سے نہ کوئی مہینہ منحوس ہوتا ہے...... نہ دن منحوس ہوتا ہے...... یوں تو ہوا کرتا ہے...... کہ اگر کوئی عظیم المرتبت شخصیت کسی اہم موقع پر دنیا سے چلی جائے...... تو لوگ اس کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں...... کہ یہ مبارک کا مستحق ہے...... کہ اچھے دن دنیا سے گیا ہے...... میں بطور نمونہ آپ کو بتانا چاہتا ہوں...... مولانا حق نوازؒ کے جنازہ اُٹھنے کا دن جمعۃ المبارک کا دن تھا...... مولانا ایثارؒ کے جنازہ اُٹھنے کا دن جمعۃ المبارک کا دن تھا...... جمعہ کے آنے پر ہم جمعہ کو منحوس نہیں کہتے...... کہ اس دن ہمارا عالم گیا تھا...... ہم کہتے ہیں...... کہ مولانا حق نواز تو کتنا خوش نصیب ہے...... کہ جمعۃ المبارک کے دن تیری میت اُٹھی...... ایثار تجھے مبارک ہو...... جمعۃ المبارک کے دن تیری میت اُٹھی...... اچھے مہینہ میں اگر کوئی چلا جائے...... یہ اس آدمی کی عظمت کی دلیل ہوتی ہے...... اچھی تاریخ میں اگر کوئی چلا جائے...... یہ اس آدمی کی عظمت کی دلیل ہوتی ہے...... کوئی 27 رمضان المبارک کو فوت ہو...... تو ہم کہتے ہیں...... کہ یہ مبارک ہے رمضان المبارک میں موت آئی

ہے..... لیلۃ القدر میں موت آئی ہے..... عید کے دن کسی کی میت اُٹھے..... جدائی کے صدمے اپنی جگہ پر ہوتے ہیں..... لیکن عید کا دن ایک باعظمت دن ہے..... اس دن کی وجہ سے ہر آدمی کہتا ہے یار خوش نصیب ہے اچھے دن گیا ہے..... میں کہتا ہوں حسین..... ! تیری عظمت کو سلام کیوں نہ پیش کروں.....؟ اللہ نے تجھے اپنی قربت عطاء کرنے کا باعظمت دن منتخب کیا ہے۔

جس دن آدم علیہ السلام کو خلافت ملی ہے حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دن ہے۔

جس دن نوح علیہ السلام کو عزت ملی ہے، حسین کی شہادت کا دن ہے۔

جس دن ابراہیم رب کے قرب میں گیا ہے..... اس دن اللہ نے حسین کو اپنا قرب عطا کیا.....

جس دن حضرت موسیٰ دریا عبور ہوئے ہیں..... اس دن سیدنا حسین نے یہ عظمتیں حاصل کی ہیں..... اللہ نے نبیوں کی عزت والا دن چن کر حسین رضی اللہ عنہ کے حصے میں رکھا ہے..... اس سے حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت میں تو اضافہ ہوا..... اس کی وجہ سے نکاح موقوف نہیں ہوئے۔

محرم میں اپنی بیوی کے پاس جانا:

ایک آدمی مجھ سے مسئلہ پوچھنے لگا..... کہ مولوی صاحب! اپنے گھر میں اپنی اہلیہ کے پاس جانا محرم الحرام میں یہ حلال کام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے کہا جو حلال ہے اس کے عدم جواز کا کیا مطلب ہے؟ وہ تو ہے ہی پہلے سے حلال!

میرے دوستو! محرم عظمت اور عزت کا مہینہ ہے..... اور عزتوں میں سب سے بڑی عزت یہ ہے..... کہ مسلمان کو شہادت ملے۔

شہادت کیا ہے؟

شہادت کیا ہے..... دو لفظوں میں بات سن لیں ..... میں بات ختم کرتا ہوں..... اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں جونعمتیں اور قیمتی خزانے ہیں..... اللہ نے پوری کائنات میں جنت کی جتنی نعمتیں تیار کی ہیں..... اس زمین پر جونعمتیں تیار کی ہیں..... آسمان پر جوانعامات تیار کئے ہیں..... عرش پر جوانعامات تیار کئے ہیں..... رب کے سارے خزانوں میں سب سے بڑی نعمت شہادت ہے..... اتنی بڑی نعمت تو ہے..... کہ اللہ کے نبی کہتے ہیں..... کہ اللہ مجھے شہادت پسند ہے۔

اَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اَحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلَ۔

ترجمہ: میں تیرے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔

اتنی بڑی نعمت تو ہے..... کہ فاروق ؓ کہتا ہے..... اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ شَهَادَةً فِیْ سَبِیْلِكَ

اتنی بڑی نعمت تو ہے..... کہ عثمان ؓ دعا مانگتا ہے..... اَللّٰهُمَّ اَحْیِنِیْ سَعِیْدًا وَّاَمِتْنِیْ شَهِیْدًا۔

اتنی بڑی نعمت تو ہے..... کہ ولی کو دیکھا..... غوث کو دیکھا..... ، قطب کو دیکھا..... صلحاء کو دیکھا..... اولیا کو دیکھا..... ہر شخص شہادت کی تمنا پیش کرتا ہے۔

شہادت میں لذت:

حدیث میں آتا ہے..... جب سارے جنتی جنت میں چلے جائیں گے..... اس وقت رب جنتیوں سے کہیں گے..... مانگو کیا مانگتے ہو.....؟ ہر جنتی جنت کی نعمتیں مانگے گا..... لیکن شہید کہے گا اللہ! یہ جنت اپنی جگہ پر نعمتیں اپنی جگہ پر..... مگر جو شہادت میں لذت تھی..... وہ جنت کی نعمتوں میں بھی نہیں ہے..... مجھے یہ سب سے

زیادہ پسند ہے...... کہ مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج......! کفر کے مقابلے میں لڑوں......
میں ان کے ساتھ لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤں...... جو شہادت میں لذت ہے...... وہ
تیری جنت میں بھی نہیں ہے۔

انعامات والے طبقات:

اب میں ایک بات شہادت کے حوالے سے آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں......
پورے حوصلہ سے میری بات کو سمجھنا...... کہ اللہ کی طرف سے انعامات والے طبقات
چار ہیں،...... 1-انبیا...... 2-صدیقین...... 3-شہداء 4-صالحین۔

نبوت سب سے اونچا درجہ:

ان سب طبقات میں نبوت سب سے بڑا درجہ ہے...... پھر صدیق...... پھر
شہید...... پھر صالح...... پھر کمال کی بات یہ ہے...... کہ نبوت میں حضور ﷺ کا درجہ
سب سے اونچا درجہ ہے...... کیونکہ آقا امام الانبیاء ہیں...... خاتم الانبیاء ہیں...... اور
جو سب سے اعلیٰ درجہ پر ہے وہ یہ کہتے ہیں...... کہ اے اللہ یہ نبوت تیری عطا ہے......
مگر مجھے پسند یہ ہے...... کہ میں شہید ہو جاؤں...... دیکھئے نیچے درجے والا اوپر کا درجہ تو
مانگتا ہے...... لیکن یہ عجیب بات ہے...... کہ اوپر والا کہتا ہے...... کہ مجھے نیچے کا درجہ
دے دے...... شہید تو کہے اے اللہ مجھے صدیق کے درجے پہ لے جا...... صدیق
تو کہے مجھے نبوت کے قدموں میں جگہ دے دے...... نبی تو کہے اے اللہ مجھے خاتم
الانبیاء کی غلامی دے دے...... لیکن یہ عجیب بات ہے...... کہ جو ساری کائنات کے
سردار ہیں وہ کہتے ہیں...... کہ اللہ مجھے شہادت دے دے۔

رحمت کائنات کی آرزوئے شہادت کی وجہ:

میں اس پر ایک نقطہ بتانا چاہتا ہوں...... کہ حضور ﷺ نے شہادت کیوں مانگی

ہے......؟ ایک عجیب بات آپ کو سمجھا رہا ہوں توجہ کرو گے تو سمجھ آئے گی...... نبوت کا درجہ ایسا ہے...... جو آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضور ﷺ پر ختم ہوا...... یہ سلسلہ نبوت حضور ﷺ پر ختم ہو چکا ہے...... اب کوئی مانگے بھی کہ یا اللہ مجھے نبی بنا تو کیا بن سکتا ہے......؟ (نہیں)

دوسری بات یہ ہے...... کہ اللہ نے جس کو نبی بنا کر انعام دیا ہے...... نبی ﷺ کوئی شخص اپنی مرضی سے نہیں بنتا نبی کو رب چنتا ہے...... یہ نبوت کا اعزاز بہت بڑا ہے...... لیکن یہ کسبی نہیں عطائی ہے...... اللہ نبوت دیتا ہے...... نبی کوئی شخص خود بنتا نہیں...... اس لئے اللہ نے جس جس کو چاہا ہے نبی بنایا ہے...... ان کو نبوت کا انعام دیا ہے...... نبوت مانگنے والی چیز نہیں...... مانگنے سے ملنے والی چیز نہیں...... جیسے نبوت عطا ہے محنت سے نہیں...... ایسے صداقت اور صدیق کا درجہ بھی عطا ہے...... محنت سے نہیں ملتا...... ہر نبی ﷺ کے ساتھ ایک صدیق آیا...... جس نے اس نبی کی تصدیق کی...... جیسے حضور پر نبوت ختم ہے ایسے ابوبکر صدیق پہ صداقت ختم ہے...... جیسے حضور ﷺ کے بعد نبی کوئی نہیں...... ایسے ابوبکر کے بعد صدیق کوئی نہیں...... اب یہ دونوں درجے عطائی ہیں...... کسب اور محنت سے یہ دونوں درجے نہیں ملتے...... اللہ تعالیٰ اپنی عطاء سے دیتے ہیں...... جو محنت سے ملتی ہیں...... وہ دو چیزیں ہیں...... ایک شہادت، ایک صالحیت...... کہ ایک آدمی نماز پڑھے صالح بنے گا...... ذکر کرے صالح بنے گا...... تلاوت کرے صالح بنے گا...... نیک کام کرے صالح بنے گا...... اور دوسری چیز ہے شہادت...... اللہ سے دعا بھی مانگے اور شہادت کی کوشش بھی کرے...... کفر سے مقابلہ بھی کرے...... کفر کے سامنے بھی آئے...... لڑائی بھی کرے...... جنگ بھی کرے...... یہ بھی محنت ہے...... وہ بھی محنت ہے۔

اب ذرا بات کو سمجھنا...... حضور ﷺ نے جب دعا مانگی آے اللہ شہادت عطا

فرما...... میرے پیغمبر بتانا یہ چاہتے تھے...... کہ تو نے امام الانبیاء بنایا یہ تو تیری عطا ہے...... میں نے اس میں کیا کیا؟ یہ تو مجھے بن مانگے تو نے عطا کی ہے...... اس لئے اب تجھ سے وہ چیز میں مانگتا ہوں...... کہ جو کسب اور محنت میں سب سے اعلیٰ چیز ہے وہ شہادت ہے وہ میں مانگتا ہوں...... اور جب تیری عطا میں سب سے اعلیٰ چیز نبوت تھی ...... وہ تو نے عطاء کی ہے...... نبوت تیری عطا ہے...... شہادت میری کسب ہے...... میری طلب ہے...... میرا مانگنا ہے...... اس لئے شہادت کا اعزاز میں تجھ سے مانگتا ہوں...... کہ اے اللہ! مجھے شہادت کا درجہ عطاء کر...... ! شہید کا مقام عطا کر...... شہادت کا مرتبہ عطاء کر...... ! گویا پیغمبر اللہ کے حضور یہ کہنا چاہتے ہیں...... کہ مالک جو تو نے دیا وہ بھی قبول...... جو میں مانگتا ہوں وہ بھی قبول فرمالے...... یہ ایسا ہی ہے...... کہ کسی آدمی کو مسجد کی امامت مل گئی...... باپ امام تھا تو بیٹا امام بن گیا...... یہ تو اپنے باپ کی وجہ سے بنا...... اب دیکھنا یہ ہے...... کہ اس کے اس بیٹے نے اس مدرسہ میں کیا کام کیا......؟ اس نے اپنی محنت سے اس کو کتنا پروان چڑھایا ہے......؟ دیکھنے کی چیز یہ ہے...... نبوت تو عطا ہے نبی نے کیا مانگا؟ نبی نے تو وہ مانگا جو اللہ کے خزانہ میں سب سے قیمتی چیز تھی...... اور وہ شہادت ہے۔

شہادت کا درجہ اور شہید کے انعامات:

ایک دوسری بات شہادت پر عجیب سمجھانا چاہتا ہوں...... حدیث پاک میں آتا ہے...... کہ شہادت اتنی بڑی نعمت ہے...... کہ آدمی جب شہید ہوتا ہے...... تو اس کو اللہ چھ انعامات عطاء کرتا ہے...... ان میں سے ایک انعام یہ ہے...... کہ اس کے خون کا قطرہ زمین پر بعد میں گرتا ہے...... اللہ اس کے سارے گناہ پہلے معاف کر دیتا ہے۔

شہادت اتنی بڑی نعمت ہے...... کہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو منتہائے نظر

تک قبر فراخ ہو جاتی ہے۔

شہادت اتنی بڑی نعمت ہے...... کہ شہید کے جسم سے ابھی روح نہیں نکلتی...... یہ جان کنی کے عالم میں ہے...... یہ ابھی تڑپ رہا ہے...... ابھی جسم سے روح نکل ہی رہی ہوتی ہے اللہ سارے پردے ہٹا کر جنت میں سب سے اعلیٰ مقام جو اللہ شہید کو دینا چاہتے ہیں...... وہ مقام دکھا دیتا ہے...... اور وہ مقام کیا ہے؟ جنت کی سب سے آخری نعمت جو سب سے آخر میں اللہ عطا کریں گے وہ اللہ کا دیدار ہے...... اب شہید اس جگہ جب جام شہادت نوش کرتا ہے...... سب سے پہلے اللہ کے دیدار میں مستغرق ہوتا ہے...... اس لئے شہید کو قیامت کے دن جنت کی نعمتوں میں وہ لذت ولطف نہیں آئے گا...... کہے گا اللہ جنت کی نعمتوں میں وہ مزہ نہیں...... اس لئے کہ شہادت کے وقت جو دیدار کی لذت آئی تھی...... وہ کسی اور چیز میں نہیں...... اس لئے میری تمنا ہے...... کہ میں دنیا میں پھر جاؤں...... پھر لڑوں...... پھر جام شہادت نوش کروں...... کہ میں جتنی بار شہید ہوں گا...... اتنی دفعہ تیرا دیدار تو ہوگا۔

عجیب وحیران کن نکتہ:

حاجی حج کر کے آتے ہیں...... تو وہ کیا دیکھ آتے ہیں ؟ (بیت اللہ)

بیت اللہ کا کیا معنی ہے...... (اللہ کا گھر)

وہ اللہ کا گھر دیکھے...... تم اس کو مبارک دیتے ہو...... اور شہید اللہ کو دیکھے...... تو تم اس پر ماتم کرتے ہو......؟ اور جب آپ کا حاجی یہاں سے چلتا ہے۔

- بچے یہاں چھوڑتا ہے۔
- بیوی یہاں چھوڑتا ہے۔
- گھر یہاں چھوڑتا ہے۔

- مکان یہاں چھوڑتا ہے۔
- سامان یہاں چھوڑتا ہے۔
- کاروبار یہاں چھوڑتا ہے۔

پھر یہاں سے سفر کی صعوبتیں بھی برداشت کر رہا ہے..... تنہائی بھی برداشت کر رہا ہے..... پھر جب وہاں پہنچتا ہے.....تو یہاں اچھے کمروں میں رہتا ہے..... وہاں منیٰ مزدلفہ عرفات کے میدانوں میں کھلے پلاٹوں میں پڑا ہوا ہے..... گرمی کی شدت کو برداشت کر رہا ہے..... سارے صدمے سہہ رہا ہے..... وہاں بیمار بھی ہو رہا ہے..... تکلیفیں بھی آ رہی ہیں..... صعوبتیں بھی جھیل رہا ہے..... یہ سب کچھ ہونے کے بعد جب واپس آتا ہے..... آپ کے پاس پہنچتا ہے..... آپ اس کا استقبال بھی کرتے ہیں..... اس کے گلے میں ہار بھی ڈالتے ہیں..... اس کو خوش آمدید بھی کہتے ہیں..... اس کو مبارکباد بھی دیتے ہیں..... ہر آدمی اس سے دُعا بھی کراتا ہے..... بھائی کیوں کرا رہے ہو.....؟ بھائی یہ حاجی ہے..... اللہ کا گھر دیکھ کر آیا ہے..... کعبۃ اللہ دیکھ کر آیا ہے..... روضہ رسول اللہ ﷺ دیکھ کر آیا ہے..... ملتزم کو چمٹ کر دُعائیں مانگ کر آیا ہے..... حجر اسود کے بوسے لے کر آیا ہے..... حالانکہ یہ گھر سے دور گیا ہے..... بیوی بچوں سے ہٹا ہے..... خاندان سے علیحدہ ہوا ہے..... یہ سب کچھ اس نے چھوڑا مگر سعادت بہت بڑی حاصل کی ہے..... اگر خدانخواستہ راستہ میں پکڑا جاتا..... کسی جرم کی وجہ سے واپس بھیج دیا جاتا..... یہ بیت اللہ نہ پہنچ سکتا..... کعبہ نہ دیکھ سکتا..... حج نہ کر سکتا..... واپس آ جاتا..... پھر میں بھی کہتا آپ بھی کہتے بڑا افسوس ہے..... بڑا بد بخت ہے..... گھر بار چھوڑا ہے..... بیوی بچے چھوڑے ہیں..... اہل وعیال سے علیحدہ ہوا ہے..... لیکن اس کی بدنصیبی کی کوئی حد ہے..... کعبہ سے محروم رہا ہے..... واپس آ گیا ہے۔

میرے بھائیو...... ! یہ سب کچھ چھوڑنے کے بعد جب کعبہ کا دیدار کر کے آتا ہے...... پھر اس پر کوئی افسوس نہیں ہوتا...... کہ بیوی بچے کیوں چھوڑے...... اس پر کوئی افسوس نہیں...... گھر بار کیوں چھوڑا...... اس پر کوئی افسوس نہیں...... وطن کیوں چھوڑ کر گیا...... جب تک یہ نہ چھوڑتا بیت اللہ کی سعادت نہ ملتی...... یہ چھوڑا ہے تو اعزاز ملا ہے...... اس لئے اس کے چھوڑنے پر اب اس پر افسوس نہیں اس کو مبارکباد دی جائے گی...... ہر آدمی اسے سلام پیش کرے گا...... اب سب مبارکباد دے رہے ہو ایک آدمی دروازے پر آکر پیٹنا شروع کرے...... آپ کہیں تجھے کیا ہو گیا ہے؟

وہ کہے مجھے دکھ ہے...... یہ گھر سے دور ہو گیا تھا۔

مجھے بڑا افسوس ہے...... یہ بیوی بچوں سے علیحدہ ہو گیا تھا۔

مجھے بڑا افسوس ہے...... اس کا گھر یہاں تھا یہ بیچارہ وہاں چلا گیا۔

مجھے بڑا افسوس ہے...... اس نے اسی ہزار روپے خرچ کر دیئے ہیں...... ہم کہیں گے پاگل کہیں کے یہ افسوس کرنے کی چیز نہیں...... یہ ساری محنت کی اس لئے تھی...... کہ اللہ کا گھر دیکھے...... اگر بیت اللہ نہ دیکھتا...... تو پھر یہ افسوس بجا تھا...... اب جب دیکھ آیا ہے...... اب اس پر افسوس نہیں مبارکباد ہے۔

پیر حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت کو سلام:

میرے بھائیو...... ! یہ بیت اللہ دیکھے اتنے صدمے سہے...... جو اللہ کو دیکھے وہ یقیناً ان صدمات سے گزرتا ہے...... اور میرا عقیدہ اور موقف یہ ہے...... کہ میرا پیر حسین رضی اللہ عنہ اگر گھر نہ چھوڑتے...... بچے نہ چھوڑتے...... مدینہ نہ چھوڑتے...... مکہ سے روانہ نہ ہوتے...... یہ صعوبتیں نہ جھیلتے...... مصائب برداشت نہ کرتے...... ان پریشانیوں سے نہ گزرتے...... تو یقیناً شہادت کا اعزاز نہ حاصل کرتے...... اللہ کا

دیدار نہ حاصل کرتے...... یہ سب کچھ چھوڑا ہے.....تو وہ دیدار ملا ہے...... اگر حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کو یہ دیدار کی نعمت نہ ملتی......تو پھر میں بھی کہتا اور آپ بھی کہتے...... کہ مدینہ سے گئے مگر رب کا دیدار نہ کر سکے قبیلے سے گئے اور اللہ کے دیدار سے محروم ہو گئے۔

بیوی بچوں سے علیحدہ ہوئے......مگر رب کا دیدار نہ ہو سکا......اور جب اتنی بڑی نعمت مل گئی ہے...... اس نعمت کے مل جانے کے بعد اب افسوس نہیں...... ماتم نہیں...... واویلا نہیں...... چیخ و پکار نہیں...... ہائے ہائے نہیں...... بلکہ حسین رضی اللہ عنہ تیری عظمت کو سلام......! کہ تو نے بیوی بچوں کو چھوڑا...... گھر بار کو چھوڑا...... قبیلے کو چھوڑا...... مدینے کو چھوڑا...... مکے کو چھوڑا۔

ہائے حسین رضی اللہ عنہ یا واہ حسین رضی اللہ عنہ:

یہ سب صعوبتیں اس لئے برداشت کی گئیں...... کہ رب کا دیدار کرے...... صرف دیدار نہیں کیا...... بلکہ دیدار کرنے میں وہ درجہ کمال حاصل کیا ہے...... کہ سر سجدے میں ڈال کر رب کا دیدار حاصل کیا ہے......اس پر ہائے حسین نہیں...... بلکہ واہ حسین...... واہ حسین تجھے مبارک پیش کرتے ہیں...... کہ تو نے بڑی عظمت حاصل کی ہے...... تجھے سلام پیش کرتے ہیں...... کہ تو نے بڑا اعزاز حاصل کیا ہے۔

شہادت میں تکلیف یا لطف:

ایک آدمی کہنے لگا...... کہ یہ سب ٹھیک ہے......لیکن جب کوئی آدمی شہید ہوتا ہے......اسے خنجر لگتے ہیں...... تیر و تلوار، چھریاں، برچھے، بم یا جو بھی حادثاتی طور پر جدید چیز سامنے آئے......آخر وہ جب تڑپتا ہے......اس کی روح نکلتی ہے...... جب جسم مچلتا ہے تکلیف تو ہوتی ہے......؟ (وہ آدمی کہنے لگا) ہمیں اس تکلیف کا دکھ ہے...... یقیناً کسی کا بچہ تڑپ رہا ہو......خون میں لت پت مر رہا ہو...... یا مر چکا ہو......

شہید ہو گیا ہو...... شہادت کا اعزاز اپنی جگہ پر...... لیکن ماں باپ کبھی بیٹھ کر سوچتے ہیں...... کہ اس وقت اس پر کیا گزری ہوگی...... کتنی اس کو تکلیف ہوئی ہوگی...... یہ عام طور پر ہوتا ہے یا نہیں......؟ (ہوتا ہے) یہی ایک نقطہ سمجھانا چاہتا ہوں...... رونے والا کہتا ہے...... کہ میں تو اس کو روتا ہوں...... کہ اس کو تکلیف ہوئی تھی...... میں اس پر بھی دلائل رکھتا ہوں...... کہ یہ جھوٹ ہے...... بکواس ہے...... یہ روتا ہی نہیں ہے...... میں اس پر بھی ابھی دلائل دیتا ہوں کہ یہ اتنا بڑا فراڈ ہے اتنا بڑا دھوکہ ہے کہ ہمارے ارباب اقتدار کو بھی سمجھ نہیں آتا دنیا والے بھی پاگل ہیں ان کو بھی سمجھ نہیں آتا۔

میرے دوستو......! ایک بات ہے...... میری اور آپ کی کہ اس کو تکلیف ہوتی ہے...... اور ایک بات ہے...... آمنہ کے در یتیم نبی کریم ﷺ نے فرمایا لوگو......! جس وقت شہید شہید ہوتا ہے...... اس کو اتنی تکلیف بھی نہیں ہوتی جتنی کسی کو مکھی یا مچھر کاٹے...... جسے تم کہتے ہو یہ مچلا ہے...... تڑپا ہے...... تم کہتے ہو یہ اچھلا ہے...... جسے تم کہتے ہو یہ جانکنی کے عالم میں ہے...... جسے تم کہتے ہو اس کے جسم کا مسئلہ ہے...... میرے نبی کہتے ہیں اس کو مچھر یا مکھی کے کاٹنے جتنی تکلیف بھی نہیں ہوتی...... میری اور آپ کی سوچ سچی یا نبی کا فرمان سچا......؟ (نبی کا فرمان سچا) اب سمجھ میں آئے یا نہ آئے میں تو نبی ﷺ پر کلمہ پڑھتا ہوں پیغمبر پر ایمان رکھتا ہوں میرے نبی نے جو فرمایا ہے وہ سچ ہے اب میں وہ عقدہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ کیسے تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔

سیدنا یوسف اور ذلیخا کا دلچسپ واقعہ:

کہتے ہیں یوسف علیہ السلام پر عزیز مصر کی بیوی فریفتہ ہوگئی تھی...... عورتوں نے اسے طعنہ دیا...... کہ یہ تجھے کیا ہو گیا...... تیرا نوکر تھا...... غلام تھا...... بچہ تھا...... تو اس پر فریفتہ ہوگئی...... تجھے کیا ہو گیا ہے......؟ ذلیخا بڑی ذہین عورت تھی...... ملکہ تھی...... اس

نے سوچا کہ میں ان کو بیٹھ کر حسن یوسف علیہ السلام کی رعنائیاں سمجھاؤں بتاؤں..... تو یہ پاگل عورتیں ہیں کیا سمجھیں گی کہ یوسف کیا ہے.....؟ اس لئے بتانے کی بجائے ان کو دکھاؤں..... وہ بڑی سمجھ دار تھی اس نے ایسا کیا..... کہ سب عورتوں کو اکٹھا کر کے ایک جگہ بٹھایا..... فروٹ دیے..... ان کو چھریاں دیں..... کہا کہ تم ان فروٹوں کو کھاؤ..... میں تمہیں یوسف علیہ السلام دکھاتی ہوں..... یوسف علیہ السلام اللہ جل جلالہ کے نبی تھے.....اور نبی پاک دامن ہوتا ہے.....عفیف ہوتا ہے..... نبی کے تصور میں بھی گناہ نہیں آتا..... چنانچہ ذلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا.....اس کمرے سے نکلو.....اور دوسرے کمرے میں تشریف لے جاؤ.....اب یوسف علیہ السلام چونکہ نبی تھے..... انہوں نے غیر محرم عورتوں کو نہیں دیکھا..... یوسف علیہ السلام شرمیلے تھے..... سر جھکا کر گزرے..... یوسف علیہ السلام نے تو نہیں دیکھا.....لیکن اس عزیز مصر کی بیوی نے کہا..... کہ وہ یوسف علیہ السلام ہیں..... جب کہا کہ وہ یوسف ہیں..... ہاتھ میں چھریاں تھیں..... فروٹ ساتھ تھے..... سب بیٹھیں تھیں.....وہ سب ان فروٹوں کو کاٹ رہی تھیں..... اور نگاہ جب حسن یوسف پر پڑی.....قرآن کہتا ہے..... قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَاهٰذَا بَشَرًا ..... اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ''.....انگلیاں کٹ گئیں..... فروٹ کٹ گئے..... ہاتھ کٹ گئے.....جسم اور کپڑے خون سے تر ہو گئے..... نگاہ حسن یوسف پر تھی.....انگلیاں کٹ گئیں..... جب تک یوسف آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوا..... پتہ نہیں چلا.....اور جب یوسف علیہ السلام چلا گیا دیکھا تو یہ کیا ہو گیا؟

میرے دوستو.....! یوسف علیہ السلام مخلوق ہے..... اللہ خالق ہے..... یہ عبد ہے..... وہ معبود ہے..... یہ غلام ہے..... وہ آقا ہے..... جب اس کے حسن کا عالم یہ ہے..... کہ حسن یوسف علیہ السلام پر نظر پڑتی ہے..... انگلیاں کٹتی ہیں..... پتہ نہیں چلتا..... شہید جب شہید ہوتا ہے.....اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے.....اس وقت اس کی نگاہ

اللہ کے دیدار پر ہوتی ہے...... جب وہ رقص دیدار کے جلوے دیکھتا ہے...... اس کی گردن بھی کٹتی ہے اسے بھی پتہ نہیں چلتا۔

خاتم شہداء کربلا کون؟

اس لئے یہ شہادت اتنی بڑی نعمت ہے...... کہ اس کے مقابلے میں اللہ کے خزانے میں اور کوئی بڑی نعمت نہیں...... یہی ہے جسے اقبال نے کہا تھا...... شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن...... کہ مومن کی زندگی کا خلاصہ ہی یہی ہے...... کہ اللہ کے راستے میں جام شہادت نوش کر کے عظیم سعادت اپنے مقدر میں لیں...... پھر حسین ﷛ کی شہادت پر ایک بات کہتا ہوں...... بڑی عجیب بات ہے توجہ سے سننا:

- حسین کے نانا خاتم الانبیاء ہیں۔ • حسین کا بابا خاتم الخلفاء ہیں۔
- حسین کی اماں خاتم البنات ہیں اور حسین خاتم شہداء کربلا ہیں۔

شہادت حسین کا نرالا انداز:

اور میں اس کو ایک عجیب انداز میں بیان کرتا ہوں...... توجہ کرنا کہ جیسے حضور ﷺ آخر میں آئے...... اور پہلے تمام انبیاءؑ کے کمالات حضور ﷺ میں ہیں...... آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کے محاسن اللہ نے حضور ﷺ میں رکھے ہیں...... ایسے ہی حسین ﷛ کربلا میں شہید تو آخر میں ہوئے ہیں

لیکن......

- حسین ﷛ سے پہلے حمزہ ﷛ کی شہادت۔
- حسین ﷛ سے پہلے فاروق ﷛ کی شہادت۔
- حسین ﷛ سے پہلے عثمان ﷛ کی شہادت۔
- حسین ﷛ سے پہلے علی ﷛ کی شہادت۔
- حسین ﷛ سے پہلے اور بھی بہت شہداء ہیں۔۔

اللہ نے ان تمام شہداء کے کمالات جمع کر کے حسین ﷜ میں رکھ دیے ہیں.....اب وہ کون کونسے اور کیسے کمالات تھے.....اس وقت ان کا وقت نہیں..... کہ میں ان کو کھولوں.....لیکن ایک بات ضرور کہتا ہوں..... کہ سیدنا حسین ﷜ کی شہادت سب شہیدوں کی شہادت سے انوکھی نرالی اور منفرد ہے..... کہ امیر حمزہ ﷜ شہید ضرور ہیں.....لیکن مقابلہ میں لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا ہے۔

فاروق ﷜ شہید ضرور ہے.....مگر نماز کے قیام میں کھڑا ہے۔

عثمان ﷜ شہید ضرور ہے.....مگر تلاوت کرتے ہوئے۔

حضرت علی شہید ضرور ہیں.....مگر مسجد کے دروازے پر جاتے ہوئے مگر حسین ﷜ تیری شہادت کا یہ انداز نرالا ہے..... کہ سر سجدہ میں رکھا ہے.....اور حدیث کی کتابوں میں آتا ہے..... کہ جب مومن سر زمین پر رکھتا ہے.....سجدہ میں رکھتا ہے.....لیکن ظاہراً اس کا سر زمین پر ہوتا ہے حقیقتاً مسلمان کا سر اللہ کے قدموں پر ہوتا ہے۔

وقت شہادت اور سیدنا حسین ﷜:

اور اللہ کے قدم کہاں ہیں.....؟ الرحمٰن علی العرش استویٰ اللہ اپنے عرش پر ہے.....توجہ کریں مثال سے سمجھاتا ہوں..... کہ میں اس اسٹیج پر کھڑا ہوں.....میرے پورے جسم کا کونسا حصہ اسٹیج کے قریب ہے.....؟ (قدم) تو اللہ اپنے عرش پر ہے....., تو عرش پر اللہ کے قدم ہیں.....اور مومن جب سر سجدہ میں رکھتا ہے.....تو اس کا سر اللہ کے قدموں کے اوپر ہوتا ہے عرش نیچے ہے.....قدم اوپر ہیں.....قدم نیچے ہیں .....مومن کا سر اوپر ہے.....اور اب ذرا توجہ سے جو شہادت حسین کا تصور پیش کر رہا ہوں سمجھنا.....حسین ﷜ کی عظمت پر توجہ کریں.....حسین ﷜ نے جب سر سجدہ میں رکھا

ہے...... تم کہتے ہو کربلا...... میرا تصور ہے...... کہ کربلا نہیں عرش علیٰ ہے...... چونکہ نماز میں جو ہے...... تم نے کہا زمین پر سر ہے...... میرے نبی نے فرمایا سر سجدے میں رکھنے والا اللہ کے قدموں میں ہوتا ہے...... جاہل کہتے ہیں نہ کہ دل یار دے قدماں وچ نذرانہ...... حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں...... دل تو ایسے کہنے کی باتیں ہیں...... پتہ نہیں کوئی دیتے ہیں یا نہیں؟ یہاں سر رب کے قدموں میں نذرانہ اور پھر ایک بات سمجھیں...... مجاہد جب جہاد پر ہوتا ہے...... اس کی نماز کی عظمت ہی کچھ انوکھی ہے...... کہ وہ نماز میں اگر تلوار چلا رہا ہے...... تب بھی اس کی نماز نہیں ٹوٹتی...... اس کا رخ کعبہ سے ہٹ جائے...... تب بھی نماز نہیں ٹوٹتی...... اگر اس کے جسم سے خون بہہ رہا ہے...... تب بھی نماز نہیں ٹوٹتی...... جب وہ نماز کی نیت باندھ لے...... اس دوران جو عمل کرے وہ نماز میں ہوتا ہے...... اس کی نماز میں فرق نہیں آتا...... حسین رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کی ہے...... سر سجدہ میں ڈالا ہے...... اب سر رب کے قدموں پہ آیا ہے...... دشمن نے نیچے گرایا ہے...... اب دشمن نے سجدے سے ہٹایا...... وہ سینے پہ بیٹھا ہے...... لیکن حسین رضی اللہ عنہ نے تو سر نہیں اٹھایا...... میرا وجدان یہ کہتا ہے...... کہ سر رب کے قدموں پر تھا...... سر نیچے ہے یہاں حسین رضی اللہ عنہ نے اللہ کے قدموں پر اپنا سر رکھا ہے...... جب سر قدموں پر آیا رب کے چہرے پر نگاہ آئی۔

ذرا توجہ کریں! یوسف علیہ السلام گزرے عورتوں نے دیکھا...... کہ یوسف علیہ السلام ہیں...... لیکن یوسف علیہ السلام نے عورتوں کو نہیں دیکھا...... چونکہ وہ معصوم نبی تھے توجہ کریں! لیکن جب شہید جاتا ہے...... رب نے تو دیکھنا ہے...... کہ میرا پیارا میرے پاس آ کیسے رہا ہے......؟ جان کیسے پیش کر رہا ہے......؟ میرا وجدان یہ کہتا ہے...... کہ حسین رضی اللہ عنہ نے جب سر رکھا ہے نا رب کے قدموں پر اب سر نیچے تھا نگاہ اللہ کی طرف تھی...... صرف حسین رضی اللہ عنہ کی نگاہ رب پر نہیں...... بلکہ رب کی نگاہ حسین رضی اللہ عنہ کے

چہرے پر حسین ﷛ کی نگاہ رب کے چہرے پر اور یہ نظارہ عجیب ہوگا کہ۔

آنکھوں آنکھوں میں اشارے ہو گئے
تم ہمارے ہم تمہارے ہو گئے۔

اوئے جس کو رب اتنی بڑی عزت دے دے..... کہ تو میرا میں تیرا اسے ہائے نہیں کہا جاتا..... اسے واہ کہا جاتا ہے..... وہ ہائے کے لائق نہیں..... وہ واہ کے قابل ہے..... جو اتنا بڑا اعزاز ہے..... کہ رب خوش ہو رہا ہے..... یہ میرا بندہ ہے..... میرے دروازے پر آیا ہے..... اس نے میرے دروازے پر سر رکھا ہے..... اس نے میری چوکھٹ پر سر رکھا ہے..... اس نے میرے قدموں پر سر رکھا ہے..... پھر رب اسے دیکھتے ہیں..... کس انداز سے جان پیش کر رہا ہے..... اللہ اسے دیکھتے ہیں..... وہ رب کو دیکھتا ہے..... اتنی محبت و الفت کو حاصل کرنے والا..... یہ ہائے کے قابل نہیں..... یہ واہ کے لائق ہے مبارکباد کے لائق ہے..... سلام عقیدت کے لائق ہے..... خراج تحسین کے لائق ہے..... اس لئے ہم حسین ﷛ کو زندہ آباد کہتے ہیں..... کہ شہید زندہ ہوتا ہے۔

تم کرتے رہو اپنے گناہوں کی تلافی
ہم زندہ و جاوید کا ماتم نہیں کرتے

تم نے قتل حسین ﷛ کا گناہ کیا ہے..... تم ماتم کرو..... ہم حسین ﷛ کو زندہ سمجھتے ہیں..... ہم حسین ﷛ پر ماتم نہیں کرتے۔

میرے بھائیو..... ! انتظامیہ کے ذمہ دار بھی یہاں پر ہوں گے..... اور یہ شہر ویسے ہی بڑا حساس ہے..... اس کو بڑی بڑی نسبتیں حاصل ہیں..... اور میں انتظامیہ کی وساطت سے ایک بات کہتا ہوں..... کہ جنرل صاحب ! آمنے سامنے بٹھاؤ حسینیت ﷛ کا تعین کرو..... کہ حسینیت ﷛ ہے کیا؟

- حسینیت ﷺ کہتے کس کو ہیں؟
- حسینیت ﷺ کس چیز کا نام ہے؟
- اسوہ حسین ﷺ کیا ہے؟
- کردار حسین کیا ہے؟
- مشن حسین ﷺ کیا ہے؟
- ادائے حسین ﷺ کیا ہے؟

اور پھر اس کو سامنے رکھ کر آمنے سامنے بٹھاؤ......! پھر سوچ و بچار کے ساتھ فیصلہ تمہیں کرنا ہوگا...... کہ حسینیت کے کردار پر سنی عمل کرتا ہے...... حسینیت ﷺ کے مشن کو سنی زندہ کرتا ہے...... حسینیت ﷺ کے مؤقف پہ سنی اپنی جان پیش کرتا ہے......؟ یا کوئی اور ایسا کرتا ہے...... اس کو تم ثابت کرو، واضح کرو، حسینیت ﷺ کا تعین کرنا پڑے گا...... اس کی روشنی میں دیکھو...... یہ غلط باتیں اور غلط افواہ ہے...... کہ جی یہ ٹھیک ہے یہ دس دن (عشرہ اوّل از ماہ محرم) ان کے ہوتے ہیں...... چونکہ محبت اہل بیت ﷺ ہے......، یہ محبت نہیں...... بلکہ یہ اوّل درجہ کی دشمنی کا ثبوت دیتے ہیں...... اور میں اس پر دلائل رکھتا ہوں۔

اسوۂ حسینی و حسینیت:

حسینیت ﷺ کیا ہے......؟ حسینیت ﷺ صبر کا نام ہے۔

- اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ۔
- اِسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَالصَّبِرُوْا۔
- اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا۔
- وَاصْبِرْ وَمَاصَبْرَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

- فَاالصُبِرُ كَمَا صَبَرَ۔
- وَلَا تُوَلُّواهُمُ الْاَ دُبَار۔
- وَلَا تَهِنُوْ اوَلَا تَحْزَنُوا۔
- وَالصَّابِرِيْنَ فِیْ الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآء۔
- وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصَّابِرِيْنَ۔
- وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْر" الصَّابِرِيْن۔
- وَاِنْ تَصْبِرُوْ خَيْرُلَّكُمْ۔
- وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَاكَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔
- اِنَّمَا يُوَ فَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔
- وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ۔
- وَلَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَاِنَّ ذَالِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔
- وَعَمِلَ صَالِحاً وَلَا يُلَقّٰهَا اِلَّا الصَّابِرُوْنَ۔
- وَمَا يُلَقّٰهَا اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْاحَظٍّ عَظِيْمٍ۔
- سَلَام" عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْ تُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔
- وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّة" يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِ نَالَمَّا صَبَرُوْا۔
- وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ

بار بار قرآن اور پیغمبر ﷺ نے صبر کی تلقین فرمائی...... حسین ؓ نے کربلا میں بھی صبر کرنے کی تلقین کی ہے...... حسینیت ؓ صبر کا نام ہے...... اس وضاحت کے بعد اب بتاؤ حسین ؓ کے مشن پر کون عمل کرتا ہے...... جو شخص صبر نہیں کرتا ماتم کرتا ہے...... وہ حسین ؓ کی دشمنی مول لیتا ہے...... وہ حسین ؓ کے مشن کو نہیں اپناتا...... حسین ؓ کے مشن سے غداری کرتا ہے...... تم غداری کو محبت کہتے ہو تمہاری

عقل ماری گئی ہے۔ حسینیت ﷺ کیا ہے؟ کربلا کے ریگ زاروں میں سر سجدہ میں رکھ کر حسین ﷺ نے جان دی ہے..... نماز پڑھنا حسینیت ﷺ ہے..... اور نماز کربلا میں باجماعت پڑھنا حسینیت ﷺ ہے..... فیصلہ کرو نماز اور پھر نماز بھی باجماعت کس کے پاس ہے..... جو پڑھتا ہے وہ حسین ﷺ کے مشن پر ہے..... جو نماز نہیں پڑھتا..... باجماعت ادا نہیں کرتا..... جس کے مسلک میں نہ کوئی نماز کا تصور ہو..... نہ جماعت کا تصور ہو..... وہ حسین ﷺ کے مشن پر نہیں..... بلکہ وہ حسین ﷺ کا غدار ہے..... حسین کا دشمن ہے..... حسینیت ﷺ کا راستہ متعین کرو..... حسین ابن علی ﷺ نے پچیس حج کئے..... ایک دفعہ بھی زواری نہیں کی..... کعبۃ اللہ روضہ رسول اللہ پہ جانا حسینیت ﷺ کا نام ہے..... اس حسینیت ﷺ کے راستے کو متعین کرو..... اور فیصلہ کرو..... کہ جو شخص اس مشن پر عمل کرتا ہے وہ حسین ﷺ کے مشن کو اپنا رہا ہے..... اور جس کے نصیبے میں حج نہیں..... وہ حسینیت ﷺ پہ عمل نہیں کر رہا..... بلکہ وہ حسین ﷺ کا دشمن ہے..... یہ جو ایران نجف کربلا اور فلاں فلاں کی زیارتوں کے لئے چلتے ہو..... مکہ مدینہ کی زیارت سے محرومی ہے..... یہ حسین ﷺ کے مشن سے غداری ہے..... حسینیت ﷺ کا راستہ متعین کرو..... آؤ سیرت کی کتابیں پڑھو..... سیدنا حسین ﷺ کے چہرہ اطہر پہ داڑھی تھی..... اور حدیث کی کتابوں میں ہے..... کہ سیدنا علی کی داڑھی تو اتنا تھی..... کہ سیدنا علی ﷺ کا پورا سینہ داڑھی مبارک سے بھرا ہوا تھا..... علی ﷺ جب مصلے پر کھڑے ہو کر امامت کرواتے تھے..... صحابہ ﷺ کہتے ہیں..... کہ ہم پیچھے سے حضرت علی ﷺ کی تلاوت کا انداز اور ان کی داڑھی مبارک کے بالوں کی حرکت سے محسوس کرتے تھے..... چونکہ چہرہ بڑھا ہوا تھا..... یہ حسینیت ﷺ ہے..... یہ کیا حسینیت ﷺ ہے؟ موچھیں بڑھا دینا..... اور داڑھی کٹوا لینا..... حسینیت ﷺ کا نام لے لینا..... یہ حسین کا مشن نہیں..... بلکہ یہ حسین ﷺ کے مشن سے غداری ہے..... وفاداری

نہیں...... حسینیتؓ کا راستہ متعین کرو...... حسینیتؓ روزہ رکھنے کا نام ہے ...... شربتیں پینے کا نام نہیں ہے...... حسینؓ کو دس محرم کو کربلا میں روزہ تھا یا شربتیں پی رہے تھے......؟ (روزہ تھا)

اب جو روزہ رکھتا ہے...... وہ حسینیتؓ پر ہے...... اور جو شربتیں پیتا ہے...... یہ حسینیت نہیں ہے...... صرف یہاں تک بس نہیں...... آپ سیدنا حسینؓ کی ساری زندگی کو سامنے رکھیں...... ان کے پورے حالات کو سامنے رکھیں...... میں کہتا ہوں...... سیدنا حسینؓ کو جج تسلیم کرو...... آؤ آج کھلے لفظوں میں کہہ رہا ہوں ......اور بڑے ثبوت سے بات واضح کرتا ہوں...... شیعہ سنی فساد پاکستان میں ایک گھنٹے میں حل کرنے کا میں دعویٰ کرتا ہوں...... اور اس پر دلائل رکھتا ہوں...... اگر ارباب اقتدار اس پر مخلص بن جائیں...... میں اکابرین علمائے دیوبند میں سے فضل الرحمٰن ہو......مولانا اعظم طارق یا سمیع الحق ہوں...... ان تمام لوگوں کی ضمانت دیتا ہوں...... حسینؓ کو شیعہ سنی فساد کے کیس کا جج تسلیم کرلو...... ایک گھنٹے میں شیعہ سنی فساد پورے ملک میں ختم ہوسکتا ہے...... اور اس کا طریقہ یہ ہے...... جس کو حسینؓ نے مانا ہے...... اس کو مان لو جس کو نہیں مانا ہے اسے نہ مانو...... اس کا کیا مطلب؟ سیدنا حسینؓ اور سیدنا صدیقؓ کے دور حکومت ابوبکرؓ کی حسینؓ سے محبت اور حسینؓ کی ابوبکرؓ سے محبت یہ حسینیتؓ ہے...... اور ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔

حسینؓ نے صدیقؓ کو مانا ہے...... صدیقؓ کو ماننا حسینیتؓ ہے...... صدیقؓ کا انکار کرنا حسینؓ سے دشمنی ہے۔

حسینؓ نے فاروقؓ کو تسلیم کیا ہے...... فاروقؓ کو ماننے کا نام حسینیتؓ ہے...... فاروقؓ کا انکار کرنا حسینیتؓ کا انکار ہے۔

حسین ﷺ نے عثمان ﷺ کو تسلیم کیا ہے..... عثمان ﷺ کے دور حکومت میں حسین ﷺ نے جنگوں میں شرکت کی ہے..... حضرت عثمان ﷺ کی حکومت واقتدار کو تسلیم کرنا..... ان کی عزت وآبرو کی حفاظت کرنا..... ان کے تقدس کے لئے جان پیش کرنا..... یہ حسین ﷺ کا کردار ہے..... اور اس پر اہل سنت قائم ہیں..... اس کو تم اسوہ حسین ﷺ تسلیم کرو..... آؤ اس مشن پر حسینیت کا تعین کرو..... حسین ابن علی ﷺ نے امیر معاویہ ﷺ کے ساتھ تعلقات رکھے ہیں..... جن سے حسین ابن علی ﷺ نے تعلقات رکھے ہیں..... ان سے تعلق رکھنا حسینیت ﷺ ہے..... جس کو حسین ﷺ نے چھوڑا ہے..... ان کو ہم چھوڑتے ہیں..... جن کو حسین ﷺ نے اپنایا ہے اسے سب اپنائیں..... اس کے بعد دنیا کے اندر کوئی اختلاف نہیں رہے گا..... کوئی شیعہ سنی اختلاف نہیں رہے گا..... اتحاد واتفاق کی بات کرتا ہوں..... حسین ﷺ کو حج تسلیم کرو..... جن کو حسین ﷺ نے مانا ہے اسے مان لو..... جس کو نہیں مانا اسے نہ مانو..... میں یہ ایک منٹ کے لئے مان لیتا ہوں..... کہ حسین نے یزید کو نہیں مانا..... اور یہ بھی ایک حقیقت ہے..... کہ سیدنا حسین کا کوئی ایسا خطبہ نہیں..... جو کچھ آج کہا جاتا ہے حضرت حسین ﷺ نے کسی تقریر میں ایسے نہیں کہا..... پھر کہتا ہوں..... کہ میں یزید کی کوئی وکالت نہیں کر رہا..... میں امیر معاویہ ﷺ کی وکالت ضرور کرتا ہوں..... چونکہ وہ صحابی ﷺ رسول ہیں..... ہم صحابہ ﷺ کے وکیل صفائی ہیں..... جس نے یزید کو نہیں مانا میں بھی نہیں مانتا..... جو حسین ﷺ کا نہیں وہ میرا نہیں..... لیکن جس کو حسین ﷺ نے مانا ہے اسے تو مانو..... اسی کو تو تسلیم کرو..... اسی کا نام حسینیت ﷺ ہے۔

اسوہ حسینی اور اہل سنت:

ہم تو رسول اللہ کے تقدس کو سلام پیش کرتے ہیں..... تحدیث بالنعمت کے طور پر کہتے ہیں..... کہ ہم حسینی ﷺ ہیں..... حسین ﷺ کے مشن پر قائم ہیں..... حسین ﷺ

کے اسوہ پر قائم ہیں...... حسین ﷜ کے موقف پہ قائم ہیں۔
حسین ﷜ قرآن کا قاری تھا......اب اہل سنت کے پاس قرأت موجود ہے۔
حسین ﷜ حافظ تھا......آج ہمارے سات، سات آٹھ، آٹھ سال کے بچے قرآن کے حافظ ہیں۔
حسین ﷜ عالم تھا......آج ہمارے مساجد اور درسگاہوں میں عالم ہیں۔
حسین ﷜ کا تعلق مسجد سے تھا...... ہمارے پاس مساجد موجود ہیں۔
حسین ﷜ کا تعلق بیت اللہ سے تھا......آج ہمارا تعلق بیت اللہ سے ہے۔
حسین ﷜ صبر کرتے تھے......آج ہم صبر کی تلقین کرتے ہیں۔
حسین ﷜ شاکر تھے...... اللہ کی رضا پر شکر بھی کرتے تھے......آج ہم نے شکر کا سبق دیا ہے...... جو حسینیت ﷜ ہے وہ ہمارے پاس ہے......اس لئے ہم حسین ﷜ کا ماتم نہیں رکھتے......ہم حسین ﷜ کی عظمتوں کو سلام پیش کر کے ہائے حسین نہیں ......بلکہ واہ حسین کہتے ہیں۔

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا واہ حسین ﷜
جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا واہ حسین ﷜
جو جواں بیٹے کی میت پر نہ رویا واہ حسین ﷜
جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا واہ حسین ﷜
جس نے سب کچھ کھو کر پھر بھی کچھ نہ کھویا واہ حسین ﷜
واہ حسین واہ حسین ﷜ واہ حسین ﷜
گل افشاں ہے آج تک تیری ہمتوں کا باغ
آندھیوں میں بھی جل رہا ہے تیرا چراغ

علامہ ندیم سے ایک سوال اور حیران کن جواب:

ایک آدمی کہنے لگا مولوی صاحب......! قرآن ہاتھ سے نیچے گر گیا......تم نے کہا ہائے قرآن گر گیا...... نبی ﷺ کا نواسہ گرا تو نے ہائے نہیں کی......؟ میں نے کہا پاگل ہم نے قرآن کی تو ہائے نہیں کی...... یہ تو اللہ کا کلام ہے...... یہ تو واہ واہ ہے۔

- ہائے اس ہاتھ پر جس نے قرآن گرایا۔
- ہائے حسین ؓ پر نہیں ابن زیاد پر۔
- ہائے حسین ؓ پر نہیں شمر پر۔
- ہائے حسین ؓ پر نہیں باغیوں پر۔
- ہائے حسین ؓ پر نہیں کوفیوں پر۔
- ہائے حسین ؓ پر نہیں خط لکھنے والے غداروں پر۔
- ہائے حسین ؓ پر نہیں چھیڑنے والے غداروں پر
- ہائے حسین ؓ پر نہیں حسین کے دشمنوں پر۔

حسین ؓ پر واہ واہ ہے...... وہ تو کل بھی واہ واہ تھا...... آج بھی واہ واہ ہے......، واہ حسین ؓ جس کی عظمت ہو ہم اسے ہائے نہیں کہتے...... ہائے تو اس کو کہا جاتا ہے...... جو مردہ ہو...... حسین ؓ زندہ ہے...... اور زندہ کو مبارکباد پیش کی جاتی ہے...... اس لئے شہیدوں کا ماتم نہیں ہوتا...... مردوں کا ماتم ہوتا ہے...... شہید زندہ ہوتا ہے اور زندہ آدمی کی عظمت کو سلام پیش کیا جاتا ہے...... اس لئے ہم حسین ابن علی ؓ کے تقدس کو مبارک باد پیش کرتے ہیں...... اللہ حضرت امام حسین ؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

فضیلت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

خطبہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَآئِرِالْاُمَم...... بِرِسَالَةِ مَنِ اخْتَصَّه' مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاهِرِ الْحِکَمِ ......وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَبَآرَكَ وَسَلَّمْ...... مَا نَطَقَ الِلّسَانُ بِمَدْحِهٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ ...... اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمَ......بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ......انمایریدالله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرا......قال النبی ﷺ الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة ......قال النبی ﷺ ان جبریل کان معنافی البیت فقال اتحبه؟یعنی الحسین فقلت امافی الدنیا فنعم فقال ان امتك ستقتل هذا بارض یقال لها کربلا فتناول جبریل من تربته فارانیه......(١)صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمِ......وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ...... وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ...... وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

تمہید:

لائق صد تعظیم وتکریم...... بزرگو......!دوستواور بھائیو......!ایک ہے واقعہ وسانحہ کربلا...... ہر سال آپ اس عنوان کو سنتے رہتے ہیں ......میں اس قصے کو نہیں دہرانا چاہتا......دوسری چیز سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ابن علی رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ......اٹھاون سالہ زندگی ...... اور صدیق رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کا دور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے کیا تعلق تھا۔

---

(١) کنز العمال ص٥٨ ج١٢ عن ام سلمة رضی الله تعالی عنها

سیدنا حسینؓ کا حضرت عثمانؓ سے کیا تعلق تھا...... سیدنا حسینؓ کا حیدر کرارؓ سے کیا تعلق تھا...... سیدنا حسینؓ کا امیر معاویہؓ کے دورِ اقتدار میں ان کے ساتھ کیا نسبتیں اور تعلق داری تھی۔ یہ ساری وہ باتیں ہیں جن کو اہل سنت والجماعت مسلمان بخوبی جانتے ہیں۔

سنی مسلمان کی نشانیاں:

بلکہ امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہؒ کا بڑا مشہور قول ہے...... وہ فرمایا کرتے تھے...... علامة اهل سنت على الثلاث...... سنی مسلمان کی تین نشانیاں ہیں...... مفضل الشیخین...... ابوبکرؓ عمرؓ کو پوری امت پہ فضیلت ہے...... حضرت عثمانؓ اور سیدنا علیؓ کا احترام کرنا...... فرمایا...... محب الحسنین...... سیدنا حسنؓ اور حسینؓ سے محبت رکھنا...... حسن اور حسین کی محبت اہل ایمان اہل سنت کے ایمان کا حصہ ہے...... حضرت سیدنا عثمانؓ اور علیؓ کا احترام ہمارے ایمان کا وہ حصہ ہے...... ابوبکرؓ اور عمرؓ کو پوری امت پہ فضیلت دینا یہ بھی ہمارے ایمان کا حصہ ہے...... حضرت حسینؓ بڑی عظمتوں کے مالک ہیں...... آج میں آپ کے سامنے ایسی عظمتیں رکھنا چاہتا ہوں ...... جن کو بالکل منفرد انداز سے پیش کرنا چاہتا ہوں...... اس پر توجہ کریں گے...... تو آپ کو وہ باتیں سمجھ آئیں گی...... نواسہ رسول ﷺ ہونا اپنی جگہ ایک بڑا اعزاز ہے...... اور پھر اللہ نے رحمت کائنات ﷺ کو چار نواسے عطا کیے تھے...... سب سے بڑے نواسے کا نام علی ابن العاص زبیری تھا...... دوسرے نواسے کا نام عبداللہ ابن عثمان تھا...... پہلا نواسہ حضرت زینبؓ جو حضور ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی ہے...... اللہ نے انہیں دنیا میں بھیجا...... اور وہی علی ابن العاص زبیری وہ جب دنیا سے رخصت ہوئے۔

یہ ایک عجیب اتفاق تھا...... ایک مرغے نے ان کی آنکھ میں چونچ ماری...... جس کی وجہ سے آنکھ زخمی ہوئی ...... اور اس زخم کی تاب نہ لاتے ہوئے ...... انہوں نے جام

شہادت نوش کیا...... دوسرا بچہ سیدنا عبداللہ ابن عثمانؓ جو سیدہ رقیہؓ کے بطن اطہر سے حضرت عثمان ابن عفانؓ کے گھر میں آیا اور یہ بچہ بھی شہید ہوگیا...... پھر حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ حضور ﷺ کی سب سے آخری اور لاڈلی لخت جگر نور نظر خاتون جنت سیدہ بی بی بتول بنت رسول سلام اللہ علیہا کے بطن اطہر سے اللہ نے دو صاحبزادے عطا کئے...... سیدنا حسنؓ اور حسینؓ حضرت حسنؓ بڑے تھے...... حسینؓ چھوٹے تھے نواسے ہونے کے لحاظ سے تو وہ دو بھی نواسے تھے...... یہ بھی نواسے ہیں وہ بھی رسول اللہ کی بیٹیوں کی اولاد ہیں...... یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کی اولاد ہیں۔

صفات حسینؓ:

لیکن حسینؓ ابن علیؓ میں اللہ تعالیٰ نے کچھ عجیب صفات رکھی تھیں...... جو حسینؓ کے تفرد کو ظاہر کرتی ہیں...... ان میں سے کچھ باتیں منجانب اللہ ودیعت تھیں...... ان میں ایک بات یہ تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خاتمیت کا اعزاز...... آخری ہونے کا اعزاز جو اللہ نے کچھ لوگوں کو عطا کیا ہے...... جو رسول اللہ امام الانبیاء حضرت حسینؓ کے نانا ہیں ...... نانا انبیاء میں آخر ہے...... حضرت حسینؓ کے ابا علی مرتضیٰ وہ خلفاء میں آخر ہیں ...... حضرت حسینؓ کی اماں سیدہ فاطمۃ الزہراؓ وہ بنات رسول ﷺ میں آخر ہے...... اور پھر حسینؓ ابن علیؓ کو کئی آخری ہونے کے اعزاز ملے نبی ﷺ کے نواسوں میں آخری نواسہ ہے ...... کربلا کے شہیدوں میں آخری شہید ہے...... گویا ختم نبوت کا تاج...... نانا ﷺ کے سر پر ...... ختم خلافت کا تاج...... باپ کے سر پر...... بنات کا تاج پیغمبر ﷺ کی بیٹیوں میں آخری ہونے کا تاج حضرت حسینؓ کی اماں کے سر پر ختم شہادت کا تاج...... خود حسینؓ ابن علیؓ کے سر پر...... پھر اس حسین کے کئی نام اللہ کے نبی ﷺ نے بڑی محبت سے رکھے...... حسینؓ نام رسول اللہ ﷺ نے چنا تھا...... صفت النبی ﷺ کہا جاتا تھا...... ان کو جگر گوشہ رسول ﷺ بھی

کہا جاتا تھا......ابن رسول بھی کہا جاتا تھا......اولاد رسول ﷺ کے نام سے بھی ان کو اعزاز ملے ہیں......اور پھر یہ اعزاز ان کے حصہ میں آیا ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ کا سب سے زیادہ پیارا:

کہ اللہ کے نبی ﷺ سب سے زیادہ ان سے پیار کرتے تھے......یہی وہ لاڈلا ہے......جس کے لئے پیغمبر ﷺ منبر چھوڑ کر نیچے تشریف لے جاتے ہیں......شہزادے کو اٹھاتے ہیں......سینے سے لگاتے ہیں پھر منبر پر تشریف لا کر ایک جملہ کہتے ہیں۔

اللہ کا فرمان:

انما اموالکم و اولادکم فتنہ...... مال اور اولاد آزمائش ہے......(۱) امتحان ہے......آج محمد ﷺ کا بھی امتحان ہوا ہے......میں اپنے بچے کو ننگے پاؤں زمین پر چلتے ہوئے......اس تپتی ہوئی دھوپ میں آتے ہوئے دیکھ کر برداشت نہیں کر سکا......بچے کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے......میں نے خطبہ چھوڑا ہے......شہزادے کو سینے سے لگالیا ہے......یہ اعزاز اس بچے کو حاصل ہے......پیغمبر ﷺ جس کو اپنی زبان چساتے ہیں۔

حدیث کی کتابوں میں آتا ہے......بارش ہو رہی تھی......محبوب ﷺ جلدی سے جاتے ہیں......اس شہزادے کو اٹھا کر چادر اوپر ڈالتے ہیں......اور سیدہ فاطمہ بتولؓ سے فرماتے تھے......میری بیٹی! میں اس بچے کے لئے کسی مصیبت کو برداشت نہیں کر سکتا......بارش ہوتی ہے......مجھے خطرہ ہوتا ہے کہ بچے کا پاؤں پھسل نہ جائے......یہ زمین پر گر نہ جائے......اس لئے اس لاڈلے کا خیال کیا کر۔

---

(۱) صدق اللہ ورسولہ انما اموالکم واولادکم فتنہ نظرت الی ہذین الصبین عمشیان ویعثران فلم اصبر حتی قطعت حدیثی ورفعتھما (عن بریدۃ کنز العمال ص ۵۳ ج ۱۲۔ فضائل الصحابہ رضی اللہ عنہم ص ۷۷۱ ج ۲)

سیدنا حسینؓ کے رونے کی وجہ سے رحمت کائنات کا بے تاب ہونا:

کم سنی کے عالم میں حضرت حسینؓ اپنے گھر میں روتے ......رحمت کائنات بے تاب ہو جاتے ......اپنے حجرہ اقدس سے نکل کر......اماں فاطمہؓ کے حجرے میں جاتے...... اور جا کر کہتے بیٹی میں محمد ﷺ سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں ......اس کمسن شہزادے کا آنسو بہانا رونا بے تاب ہونا برداشت نہیں کر سکتا......اس بچے کے حصے میں یہ عظمت ہے......ان کی خصوصیات میں یہ بات ہے......اللہ نے یہ عظیم تقدس اس شہزادے کے حصہ میں رکھا ہے ......آج میں کسی بڑے عالم سے حدیث کا سبق پڑھ لوں...... اپنے لئے اعزاز سمجھتا ہوں...... کہ میں نے قاری محمد طیبؒ دیوبند کے مہتمم سے پڑھا ہے......اپنے لئے اعزاز سمجھتا ہوں ...... میں نے عبداللہ درخواستیؒ سے تفسیر پڑھی ہے......اپنے لئے اعزاز سمجھتا ہوں ......میں نے مفتی محمودؒ سے حدیث پڑھی ہے......اپنے لئے اعزاز سمجھتا ہوں ......میں نے علامہ کشمیریؒ سے حدیث پڑھی ہے......اپنے لئے اعزاز سمجھتا ہوں......اگر میں کسی بڑے عالم کے پاس دو دن بیٹھ جاؤں......تو میرے لئے فضیلت ہے......اس شہزادے کے تقدس کا کیا عالم ہوگا ......جو نبوت کی گود میں کھیلا ہوا......س کے تقدس کا کیا عالم ہوگا......جو نبوت کی زلفوں سے کھیلا ہو......اس کے تقدس کا کیا عالم ہوگا...... جو نبی کے کندھوں پہ سوار ہوا ہو......اس کے تقدس کا کیا عالم ہوگا......جو خود کہا کرتے تھے...... علمنی رسول اللہ علمنی جدی......میرے نانا محمد ﷺ نے مجھے سکھایا تھا......میں نے وضو کرنے کا طریقہ اپنے نانا محمد ﷺ سے سیکھا ہے......میں نے نماز پڑھنے کا سلیقہ اپنے نانا محمد ﷺ سے سیکھا ہے......سات روایتیں حدیث کی کتابوں سے ملتی ہیں......جو حضرت حسینؓ نے براہ راست رسول اللہ ﷺ سے نقل کی ہیں......حضرت حسینؓ فرمایا کرتے تھے......میں چھوٹا سا بچہ تھا......اللہ کے نبی ﷺ نے مجھے دعا سکھائی......

اللہ الذی لایضر مع اسمہ شئی فی الارض ولافی السمآء وھو السمیع العلیم
...... بیٹے صبح شام اس کو پڑھ لیا کرو...... جو آدمی پڑھ لیتا ہے وہ ہر آفت ومصیبت سے محفوظ ہو جاتا ہے...... اعوذ بکلمات اللہ التامہ ...... یہ دعا اللہ کے نبی ﷺ نے مجھے سکھائی ...... حضرت حسینؓ فرمایا کرتے تھے...... میں نے دعاء قنوت رسول اللہ ﷺ سے سیکھی ہے...... حضرت حسینؓ فرمایا کرتے تھے...... میں نے دعاء قنوت رسول اللہ ﷺ سے سیکھی ہے ...... میں نے نماز کا سلیقہ اللہ کے نبی ﷺ سے سیکھا ہے...... محبوب ﷺ نے مجھے دعائیں سکھائی ہیں۔

شاہوں کے لیے صدقے کا حکم:

حتی کہ ایک موقعہ پر صدقے کی کھجور منہ میں ڈال لی...... پیغمبر ﷺ نے میرے منہ میں انگلی ڈال کر صدقے کی کھجور نکال کر کہا...... بیٹے خیال کرنا...... یہ نبوت ﷺ کا خاندان ہے...... سادات ہے...... اور سادات قوم مال کا میل نہیں کھایا کرتے ...... یہ صدقے کی چیز ہے...... قوم کا مال ہے...... اللہ نے سیدوں کو اس سے محفوظ رکھا ہے...... جو آج صدقہ کھا جائے گا...... وہ کل کسی میدان میں شہزادہ شاہسوار بن کر کیسے کھڑا ہوگا......؟ اس لئے حلال مال پہ ہوتا...... کہ اللہ کے حضور ﷺ قربانی دینے میں آسانی رہ جائے...... ہر موڑ پہ نگرانی نبوت ﷺ نے کی ہے...... محبوب ﷺ کے جانے کے بعد صحابہؓ سب سے زیادہ احترام ان دونوں شہزادوں کا کرتے تھے۔

شہداء کی شہادتوں کا عکس:

حضرت حسینؓ کی شہادت پر آج ایک اہم بات کہنا چاہتا ہوں ...... وہ یہ کہ دنیا میں جتنی شہادتیں ہوئیں بالکل تفرد ہے...... جتنے شہید عظیم آئے...... ان تمام شہیدوں

کی شہادتوں کا عکس کامل اور مجموعہ اگر دنیا میں کوئی ہستی ہے ......تو وہ حسینؓ ابن علیؓ ہے ......آج صرف اس پر دلائل پیش کرنا چاہتا ہوں ...... ہر شہید کی شہادت کا عکس اللہ نے حسینؓ میں کیسے رکھا......؟ حضرت حسینؓ سے ہر صحابیؓ محبت کرتا تھا......حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اٹھایا......آج میں آپ کو بتا رہا ہوں...... کہ ہمارا حسینؓ کتنا عظیم ہے اہل سنت والجماعت اس حسینؓ کو مانتے ہیں......جس کی پیشانی کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا تھا...... ابن العلی وجھالنبی ...... بیٹا تو علیؓ کا ہے چہرہ تو نبی ﷺ کا ہے......اس میں کوئی شک نہیں ہے...... کہ تو علی کی مناسبت سے آیا ہے......لیکن تیرا چہرا دیکھ کر ہمیں رسول اللہ ﷺ یاد آ جاتے ہیں ......جس حسینؓ کے احترام کے لئے فاروقؓ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے...... بیٹے کے لئے نہیں اٹھے ......نواسہ رسول ﷺ کے لئے اٹھے ......اور جب اتنا کہا ابا جان مجھے پیسے کم دیئے ......اس کو زیادہ کیوں دیئے...... میں بدری ہوں وہ بدر میں بھی نہیں آیا...... میں ہر جنگ میں لڑا ہوں وہ کم سنی کے عالم میں تھا۔

غلام اور شہزادہ:

فرمایا خبردار......!نبوت کے شہزادے کا مقابلہ نہ کرنا...... اس کے نانے جیسا تیرا نانا نہیں ......اس کی نانی جیسی تیری نانی نہیں......اس کی اماں جیسی تیری اماں نہیں......اس کی پھوپھیوں جیسی تیری پھوپھیاں نہیں......اس کی خالائیں جیسی تیری خالائیں نہیں......نبوت اس قرابت اور رشتہ داری کے اعتبار سے اس کے باپ جیسا تیرا باپ نہیں......اس کے خاندان جیسا تیرا خاندان نہیں......اس کا نانا مصطفیٰ ہے ......تیرا نانا مصطفیٰ نہیں......اس کی نانی خدیجۃ الکبریٰؓ ہے ......تیری نانی خدیجۃ الکبریٰ نہیں......اس کی اماں پیغمبر کی دختر نیک اختر فاطمۃ الزہراءؓ ہے...... تیری اماں فاطمہؓ نہیں......اس کی خالائیں رقیہؓ کلثومؓ زینبؓ نبوت کی بیٹیاں ہیں...... تیری خالائیں نبوت کی

بیٹیاں نہیں......وہ نبی کے چچازاد بھائی کا بیٹا ہے......تو نبوت کا بیٹا نہیں......وہ نبی کا خاندان ہے......تو نبی کا خاندان نہیں......وہ پیغمبر ﷺ کے قبیلے سے ہے......تو پیغمبر ﷺ کے قبیلے سے نہیں......ابن عمر ہوش کر! عبداللہ تو غلام کا بیٹا ہے حسینؓ محمد کا شہزادہ ہے......تو غلام زادہ ہو کر اس شہزادے کا کیسے مقابلہ کرتا ہے......؟ صحابہؓ جس کا اتنا احترام کریں۔

حضرت حسینؓ بحیثیت جج

اسے دل پر لکھو......! محرم الحرام کے مہینے میں سب سے زیادہ ہماری حکومت پریشان ہوتی ہے......لیکن میں کہتا ہوں خدا کے لئے شیعہ سنی فساد کا حل آج بھی تلاش کرنا چاہتے ہو......تو ایک فارمولہ دیتا ہوں......میرے پیر حسینؓ کو شیعہ سنی فساد کا جج تسلیم کرو......چیف جسٹس حسینؓ سے ہم عقیدت اپنے عقائد اور نظریات کی بنیاد پر رکھتے ہیں۔

سیدنا حسینؓ کے فیصلے پر عمل:

جس کو حسینؓ مان لے اس کو مان لو......! جس کو حسینؓ نہ مانے اس کو نہ مانو......میرا عقیدہ یہ ہے......میں نے ہر اس کو مانا ہے......جسے حسینؓ نے مانا ہے......حسین نے صدیقؓ کو مانا ہے تم صدیقؓ کو مانو......حسینؓ نے فاروقؓ کو مانا ہے......تم فاروقؓ کو مانو......حسینؓ نے عثمان کو مانا ہے......تم عثمانؓ کو مانو......حسینؓ نے امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے چچا کہہ کر احترام کیا ہے......تم معاویہؓ کا احترام کرو۔ جن کو حسینؓ نے مانا ہے ......ان کو ماننا دین ہے......حسینؓ نے یزید کو نہیں مانا......میں بھی یزید کو اپنا مقتداء نہیں کہتا......میں حسینؓ کو جج مانتا ہوں......جو صدیقؓ کا دشمن ہے......وہ حسینؓ کا دشمن ہے ......جو فاروقؓ کا دشمن ہے......وہ حسینؓ کا دشمن ہے......جو عثمانؓ کا دشمن ہے......وہ حسینؓ

کا دشمن ہے...... جو معاویہؓ کا دشمن ہے...... وہ حسینؓ کا دشمن ہے...... حسینؓ سے محبت وہی کرے گا...... جو ان سے محبت کرے گا...... جس نے حسینؓ کو مانا ہے...... اس کا ماننا ایمان ہے...... جس کو نہیں مانا...... اس کو نہ ماننا ایمان ہے ہم تو پیغمبر ﷺ کے یاروں کو اس لئے مانتے ہیں...... کہ حسینؓ نے ان کی اقتداء کی ہے...... حضرت حسینؓ کی شہادت میں صرف ایک تفرد جس پر وقت کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے بڑی مختصر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

سیدنا حسینؓ کا پسینہ اور جنتی پھول:

جیسے حضرت حسینؓ میں نبوت کا کمال درجے کا عکس ہے ...... کہ نانا خاتم الانبیاء...... باپ خاتم الخلفاء...... ماں خاتم البنات...... اور خود خاتم الشہداء کربلا...... جیسے یہ خاتمیت کا تاج سر پہ آیا ہے...... ایسے حسینؓ کی ایک خصوصیت ہے...... صحابہؓ کہتے ہیں ــــ جیسے رسول اللہ کے جسم سے پسینے سے خوشبو آتی تھی...... ایسے حسینؓ کے پسینے سے بھی خوشبو آتی تھی...... محبوب ﷺ چادر میں یوں ڈال کر بیٹھے ہیں...... اور اس بچہ کو یوں کر کے پیار کرتے ہیں...... سونگھتے ہیں...... پوچھنے والے پوچھتے ہیں یہ کیا ہے......؟ فرمایا تم نہیں جانتے ــــ ریحانۃ من الجنۃ ...... یہ جنت کے پھول ہیں...... میں جب ان بچوں کو اپنے ناک کے قریب کرتا ہوں ...... ان شہزادوں سے جنت کے پھولوں کی خوشبو آتی ہے ــــ جیسے نبوت کے پسینے سے خوشبو آتی تھی ...... ایسے حسین کے پسینہ سے خوشبو آتی تھی ــــ اس لئے حضور ﷺ کی بڑی معروف حدیث لوگ پڑھنے کو تو پڑھ لیتے ہیں...... اس کی صحت وضعف پر جو بحث محدثین نے کی وہ اپنی جگہ پر ہے...... لیکن میں کہتا ہوں ایک منٹ کے لئے اس کو تسلیم کر لو...... تو کم از کم ایسے تو مانو جیسے اس کے ماننے کا حق ہے۔(۱)

---

(۱) الجامع الترمذی ص۲۱۸۔ کنز العمال ص۵۳ ج۱۲۔ فضائل الصحابہ رضی اللہ عنہم للامام احمد بن حنبل ۳۳۳۔۲

رسول اللہ ﷺ اور سیدنا حسینؓ کا نظریہ واعتماد:

فرمایا......الحسین منی و انا من الحسین ...... حسینؓ مجھ سے اور میں حسین سے ہوں...... کیا مطلب......! میرے اور حسینؓ کے نظریے میں فرق ہے......نہ ہمارے اعتماد میں فرق ہے......نہ ہماری ایمانی قوت میں فرق ہے......نہ ہماری عظمت میں کوئی فرق ہے...... حسینؓ مجھ سے ہے......اور میں حسینؓ سے ہوں......جس کو میں اپنا بنالیتا ہوں ......حسینؓ بھی اسے اپنا بنالیتا ہے......جس کو میں دھتکارتا ہوں ...... حسینؓ بھی اسے دھتکارتا ہے......جس کو میں پیار کرتا ہوں ...... حسینؓ بھی اسی کو پیار کرتا ہے ......یا دوسرا مفہوم یہ لے لو...... الحسین منی و انا من الحسین۔

ارے لوگو......! جو مجھے مانتا ہے......وہ میرے حسینؓ کو مانے...... جو مجھ سے پیار کرتا ہے......وہ میرے حسینؓ سے پیار کرے...... جو مجھ سے تعلق رکھتا ہے،......وہ میرے حسینؓ سے تعلق رکھے......جس کو مجھ سے نفرت ہے......معاذ اللہ وہ میرے حسینؓ سے بھی خار کھائے گا......جو میرے قریب نہیں...... وہ میرے حسینؓ کے قریب نہیں ......یا جو حسینؓ کے قریب نہیں......وہ میرے قریب نہیں......میں نے اس حدیث کو سامنے رکھ کر سوچا ہے...... مجھے مسئلہ سمجھ میں آیا ہے...... کہ صدیقؓ نے اس پہ عمل کیا ہے...... جیسے نبی ﷺ صدیقؓ نے اس پہ عمل کیا ہے...... جیسے نبی ﷺ صدیقؓ کو پیارا ہے......ایسے حسینؓ صدیقؓ کو پیارا ہے...... جیسے نبی ﷺ فاروقؓ کو محبوب ہے......ایسے میرا حسینؓ فاروقؓ کو محبوب ہے...... جیسے پیغمبر ﷺ عثمانؓ کی نگاہ میں نبوت کے اس مقام پر سرفراز ہے......ایسے حسینؓ حضرت عثمانؓ کی نگاہ میں اس محبوبیت کے درجے پہ فائز ہیں۔

امیر معاویہؓ نے جیسے نبوت کا احترام کیا......ایسے حسینؓ کا احترام کیا ......پیغمبر ﷺ بتانا چاہتے ہیں......وہ مجھ سے میں اس سے دونوں جدا نہیں ...... جو محبت

کرے گا...... دونوں سے کرے گا...... جو دشمنی رکھے گا دونوں سے رکھے گا...... حضرت حسینؓ کی شہادت کی خصوصیات...... عنوان سمجھئے......! جتنے شہداء آئے...... حضرت حسینؓ سے پہلے ان میں سے چند چیدہ شہیدوں کا نام لیتا ہوں...... تا کہ آپ کو سمجھ آ جائے...... پوری امت رسول اللہ ﷺ میں ایک شہید ایسا ہے...... جس کو سید الشہداء اسد اللہ و اسد رسول کہا گیا...... وہ کون ہے......؟ سیدنا حمزہؓ احد کے شہید...... حضور ﷺ نے فرمایا...... یہ قیامت کے دن تمام شہیدوں کا سردار ہوگا...... میرے چچا حضرت حمزہؓ کی شہادت بڑی عظمت والی ہے...... توجہ سے بات کو سمجھنا...... ایسے پیغمبر ﷺ کے دور کے بعد جو بڑی اہم ترین شخصیات شہید ہوئیں ...... ان میں مراد پیغمبر ﷺ، داماد حیدر، دعائے رسول ﷺ، داماد بتول، سیدنا فاروق اعظمؓ ہیں...... جن کے لئے حضور ﷺ نے کعبہ کی چوکھٹ کو پکڑ کر دعاء مانگی...... ان کی شہادت مسجد نبوی میں نبی ﷺ کے مصلے پر ہوئی...... سیدنا عثمانؓ وہ مدینۃ الرسول کے شہید، مظلوم شہید، قرآن کے اوراق کے شہید...... اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ جامع مسجد کوفہ میں داخل ہوتے ہوئے...... مسجد کے دروازے پہ شہید۔

شہدا کے محاسن کے جامع:

کہ جو خوبیاں شہادت کی اللہ نے امیر حمزہؓ کو دیں...... اس کا عکس حسینؓ میں بھی رکھا...... جو خوبیاں شہادت کی فاروقؓ کو دیں...... اس کا عکس حسینؓ میں بھی رکھ دیا...... جو عثمانؓ کو عظمتیں دیں...... اس کا عکس بھی حسینؓ میں ڈال دیا...... جو علیؓ کو شہادت کی عظمتیں دیں...... اس کا عکس بھی حسین میں ڈال دیا...... تو حسینؓ خاتم الشہادت بھی ہے...... جامع الشہادت بھی ہے...... کامل الشہادت بھی ہے...... اور شہداء کے محاسن کے جامع بھی ہیں...... جیسے ہم رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں کہتے ہیں...... کہ ہمارے آقا ﷺ آدم سے عیسیٰ تک تمام انبیاء کے کمالات کے محاسن کے مجموعہ ہیں۔

آدمؑ کی انابت ہو.....نوحؑ کا ولولہ تبلیغ ہو.....ابراہیمؑ کا جوش توحید ہو.....اسحاقؑ کی رضاجوئی ہو.....یوسفؑ کا حسن ہو.....لوطؑ کی حکمت ہو.....دانیالؑ کی محبت ہو.....زکریاؑ کی وفاداری ہو.....یحییٰؑ کی پاکدامنی ہو.....موسیٰؑ کی کمالات ہوں.....عیسیٰؑ کے معجزات ہوں.....ان سب کو اکٹھا کر کے ایک گلدستے میں پرو دیا جائے.....پھر اسی کا نام تجویز کیا جائے..... وہ ایک ہی ہستی ہے جس کا نام محمد رسول اللہ ﷺ ہے.....ایسے ہی میں کہتا ہوں..... آج کی نشست میں میرا دعوی یہ ہے..... کہ حمزہؓ کی شہادت کی عظمتیں ہوں .....فاروقؓ کی شہادت کا تقدس ہو.....عثمانؓ کی شہادت کی خوبیاں ہوں..... حیدر کرارؓ کی شہادت کے کمالات ہوں.....ان تمام کو اکٹھا کر لیا جائے.....اور یہ ساری شہادتیں کسی مجموعہ میں، کسی گلدستے میں سمو دی جائیں .....اور اس کا کوئی نام تجویز کیا جائے.....وہ ایک ہی ہستی ہے.....جس کا نام حسینؓ ہے.....کربلا نہیں.....آج میں موضوع بدل کر آپ کو صرف یہ بات کہہ رہا ہوں..... کہ ان کی خوبیاں حسینؓ میں کیسی ہیں..... ایک بات ذہن میں رکھیں .....ان کی خوبیوں کا عکس حضرت حسینؓ پر ہے..... دیکھئے.....! سورج، سورج ہی ہے.....اگر آئینہ اس کے سامنے کرو تو اس میں سورج کا عکس ہے.....وہ بھی سورج ہے.....لیکن وہ اصلی نہیں عکس ہے.....جو پہلی خوبی اللہ نے سیدنا حمزہ کو دی وہ اس کے حصہ میں لیکن اس کا عکس حسینؓ پر ضرور ہے.....ایک سوال آپ سے کرتا ہوں بڑا عجیب ہے.....حوصلے سے جواب دینا.....درجے کے لحاظ سے فاروق اعظم کا درجہ زیادہ ہے یا حضرت حمزہؓ کا.....؟ (حضرت عمرؓ کا).....حضرت حمزہؓ کا درجہ زیادہ ہے یا عثمانؓ کا.....؟ (عثمانؓ کا) بھائی خلفاء راشدین کا درجہ پوری امت میں زیادہ ہے.....علیؓ کا درجہ زیادہ ہے یا امیر حمزہؓ کا.....؟ (سیدنا علیؓ کا) یہ تینوں شہید ہیں کہ نہیں.....؟ عمرؓ بھی شہید ہے.....عثمانؓ بھی شہید ہے.....علیؓ بھی شہید ہے.....حمزہؓ بھی شہید ہے.....درجات

ان کے زیادہ ہیں......اور سید الشہداء امیر حمزہؓ ہے...... کیوں میرا سوال سمجھ آرہا ہے......؟ بھائی درجہ فاروقؓ کا زیادہ ہے ......درجہ عثمانؓ کا زیادہ ہے......درجہ حیدر کرارؓ کا زیادہ ہے......اب جن کی فضیلت اور درجے زیادہ ہیں......سیادت کا سہرا اور تاج بھی ان کے سر آنا چاہئے......اس کی کیا وجہ لیکن اللہ نے سیادت کا اعزاز کس کو دیا ہے......؟ حضرت حسینؓ کو دیا ہے......ان کو کیوں ملا......؟ اس میں کیا حکمت ہے......اس پر غور کریں......میں ایک مسئلہ سمجھانا چاہتا ہوں......وہ یہ ہے...... کہ شہادت کی دو قسمیں ہیں......ایک ہے مظلومانہ شہادت......! ایک ہے مجاہدانہ شہادت......! مظلومانہ شہادت کیا ہے......ایک آدمی جا رہا تھا......اچانک کسی نے گولی ماری شہید ہو گیا......اس کو پتہ ہی نہیں......بے ساز و سامان تھا......یہ نہ تیار تھا......نہ اس کے پاس کوئی اسلحہ تھا......اس کو مار دیا گیا......یہ مظلوم شہید ہے......یا کسی پولیس نے باندھ دیا......ہاتھ باندھ دیئے...... پاؤں باندھ دیئے......اور اس کو گولی ماردی......اور کہا کہ یہ پولیس مقابلے میں مر گیا ہے......ہم کہیں گے یہ مقابلہ نہیں...... بلکہ یہ مظلوم شہید ہے۔

مقابلہ کیا ہے......؟ مجاہدانہ شہادت یہ ہے......کہ اس کے ہاتھ میں بھی کلاشنکوف ہو......اور اس کے ہاتھ میں بھی کلاشنکوف ہو......اس کو بھی اسلحہ دو......اس کو بھی اسلحہ دو......وہ بھی مقابلے میں آئے......یہ بھی مقابلے میں آئے......وہ بھی صدا لگائے......کہ ہے کوئی میرا مقابل......؟ یہ بھی کہے......کہ ہے کوئی میرا مقابل......؟ پھر دونوں آئیں......ایک دوسرے سے ٹکر لیں......پھر پتہ چلتا ہے......بریکیں کہاں جا کر لگتی ہیں......نہیں سمجھے میری بات کو...... بھائی ایک ٹکر ہو پھر پتہ چلتا ہے......کہ مجاہد کتنا ہے؟ مقابلہ کتنا ہے۔

حضرت حمزہ کی شہادت:

میرے دوستو......! عمرؓ شہید ہے لیکن مظلوم شہید ہے...... مصلی پہ امامت پہ

کھڑا ہے......دشمن نے آگے آ کر وار کیا ہے...... مصلی پہ گر گئے...... فاروقؓ کو پتہ نہیں تھا......میرا قاتل یہاں پہ کھڑا ہے ......عثمانؓ شہید ہے بند کر دیا گیا ہے ......محبوس کر دیا گیا ہے......قید میں ڈال دیا گیا ہے...... بے سروسامانی کے عالم میں شہید کیا گیا ہے ......سیدنا عثمان شہید ہے مگر مظلومیت کی شہادت ہے......علی شہید ہوئے ہیں مسجد کے دروازے پر آتے ہیں...... بے سروسامانی کے عالم میں ہیں......لیکن مظلوم شہید ہیں...... پتہ نہیں تھا...... پیچھے دشمن آ رہا ہے...... اس نے آ کر وار کیا ہے......مگر حمزہؓ وہ عظیم شہید ہے......جو مظلوم نہیں مجاہد شہید ہے......جس کو پیغمبر ﷺ نے میدان جہاد میں بھیجا ہے...... جو مقابلے میں آیا ہے......تلوار اٹھاتا ہے......کافروں کو جہنم رسید کرتا ہے......لڑتے لڑتے آخر میں اپنی جان جان آفریں کے حوالے کر دیتا ہے......جسم کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں...... میرے پیغمبر ﷺ نے دیکھ کر کہا......لوگو......!اللہ کا شیر اللہ کے نبی ﷺ کا شیر میدان میں کفر کا مقابلہ کرنے والا......راہ حق میں جان دینے والا قیامت تک کے شہیدوں کی سرداری کا تاج پہننے والا......میرا چچا امیر حمزہؓ ہے......تو حمزہؓ کی شہادت مجاہدانہ ہے۔

سیدنا حسینؓ کی شہادت میں نور:

اس لئے حضور ﷺ نے ان کو سید الشہداء کہا......اب میں حضرت حسینؓ پر ایک بات کہتا ہوں ...... حسینؓ کی شہادت ذوالنورین ہے......ایک نئی بات کہہ رہا ہوں......یعنی اس میں دو نور شہادتوں کے جمع ہیں......کیسے......؟ ایک مظلومیت کا نور ہے......ایک مجاہدے کا نور ہے......مظلومیت کیسے ہے......؟ظلم کی انتہا ہے......دھوکا دیا جا رہا ہے...... ظلم کی انتہا ہے ......خطوط لکھے جا رہے ہیں......ظلم کی انتہا ہے ......مدینہ چھڑوایا جا رہا ہے......ظلم کی انتہا ہے ...... مکے سے چلایا جا رہا ہے......ظلم کی انتہا ہے...... بے سروسامانی کے عالم میں تن تنہا میدان میں کھڑا کر دیا گیا ہے......ظلم کی انتہا ہے......شہید

کردیا گیا ہے...... بے سروسامانی کے حالات میں جب چلے تھے...... اگر حسینؓ کے علم میں یہ بات ہوتی ...... یا انہیں پتہ ہوتا میں نے وہاں ٹکر لینی ہے ...... میں نے وہاں مقابلہ کرنا ہے ......وہاں پر لڑائی ہوگی ...... حسینؓ تنہا نہ چلتے لشکر تیار کرتے...... فوج تیار کرتے...... مدینہ میں اعلان کرتے...... مکہ والوں میں اعلان کرتے...... باقاعدہ مقابلہ کے لئے روانہ ہوتے...... رات کو نہ نکلتے...... چھپ کر نہ نکلتے...... خاموش نہ نکلتے......اب بیوی بچوں کو لے کر نہ چلتے ......گھر والوں کو لے کر نہ چلتے...... جو لڑنے کے لئے جاتا ہے......وہ کمسن بچوں کو نہیں لے جاتا...... جو لڑنے کے لئے جاتا ہے......وہ شیر خوار بچوں کو ساتھ نہیں لے جاتا...... جو لڑنے کے لئے جاتا ہے......وہ بیویوں کو ساتھ نہیں لے جاتا...... جو لڑنے کے لئے جاتا ہے......وہ بہنوں کے ساتھ نہیں لے کر چلتا...... جو لڑنے کے لئے جاتا ہے ......وہ قبیلے سارے کو ساتھ لے کر نہیں چلا کرتا...... جو لڑنے کیلئے چلتا ہے......وہ فوج ساتھ رکھتا ہے......وہ لشکر ساتھ رکھتا ہے......وہ سپاہ ساتھ رکھتا ہے...... وہ اپنی فوج کو بڑی اہمیت کے ساتھ جرات کے ساتھ لے کر چلتا ہے...... لیکن سیدنا حسینؓ ابن علیؓ اس انداز سے گئے ہیں...... پتہ چلا حسینؓ کی شہادت میں مظلومیت تھی...... کہ ظلم وستم کی انتہا تھی ...... بے سروسامانی کے عالم میں لاکر کھڑا کردیا...... لیکن حسینؓ مظلوم ہوتے ہوئے مجاہدانہ طرز پہ شہادت حاصل کرتے ہیں ...... جب مقابلہ ہوا ہے...... کہا تنہا صحیح اکیلا صحیح...... ہوں تو اس علی کا بیٹا جو کہتا تھا......! سمیت امی حیدرا ......(۱) یہ درست ہے...... کہ مظلوم ہوں ...... تمہارے ہاتھوں اپنے آپ کو کیسے ختم کرادوں...... میں جرات سے لڑنا جانتا ہوں ...... مرنا جانتا ہوں ......شہادت کو اعزاز سمجھتا ہوں ...... پھر اگر تم مجھے مارنا چاہتے ہو......تو پھر میں بے سروسامانی کے عالم میں ہاتھ بندھے نہیں مرنا چاہتا...... بلکہ

(۱) نووی ص ۱۹۵ ج۲ ۔ تاریخ الخمیس ص ۲۷۵ ج۲

مقابلہ کرنا چاہتا ہوں۔

تیری جداپسند میری جداپسند تجھے خودی پسند مجھے خدا پسند
آ ظالم ہنر آزمائیں تو تیر آزماء ہم جگر آزمائیں

تو پھر پتہ چلے گا......کون جیتتا ہے......کون ہارتا ہے...... حسینؓ کی شہادت میں مظلومیت بھی ہے...... حسینؓ کی شہادت میں مجاہدہ بھی ہے......دوشہادتوں کا اعزاز حاصل ہے ......دوسری بات امیر حمزہؓ دشمنوں کو جہنم واصل کرنے کے بعد شہید ہوئے...... سیدنا حسینؓ نے کتنوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے بعد آخر میں جام شہادت نوش کیا ہے...... جب حمزہؓ شہید ہوا ہے تو بہن پہلے پہنچی ہے...... جب حسینؓ شہید ہوا ہے......تو بہن پہلے آئی ہے...... حمزہؓ کی بہن آئی ماتم نہیں ......واویلا نہیں چیخ وپکار نہیں ......کفن کے ٹکڑے لاکر نبوت کی خدمت میں پیش کر کے کہا......محبوب ﷺ میرے بھائی کو اس میں کفن دیجئے......!میں صرف اپنے بھائی کا چہرہ دیکھ کر اتنا کہنا چاہتی ہوں......کہ میرے بھائی میں تجھ پہ راضی ہوں......آج میں ناز سے کہتی ہوں......میں اسد اللہ واسدرسول سیدالشہداء ایک عظیم بھائی کی بہن ہوں ......کل قیامت کے دن میرا سر اس وجہ سے فخر سے بلند ہوگا......میں اپنے مالک کی رضاء پہ صبر کرتی ہوں......میں منہ ماتھا نہیں پیٹتی......میں واویلا نہیں کرتی......اللہ تیری رضاء پہ راضی ہوں......تو نے میرا بھائی لیا ہے......میں اس کی شہادت پہ بھی راضی ہوں......تیرے حکم اور تیری منشاء پہ بھی راضی ہوں......بالکل وہی جملے کروڑوں رحمتیں حسینؓ کی سیدہ زینبؓ پہ جس نے بھائی کے لاشہ پہ کھڑے ہوکر بال نہیں بکھیرے......چہرہ نہیں کھولا واویلا نہیں کیا۔

دنیا کا بدترین مؤرخ اور آل حسینؓ کا پردہ:

......دنیا کا بدترین چوڑھا مؤرخ بکواس کرتے ہوئے جب یہ کہتا ہے......اور بڑے افسوس

سے کہنا پڑتا ہے۔

شریفو......! تمہارے دور اقتدار میں ٹی وی اور ریڈیو تصحیح کریں......جس میں بنات رسول ﷺ کے سر کے دوپٹے اتارے ہیں......اور بکواسات اس میں کی ہیں...... یہاں شہر کے کسی چوہدری کا نام، کسی مولوی کا نام، کسی وڈیرے کا نام لے کر کہو اس کی بیوی صدر بازار کے چوک میں کھڑی تھی......وہ فلاں چوک پہ کھڑی تھی......اس کے سر پہ دوپٹہ نہیں تھا......کرتہ نہیں برقعہ نہیں تھا......تم اپنی توہین سمجھتے ہو......نبی ﷺ کی بیٹی کو یہودیوں کی دربار میں کوفے کے بازار میں بے سروسامانی کے عالم میں ننگا سر پھراتے ہوئے کہتے ہو......تمہیں غیرت آنی چاہئے......شرم آنی چاہئے......وہ تو اتنی باحیاء تھیں......باہر شہید ہو رہے ہیں......وہ خیمے سے باہر نہیں نکلی......ان کی تلاوت نہیں چھوٹی......ان کی تسبیح نہیں چھوٹی......جو صبر کا مظاہرہ حمزہؓ کی بہن نے کیا ہے......وہی صبر کا مظاہرہ حسینؓ کی بہن نے کیا ہے۔

سیدنا عمرؓ اور سیدنا حسینؓ کی شہادت:

شہداء کی شہادت کا عکس حسینؓ پر......! حضرت عمرؓ کی شہادت پر حضرت عمرؓ کو دیکھیں......دو تین باتیں کہتا ہوں......تفصیل کا ٹائم نہیں ہے......عمرؓ کی شہادت میں بڑی عجیب باتیں ہیں......ان میں سے ایک یہ کہ عمرؓ نماز کے شہید تھے......اور حسینؓ نماز کے شہید تھے......عمرؓ فجر کے شہید ہیں......حسینؓ ظہر کے شہید ہیں......توجہ کرنا فجر پہلے ہوتی ہے اور ظہر بعد میں ہے......اس لئے عمرؓ کی شہادت پہلے ہے......حسینؓ کی شہادت بعد میں ہے......عمرؓ کی شہادت یکم محرم کو ہے......حسینؓ کی شہادت دس محرم کو ہے۔

سیدنا عمرؓ اور سیدنا حسینؓ کے قاتل:

میں اپنے ذوق میں ایک جملہ کہتا ہوں ...... جس شہادت کی ابتداء عمرؓ نے کی تھی...... اس کا اختتام حسینؓ نے کیا تھا...... پھر توجہ کریں......! سیدنا فاروقؓ کی شہادت میں ایران ملوث تھا...... فاروق کا قاتل ابولولو فیروز مجوسی ایرانی النسل مجوسی المذہب تھا...... سیدنا حسینؓ کا قاتل وہی کوفی جو ایران کے عبداللہ بن سباء یہودی کی تحریک کے نتیجے میں سامنے آئے تھے...... وہی بدمعاش تھے...... جس کے قتل کی کڑیاں اگر اوپر ملائی جائیں ...... تو حضرت عمرؓ کا قتل حضرت عثمانؓ کا قتل حضرت علیؓ کا قتل یہ ساری اسی سلسلے کی کڑی ہے...... جو وہاں سے شروع ہوتی تھی ...... جس کا نتیجہ انجام اور انتہا جا کر حسین ابن علیؓ پہ ہوئی...... تو جس شہادت کا ایک پس منظر وہاں وہی شہادت کا پس منظر یہاں بھی ہے۔

قاتلوں پر دنیاوی سزا:

پھر ایک بات پر غور کریں...... کہ عمرؓ کا قاتل جب قتل کر کے بھاگا ہے تو وہ پکڑا گیا...... جب صحابہؓ نے اس پر کمبل ڈال کر اس کو پکڑا تو اس نے سب سے پہلے کیا کام کیا...... اپنے سینہ میں اپنا خنجر اپنے آپ کو مار دیا...... جب عمرؓ کے قاتل نے اپنے آپ کو مارا...... کیونکہ قاتل بھی ایرانی تھا...... تو اللہ نے کہا حسینؓ کا قاتل بھی قیامت تک اپنے آپ کو مارے گا...... کیونکہ نسل وہی ہے...... حضرت عثمانؓ کی شہادت کا عکس حسینؓ پر...... عثمانؓ کی شہادت میں کئی خوبیاں ہیں کئی کمالات ہیں...... اس کی شہادت کے مختلف پہلو ہیں۔

[صبر] و صبر والے خاندان:

عثمانؓ پیاسا شہید ہے ...... حسینؓ بھی پیاسا شہید ہے...... عثمانؓ مظلوم شہید ہے...... حسینؓ بھی مظلوم شہید ہے...... عثمانؓ ابن عفان بے سروسامانی کے عالم میں شہید ہوئے...... حسینؓ ابن علیؓ بھی بے سروسامانی کے عالم میں شہید ہوئے...... عثمانؓ ابن

عفان کے قاتل ظاہراً کلمہ پڑھتے تھے......ان ظالموں نے شہید کیا......حسین ابن علیؓ کے قاتل بھی ظاہراً رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھتے تھے......ان بدبختوں نے شہید کیا......حضرت عثمانؓ کی شہادت پر اگر آپ غور کریں......تو جس وقت حضرت عثمانؓ ابن عفان کو شہید کیا گیا......بی بی نائلہؓ جوان کی بیوی تھی......سب سے زیادہ صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا......اور اس نے اعلان کیا......کہ حضرت عثمانؓ شہید ہو چکے ہیں......اور حسینؓ ابن علیؓ کی شہادت پر سیدنا حسین کے پورے خاندان نے ہی صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا......عثمان ابن عفان کی شہادتجمعۃ المبارک کے دن ...... حسینؓ ابن علیؓ کی شہادت جمعۃ المبارک کے دن ......عثمان ابن عفانؓ کی شہادت جمعۃ المبارک کی نماز کے وقت ...... حسینؓ ابن علیؓ کی شہادت جمعۃ المبارک کی نماز کے وقت......عثمان ابن عفانؓ کی شہادت پر ایک عجیب بات تھی......کہ سیدنا عثمانؓ وہ جو مظلوم شہید تھے......ان کی شہادت کے بعد ان کی لاش وہاں پہ پڑی رہی......تین دن کے بعد اٹھائی گئی......حضرت حسینؓ کا لاشہ بھی اسی طریقے سے زمین پہ تڑپتا رہا......جو مظلومیت وہاں تھی......وہ مظلومیت یہاں تھی......جو دکھ وہاں تھے......وہ دکھ یہاں تھے......شاید یہی فلسفہ تھا......کہ میرے پیر علیؓ نے حضرت حسینؓ ابن علیؓ کو حضرت عثمانؓ کے دروازے پر نگرانی کے لئے بٹھایا......شاید نگرانی نہیں تھی دنیا نگرانی لکھتی ہے۔

سیدنا حسینؓ کا سیدنا عثمانؓ کے در پر پہرہ دینے کی وجہ:

میں کہتا ہوں اس لئے بٹھایا تھا......میرے بیٹے حسینؓ آج چچا عثمانؓ کے دروازے پر بیٹھ اور اس سے شہادت کا سبق سیکھ......! آج وہ شہید ہوگا......کل تو شہید ہوگا......آج اس کا پانی بند......کل تیرا پانی بند ہوگا......آج یہ مظلوم......کل تو مظلوم ہوگا......آج یہ کربلا میں......کل تو کربلا میں ہوگا......آج یہ مصایب میں......کل تو مصائب میں ہوگا......آج اس کے دشمن کلمہ پڑھنے والے ......کل تیرے دشمن وہی ہوں

گے..... جومنافق بن کر کلمہ پڑھنے والے ہونگے..... آج یہ بے دردی سے شہید..... کل تو بے دردی سے شہید ہوگا..... آج حضرت عثمانؓ کا اہل خانہ سارے کا سارہ صبر کا مظاہرہ کررہے ہیں..... کل تو اپنے اہل خانہ کو کہنا وہ تیری شہادت پہ صبر کا مظاہرہ کریں گے..... سیدنا حسین سیدنا عثمانؓ کی درسگاہ کا طالب العلم بنا ہے..... شہادت کی ابتداء عثمانؓ سے ہوئی ہے..... اسی مظلومیت میں انتہاء حسینؓ پہ ہوئی ہے..... ہر شہید کی شہادت کا عکس حسینؓ پر ہے۔

علی و حسینؓ میں مشابہت:

سیدنا علیؓ اور حسینؓ میں تو ویسے بھی مطابقت ہونی چاہئے..... کہ بیٹا اپنے باپ کا عکس ہوتا ہے..... بڑی خوبیوں میں آپ عکس کامل تھے..... تفصیل کا وقت نہیں..... جیسے ذہین حضرت علیؓ تھے ویسے ذہین حضرت حسینؓ بھی تھے..... جیسے بچپن علی کا نبی ﷺ کی گود میں ..... ویسے بچپن حسینؓ کا نبی ﷺ کی گود میں..... جیسے علیؓ نبوت کے ہاتھوں میں پلا..... ایسے حسین بھی نبوت کے ہاتھوں میں پلا..... جہالت کے وقت جب حضرت عمرؓ فی البدیہہ سوال حضرت علیؓ سے کرتے..... اللہ نے حضرت علیؓ کو اتنا ذہین بنایا فی الفور اس کا جواب دیتے تھے۔

بیٹا باپ کے نقش قدم پر:

تو حضرت حسینؓ سے ایک دفعہ سوال کیا..... کہ جو بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آئے تو اس کا وظیفہ کس وقت متعین کرنا چاہیے.....؟ بلکہ حضرت عمرؓ کے دور میں ایک واقعہ پیش آیا توجہ کرنا.....! کیا واقعہ پیش آیا.....؟ ایک عورت رات کو بچے کو باندھتی ہے..... وہ رو رہا ہے..... حضرت عمر گشت کررہے تھے..... آپ نے پوچھا یہ کیا کررہی ہو.....؟ اس

(عو)رت کو پتہ نہیں تھا...... کہ آپ امیر المومنینؓ ہیں...... اس نے کہا کہ میں اس کا دودھ چھڑا رہی ہوں...... امیر المومنینؓ کا فرمان ہے...... کہ جب بچہ دودھ پیئے اس کو وظیفہ نہ دو...... جب دودھ پینا چھوڑ دے تو بیت المال سے اس کا وظیفہ دو...... تا کہ بچے کی خوراک کا انتظام بیت المال سے ہو...... اس کے ماں باپ کے ذمہ نہ ہو...... اسلامی حکومت تھی۔

حضرت عمرؓ کو اس بات سے دکھ ہوا...... کہ میرے اس قانون سے کتنے بچے ماں کے دودھ سے محروم ہو رہے ہیں...... کہ ماں ان کو مار رہی ہے...... کہ دودھ پینا چھوڑ دے اس کو رلا رہی ہے...... اس کا دودھ چھڑا رہی ہے...... تا کہ اس کا وظیفہ بن جائے...... سیدنا عمرؓ نے شوری کا اجلاس بلوایا...... سیدنا عمرؓ کے دور میں شوری کے امیر سیدنا علی المرتضیؓ تھے...... علیؓ بھی اس میں تھے...... بڑے بڑے صحابہؓ بھی تھے...... حضرت عمرؓ نے جب یہ کیس سامنے رکھا...... حضرت حسینؓ نے کہا چچا...... اجازت دو تو بولوں؟...... فرمایا کہو بیٹے کیا کہنا چاہتے ہو......؟ فرمایا چچا جان......! جب سے بچہ رونا شروع کرے...... اس وقت سے اس کو وظیفہ شروع کر دیں...... ماں کے پیٹ سے باہر آنے کے بعد بچے کا سب سے پہلا کام رونا ہے ......رو کے بتانا چاہتا ہے ......کہ مسلمانو......! اسلامی حکومت پر میرا استحقاق بنتا ہے...... کہ میرا بیت المال سے وظیفہ متعین کر دیا جائے...... حضرت عمرؓ نے کہا...... جزاک اللہ حسینؓ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے...... عظیم باپ کی طرح عظیم بیٹا ہے...... جیسے فراست وذہانت اللہ نے تیرے باپ کو دی ہے...... وہی فراست وذہانت اللہ نے تجھے عطاء کی ہے...... اس دن سے حضرت عمرؓ ابن خطاب نے وظیفے کو بچے کی پیدائش سے شروع کر دیا ہے...... میں عرض کر رہا تھا کہ علیؓ تو تھے ہی مجسم کمال......! اور ان کے تمام کمالات کا عکس اللہ نے حسینؓ پہ ڈالا تھا...... لیکن صرف شہادت پر ایک بات کہتا ہوں ......حضرت علیؓ کی شہادت کوفہ میں ہوئی...... اور ایک نئی بات بتاؤں دار الخلافہ حضرت علیؓ

نے جو کوفہ میں بنایا یہ مطالبہ کوفیوں کا تھا...... کہ آپ ہمارے پاس آئیں ...... کوفیوں کے مطالبہ پر علیؓ گئے ...... مظلوم بھی ہوئے ...... شہید بھی ہوئے ...... ارے کوفیوں کے مطالبہ پہ حسینؓ چلے گئے ...... مظلوم بھی ہوئے شہید بھی ہوئے۔

تمام خوبیوں کے جامع:

پھر ایک بات کہتا ہوں ...... حضرت علیؓ اس وقت شہید ہوئے ...... جب جامع مسجد کوفہ کے دروازے پر امامت کے لئے جا رہے تھے ...... میں یہ بات کہہ دوں تو بے جا نہیں ...... کہ حسینؓ بھی اس وقت شہید ہوئے جب امامت کے لئے جا رہے تھے ...... حضرت حسین اقتدار کی خواہش میں نہیں جا رہے تھے ...... کوفیوں نے کہا ہم آپ کو اپنا مقتداء اور امام بناتے ہیں ...... آپ ہمارے ہاں آئیں ...... وہ بھی امامت کے لئے شہید! یہ بھی امامت کے لئے شہید ...... ! نہ علیؓ کی امامت کو کوئی بدمعاش برداشت کر سکا ...... نہ حسینؓ کی امامت کو کوئی بدمعاش برداشت کر سکا ...... عبدالرحمٰن بن ملجم نے حضرت علیؓ پہ حملہ کیا ...... وہاں حسینؓ کا دشمن نہ برداشت کر سکا ...... اس نے حضرت حسینؓ پہ حملہ کر دیا ...... تو حضرت حسینؓ تمام کمالات صحابیت کے جامع ہیں۔

حضرت حسینؓ کے اعزاز:

اب میں حسینؓ کی ایک خوبی اور بتاتا ہوں ...... اور میں دعوے سے ایک عجیب بات کرتا ہوں ...... یہ وہ خوبی ہے ...... جو کسی شہید میں نہیں ...... بلکہ صرف حسینؓ میں ہے ...... صرف حضرت حسینؓ کی عظمت اور خاصیت ہے ...... وہ کیا ہے ...... ؟ توجہ کرنا ...... یہ سارے مظلوم شہید ہیں ...... یا مجاہد شہید ہیں ...... ان کی شہادتوں کے انداز اپنے اپنے ...... حمزہؓ شہید ہے ...... میدان میں لڑتے ہوئے ...... عمرؓ شہید ہے مسجد نبوی میں امامت

کرتے ہوئے...... لیکن قیام میں کس حالت میں تھے ......عثمانؓ شہید ہے بیٹھ کر تلاوت کرتے ہوئے...... علیؓ شہید ہے نماز کے لئے جاتے ہوئے ......اور حسینؓ نے جب سر دیا...... کہاں دیا تھا......؟ سر سجدے میں رکھ کر جان دینا یہ ریت ہی حسینؓ کی ہے...... یہ وہ تفرد ہے جو ان میں سے کسی کو نہیں ملا...... یہ حسینؓ کی خصوصیت ہے...... والفضل ماشهد ت به الاعداء ...... اپنے بھی عظمت کے گواہ ہیں...... جو حسینؓ کا اس وقت بھی دشمن تھا...... جو شہید کر رہا تھا...... وہ بھی دیکھ رہا تھا...... کہ حسینؓ کا سر سجدے میں ہے...... ایسی شہادت کسی کے حصے میں نہیں...... جو اس کے حصے میں آرہی ہے۔

علماء سے پوچھو:

جب نماز خوف کی ترتیب سکھادی جاتی ہے ......(۱) کہ امام ایک رکعت پڑھائے...... ایک طبقہ یہ واپس چلا جائے ...... دوسرا طبقہ آئے نماز پڑھنے کے لئے یہ جتنی دیر لڑتا ہے...... اس کے جسم سے خون نکلتا رہے...... یہ زخمی ہوتا رہے...... یہ تلوار چلاتا رہے ...... یہ کلاشنکوف چلاتا رہے...... یہ جب واپس آکے دوسری رکعت میں ملے گا...... تو یہ اسی پہلی رکعت پہ بناء ہوگی ...... اس کے درمیان یا لڑائی کا یہ جتنا وقت ہے ...... یہ نماز ہی ہے نماز ٹوٹی نہیں ...... نماز نہیں فاسد ہوئی...... نماز نہیں ٹوٹی ...... اب ظالم نے گرایا سر سجدے پر تھا...... وہ سینہ پر بیٹھا...... اس نے خنجر حلق پر رکھا...... اب حسینؓ کے خون کا قطرہ جب گرنے لگا...... تو رب نے سارے پردے ہٹائے ...... اپنا دیدار کرایا...... تو حسینؓ کا سر سجدے میں تھا...... نگاہ رب کے چہرے پر تھی...... کیا منظر ہے......؟ کہ سر یہاں پہ ہے...... اور نگاہ وہاں پہ ہے...... اور میں اگلی بات کہہ دیتا ہوں...... ذوق سے سمجھو یار......!

---

(۱) فقہ کی تمام کتب میں اس مسئلہ کی تصریح موجود ہے۔ دیکھئے المختصر القدوری ص ۳۲ مکتبہ حقانیہ ملتان مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجئے کنز الدقائق ص ۱۸۔ شرح وقایہ۔ ھدایہ۔ فتاوی شامی۔ فتاوی عالمگیری

حسینؓ کا جو لوگ ماتم کرتے ہیں...... اور پیٹتے ہیں...... وہ کتنے نالائق بدمعاش اور بے دین ہیں...... کہ وہ حسینؓ کی اس عظمت کو سمجھ نہیں سکے...... کہ وہ کیسے سر دے رہا ہے...... جو اس انداز سے جان دیتا ہے...... اس کو تو مبارک دی جاتی ہے...... سر قدموں پہ نگاہ رب کے چہرے پہ...... اور جب کوئی کسی کے لئے ایسے قربانی دے...... وہ بھی دیکھتا ہے...... کہ کیسے دے رہا ہے...... اب حسینؓ کی نظر رب پر اور رب کی نظر حسینؓ پر۔

آنکھوں آنکھوں میں اشارے ہو گئے
ہم تمہارے تم ہمارے ہو گئے

ساری زندگی کا سوال سیدنا حسینؓ اور خاندان حسینؓ:

مجھے علماء معاف کر دیں ...... رب نے کہہ دیا ہوگا...... کیا حال ہے......؟ یہ کیا منظر ہے......؟ جان دینے کا تو شاید کہہ دیا ہو۔

تجھے کیا بتاؤں اے دلربا تیرے سامنے میرا حال ہے
تیری ایک نظر کی بات ہے میری زندگی کا سوال ہے

یہ ساری زندگی لگی اسی سوال پر تھی...... کہ رب کے قدموں میں جان نکلے...... اور یہ کمال ہے

جان دے دی ہے جگر نے آج یار پر
اور آج ادھر کی بے قراری کو قرار آہی گیا

یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے
نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے

یہ اعزاز حسینؓ نے حاصل کیا...... جس کو اتنا بڑا اعزاز ملے...... اس پہ ہائے حسینؓ یا واہ حسینؓ......؟ (واہ حسین) اونچی آواز سے ہائے حسینؓ یا واہ حسینؓ...... (واہ حسین) وہ ہائے کے لائق نہیں...... بلکہ وہ واہ کے قابل ہے...... جو صبر کا پتلا ہے...... استقامت کا پہاڑ

ہے......عزم وہمت کا کوہ گراں ہے......جو پیغمبر ﷺ کا شہزادہ ہے......جس کو پیغمبر ﷺ نے دین کے مسائل سمجھائے ہیں......جو صحابہؓ کا سب سے زیادہ پسندیدہ جنت کا پھول ہے......جو اس انداز سے جان دیتا ہے اہل وعیال کو سمجھاتا ہے خبردار......! سمعت جدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم......میں نے نانا سے سنا تھا......لیس منا ضرب الخدود و شق الجیوب و دعی بدعوی الجاھلیہ......جو منہ و ماتھا پیٹے گا......گریبان پھاڑے گا......نبی ﷺ کی امت سے خارج ہو جائے گا......صبر کرنا......صبر کرنا......واویلا نہ کرنا......صبر کرنا......پریشان نہ ہونا......صبر کرنا ماتم نہ کرنا......جو حسینؓ نے سکھایا......وہ حسینؓ کے خاندان نے کیا......بلکہ کتابوں میں لکھا ہے......علی اکبرؓ کے تڑپتے لاشے پر حسینؓ ابن علیؓ آتے ہیں......کوئی آواز دے کر کہتا ہے......حسینؓ اوروں کے بچوں کو اٹھایا ہے......اپنا اٹھائے گا......تو پتہ چلے گا......؟ جب حسینؓ نے اٹھایا آسمان کی طرف نگاہ اٹھی......بے ساختہ زبان سے جملے نکلے......جگر گوشہ کے لاشہ پر......اس پہ ہائے نہیں واہ حسینؓ......لیکن میں ایک بات کہتا ہوں......غور سے سنیں......حضرت حسینؓ نے یہاں تین بددعائیں دی تھیں......کہا تھا......اللہ تمہیں غرق کرے......تم نے نانے کے روضے سے دور کیا......خدا کرے تم محروم رہو......میں پوچھتا ہوں......کہ دعا پوری ہوئی کہ نہیں......؟ تم نے مجھے قرآن کی نعمت سے دور کرنے کی کوشش کی میں قرآن کا قاری ہوں......اللہ تمہیں قیامت تک قرآن سے محروم کردے......تم نے مجھے جماعت سے دور کیا ہے......اللہ تمہیں جماعت سے دور کرے......ہم اہل سنت والجماعت ہیں......سارے کہہ دو اہل سنت والجماعت ہیں......حسینؓ کے دشمن جتنے فرقے ہیں......کسی کے نام میں والجماعت نہیں......خواہ وہ خارجی ہو یا رافضی......والجماعت ہیں ہی وہ جو حسینؓ کے ہیں......اور جب سیدہ زینبؓ کے سامنے ظالموں نے سینہ کوبی شروع کی......تو بی بی نے ایک جملہ

کہا تھا......اللہ تمہارے شر پر لعنت کرے......او کمینو ہمیں قتل کر کے اب ماتم کرتے ہو......اپنا گناہ چھپاتے ہو......اور پھر ایک جملہ کہا خدا کرے قیامت تک تم ایسے پیٹتے مرو......بی بی کی بددعا پوری ہوئی ہے۔

حسینؓ کے قاتل کی نشاندہی:

اب لوگ بحث کرتے ہیں......کہ حسینؓ کا قاتل کون ہے......میں کہتا ہوں یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے......کہ کون قاتل ہے......جس کو یہ بددعائیں ملیں...... حسین کا قاتل وہی ......تلاش کرو......کون ہے......پھر آلہ قتل جہاں ملے...... قاتل وہ ہوتا ہے......آج بھی ہم پوچھتے ہیں......اگر تم کہتے ہو ابن علیؓ کے ساتھ دلدل اٹھا......وہ کس کے پاس ہے......قاسم کے سہرے کس کے پاس ہیں......زینبؓ کے دوپٹے معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد وہ کس کے پاس ہیں...... یہ دوپٹے کن کے پاس ہیں......وہ چیزیں جو وہاں پر تھیں......وہ کن کے پاس ہیں......وہ اسلحہ تھا وہ کس کے پاس ہے......اگر یہ چیزیں ملیں تمہیں کسی سنی کے پاس......تو پھر کہہ دو......کہ حسینؓ کا قاتل سنی ہے......اور اگر اہل سنت کے پاس نہیں......حنفی کے پاس نہیں......حنبلی کے پاس نہیں......شافعی کے پاس نہیں...... مالکی کے پاس نہیں ......سہروردی کے پاس نہیں ......نقشبندی ......چشتی ......قادری کے پاس نہیں......کسی دیوبندی......بریلوی......اہلحدیث کے پاس نہیں۔

جب ان کے پاس نہیں......تو ساری چیزیں جن کے پاس حسینؓ کے قاتل وہ ہیں......حسینؓ کی جہاں بددعا ہے......حسینؓ کے قاتل وہ ہیں......اس لئے میں کہتا ہوں۔

ارے تم کرتے رہو اپنے گناہوں کی تلافی
ہم زندہ و جاوید کا ماتم نہیں کرتے
روئے وہ جو قائل ہو اموات شہیداں . کا

ہم زندہ و جاوید کا ماتم نہیں کرتے

ہم ہائے حسین نہیں کہتے...... ہم تو حسینؓ کو واہ حسینؓ کہتے ہیں......کیا کہتے ہیں......؟ (واہ حسین) اس لئے کسی نے کہا تھا......ارے!

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا واہ حسینؓ
جو جوان بیٹے کی میت پہ نہ رویا واہ حسینؓ
جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا واہ حسینؓ
جس نے سب کچھ کھو کے بھی کچھ نہ کھویا واہ حسینؓ
واہ حسینؓ واہ حسینؓ واہ حسینؓ واہ حسینؓ
گل افشاں ہے آج تک تیری ہمتوں کا باغ
آندھیوں میں بھی جل رہا ہے تیرا چراغ

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

شہادت امام حسینؓ

خطبہ:

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ شَرَّفَنَا عَلٰی سَآئِرِ الۡاُمَمِ ...... بِرِسَالَةِ مَنِ اخۡتَصَّهٗ مِنۡ بَیۡنِ الۡاَنَامِ بِجَوَامِعِ الۡكَلِمِ وَجَوَاهِرِ الۡحِكَمِ ......وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیۡرِ خَلۡقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَ صَحۡبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ...... مَا نَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدۡحِهٖ وَنَسَخَ الۡقَلَمُ ...... اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ......بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ......فقد قال رسول الله ﷺ اتانی جبریل فاخبرنی ان امتی استقتل ابن حذایعنی الحسین و اتانی بتربة من تربت حمراء......(۱)وقال النبی ﷺ ان جبریل ارانی التربة التی یقتل علیها الحسین فاشندغضب الله علی من یسفك دمه فیاعائشه اوالذی نفسی بیده انه لیحزننی فمن هذامن امتی یقتل حسینابعدی ......(۲)صَدَقَ اللّٰهُ مَوۡلَانَا الۡعَظِیۡمِ......وَ صَدَقَ رَسُوۡلُهُ النَّبِیُّ الۡكَرِیۡمُ...... وَنَحۡنُ عَلٰی ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِیۡنَ وَالشَّاكِرِیۡنَ...... وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ۔

تمہید:

واجب الاحترام......قابل صد تعظیم وتکریم......دوستو بزرگو......!سیدنا حسینؓ ابن علیؓ کی سیرت طیبہ کا ایک پہلو اور حصہ جو خلفاء راشدین کی زندگی کے متعلق ہے......اس وقت میں بڑی مختصر گفتگو شہادت حسینؓ کے عنوان سے آپ حضرات کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں......اس کے ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رکھیں......کہ سیدنا حسینؓ سے جیسے

---

(۱) کنز العمالین ام الفضل بنت الحارث ص۵۶ ج۱۲ (۲) کنز العمال عن عائشه ص۵۸ ج۲

خلفاء راشدین کو عقیدت و محبت تھی۔

تمام صحابہؓ کا سیدنا حسینؓ کا احترام کرنا:

اسی طریقہ سے تمام صحابہ کرامؓ حضرت حسینؓ کا احترام پیغمبر ﷺ کی قرابت رشتہ داری اور نسبت کی بنیاد پر کیا کرتے...... ہر صحابی رسول ﷺ کی یہی کیفیت تھی...... وہ صرف اس لئے احترام کرتے تھے...... کہ حسینؓ کا خون حسینؓ ابن علیؓ کی نسبت رسول اللہ ﷺ سے متعلق ہے...... حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ محدثین کی جماعت میں بہت بڑے حافظ الحدیث ہیں......(۱) پانچ ہزار سے زائد حدیثیں اس صحابی رسول سے نقل ہیں۔

حضرت حسینؓ ایک دفعہ ایک جنازہ میں تشریف لے گئے...... واپس تشریف لائے تو جنازہ کی تھکاوٹ کی وجہ جسم پر پاؤں پر گرد و غبار تھا...... آ کر بیٹھے ہی تھے...... کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ حافظ الحدیث نے اپنی چادر جوان کے کندھے پر تھی...... یا سر کی پگڑی تھی...... اس کو اتار کر حضرت حسینؓ کے پاؤں کی گرد صاف کرنے لگ گئے...... تو حضرت حسینؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے...... اور کہا چچا جان میں آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتا...... آپ میرے نانا ﷺ کے صحابیؓ ہیں...... حافظ الحدیث ہیں...... امت کے محدث ہیں...... آپ کا تو یہ مقام ہے...... اور آپ میرے پاؤں کی دھول اور گرد صاف کر رہے ہیں

رسول اللہ ﷺ کی سیدنا حسینؓ کے لئے دعا:

تو حضرت ابو ہریرہؓ نے جواب دیا...... فرمایا بیٹے......! یہ بات بھی میں نے تیرے نانا محمد رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی...... کہ اے اللہ میں حسینؓ سے پیار کرتا ہوں۔

---

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو قوت حافظہ کا دم کیا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ اس کے بعد کبھی نہ بھولے۔ آپ سے ساڑھے پانچ ہزار کے قریب حدیثیں مروی ہیں۔ ان میں سے صحیح بخاری میں ۴۴۸ اور صحیح مسلم میں ۴۵۰ حدیثیں مروی ہیں۔ ابو صالح عثمان کہتے ہیں۔ کان ابو ہریرہ من احفظ اصحاب محمد (تذکرۃ الحفاظ ص۳۴ ج۱)

تو بھی اس سے پیار کر......(۱)اے اللہ جو حسینؓ سے محبت کرے اس سے تو محبت کر......میں اس لئے تجھ سے محبت کرتا ہوں کہ خدا بھی تجھ سے پیار کرتا ہے......رسول اللہ ﷺ بھی تجھ سے پیار کرتا ہے......صرف ایک صحابیؓ جتنے صحابہؓ کے واقعات آپ لے لیجئے۔

نسبت والا سفر:

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ حج کا سفر کر رہے تھے......(۲)حضرت حسینؓ نے اپنی زندگی میں پچیس حج کئے ہیں......اور یہاں حسینؓ کا نام لینے والے کو کعبہ ہی نصیب نہیں ہوا......پچیس حج کئے اور ہر حج پیدل کیا......پیدل آتے تھے......پیدل جاتے تھے۔

---

(۱)اللھم انی احبہ فاحبہ (کنزالعمال ص۵۷ ج۱۲)الصحیح البخاری ص۵۳۰ ج۱عن براء ابن عازب

(۲)حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حضورصلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت تقریباتیرہ سال تھی۔آپ نے علم حضرت عمر،حضرت علی،حضرت ابی بن کعب اورحضرت زیدبن ثابت رضی اللہ عنہم سے حاصل کیا۔اتنے اونچے درجے پرپہنچے کہ آپ کو لوگ حبرالامہ کہنے لگے(الاصابہ ص۳۳۰ ج۲)آپ قرآن کریم کے عظیم مفسرہیں۔آپ کے والدحضرت عباس ولادت کے وقت آپ کو حضورصلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے اپنالعاب انکے منہ میں ڈالااور یہ دعاکی اللھم علمہ الکتاب(الصحیح البخاری ص۵۳۱ ج۱)ایک اور موقع پرفرمایا اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل۔ آئے اللہ اانہیں دین میں فقہ عطافرمااوران پرمرادات کھول دے(مسنداحمدبن حنبل ص۳۲۸ ج۱)دلچسپ بات یہ ھے کہ یہ قرآن کے سب سے بڑے مفسرتین وتر کے قائل تھے۔عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لوترمثلث (طحاوی ص۱۴۰ ج۱)اورنمازکے شروع والے رفع یدین کے قائل تھے۔ ملاحظہ کیجئے(المصنف ص۲۱۴ ج۱)آپ کی نمازجنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمدبن حنفیہ نے پڑھائی اورفرمایا۔واللہ مات الیوم حبرھذاالامہ۔اللہ کی قسم !آج اس امت کاسب سے بڑاعالم دنیاسے چل بسا(تذکرۃ الحفاظ ج۱)آپ سے اطراف سے آنے والے تشنگان علوم نے اپنی پیاس بجھائی ھے۔ علامہ ابن سیرین،عطاء،مجاھد،نافع،عمربن دینار،علامہ شعبی اورسعید بن جبیرسرفہرست ھیں۔مکۃ المکرمہ میں فقہ کی بنیادبھی ابن عباس نے رکھی ھے۔حافظ ابن قیم فرماتے ھیں کہ آپ نے اتناکثیرتعدادمیں فتاوی مرتب فرمائے کہ ان کو بعدمیں بیس جلدوں میں لکھاگیا(اعلام الموقعین ص۱۲ ج۱)۹/ دنیامیں فقہ کی پہلی کتاب تھی۔

کسی نے کہا...... ہر حج پیدل فرمایا ہے کیا بات ہے......؟ بھائی اس نسبت سے حج پیدل کرتا ہوں...... کہ جب مکہ کا سفر کرتا ہوں تو وہ اللہ کے گھر کا منظر ہے...... واپس مدینے آتا ہوں...... تو یہ نانے کا روضہ اطہر ہے...... خدا کی دربار میں بھی جی چاہتا ہے...... کہ پیدل چل کر جاؤں...... واپس آتا ہوں تو پیدل چل کر آنے کو جی چاہتا ہے...... کہ یہ سفر بڑی نسبت والا ہے...... اس لئے پیدل سفر کرتا ہوں ...... عبداللہ ابن عباسؓ اونٹنی پر سوار تھے...... جب دیکھا کہ حضرت حسینؓ پیدل چل رہے ہیں...... کہا نواسۂ رسول آپ سواری پر سوار ہوں...... میں پیدل چلوں گا...... فرمایا یہ بات نہیں...... آپ ہی سوار رہیے فرمانے لگے...... ایسا نہیں ہوسکتا...... کہ نبوت کا نواسہ تو پیدل چلے ...... اور میں عبداللہ بن عباس سواری پر سوار ہوں...... فرمایا میرا مزاج یہ ہے...... کہ میں حج پیدل کیا کرتا ہوں۔

سفر میں رفاقت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرمانے لگے...... پھر میں اپنی اونٹنی واپس کر دیتا ہوں ...... میں بھی آپ کے ساتھ پیدل چلوں گا...... ایسا کبھی نہیں ہوسکتا...... کہ میں بھی سفر میں آپ کا رفیق سفر ہوں ...... آپ بھی سفر فرما رہے ہوں ...... میں سواری پر سوار ہو جاؤں ...... آپ پیدل چلیں یہ مجھ سے برداشت نہیں ہوسکتا...... پیغمبر ﷺ تنا برداشت نہیں کرتے تھے...... کہ آپ سجدے میں ہوتے حسینؓ کندھے پہ بیٹھ جاتے اور سر سجدے سے حضور ﷺ اٹھالیں...... حسینؓ نیچے زمیں پر گر پڑیں...... میں یہ کیسے برداشت کرسکتا ہوں...... کہ آپ پیدل چلتے رہیں...... میں سواری پہ سوار رہ جاؤں...... سارے صحابہؓ کو محبت حسینؓ ابن علیؓ سے تھی...... آقا ﷺ کی جدائی کا صدمہ تمام صحابہؓ کو سب سے زیادہ تھا...... اور عجیب کیفیت تھی قد اظلم المدینہ...... کہ پورے مدینہ پر اندھیرا چھا گیا تھا

حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ نے لکھا ہے...... حضور ﷺ کے وصال کے بعد

حضرت بلال مسجد نبوی میں اذان دینے کے لئے آئے...... اللہ اکبر اللہ اکبر...... اشہد ان لاالہ الااللہ...... اشہد ان محمد ......کہا گرے بے ہوش ہو گئے......لوگوں نے پکڑ کر اٹھا کر کہا بلالؓ ہوش سنبھال کیا ہو گیا ہے ......فرمایا لوگو روزانہ اذان دیتا تھا...... جب میں اشہد ان محمد رسول اللہ......کہتا نگاہ کھولتا تو منبر پر آقا ﷺ نظر آتے تھے......آج پہلی اذان تھی......پیغمبر ﷺ کی جدائی کے بعد میں نے اشہد ان محمد رسول اللہ جب کہا......محبوب ﷺ نظر نہیں آئے......اس لئے گرا ہوں......بے ہوش ہو گیا ہوں ......اس واقعہ کے بعد حضرت بلالؓ نے مدینہ چھوڑ دیا......ملک شام کی طرف سفر کر گئے......ایک سال تک واپس لوٹ کر نہ آئے۔

سیدنا بلالؓ کا خواب:

خواب دیکھا حضور ﷺ کی زیارت ہوئی ......(۱) حضور ﷺ نے فرمایا بلالؓ اس کا نام یاری تو نہیں یاوہ دور تھا تیرے سینے پہ پتھر ہوتے تھے......گردن میں رسیاں ہوتی تھیں......مکہ کے بازار میں گھسیٹتے تھے...... مارتے اور پیٹتے تھے پھر بھی تو نے میرا مدینہ نہ چھوڑا......میرے جانے کے بعد میرا مدینہ بھی چھوڑ دیا یہ کیا بے وفائی ہے......؟ آنکھ کھلی تو چیخ نکل گئی......راتوں کو سفر کیا دن کو سفر کیا شام سے سفر کرتے کرتے......جس وقت مدینہ طیبہ پہنچے......صبح تہجد کا وقت تھا مسجد نبوی ﷺ کھلی ہوئی تھی ......شہزادہ حسنؓ اور حسینؓ دونوں تہجد کی نماز ادا کر رہے تھے۔

بلالؓ کو آتے ہوئے انہوں نے دیکھا......دیکھ کر عجیب کیفیت طاری ہو گئی ......اور تڑپ کر کہا......جاء عمنا بلالؓ......ہمارے چچا بلالؓ آ گئے......نانے رسول اللہ کی

---

(۱) حضرت بلال رضی اللہ عنہ شام کے علاقہ خولان نامی ایک گاؤں میں رہائش پذیر تھے۔ وہیں پر خواب میں رسول اللہ کی زیارت ہوئی۔ دیکھئے (طبقات ابن سعد، اسد الغابہ، صحابہ کرام کا انسائیکلوپیڈیا ص ۹۸۳)

ثانی بلالؓ آگئے...... کہا چچا جان آپ ہمیں آج وہ اذان سنائیے...... جو نانا محمد ﷺ کی زندگی میں اذان آپ دیتے تھے...... اذان تو اب بھی وہی ہوتی ہے...... لیکن بلالؓ کا سوز و گداز، بلالؓ کی آواز جیسی آواز اب ہمیں نظر نہیں آتی۔

اذان تو اب بھی وہی ہوتی ہے مسجد کی فضا میں اے انور
جس ضرب سے دل ہل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے

حسنؓ و حسینؓ کی فرمائش:

حضرت بلالؓ فرمانے لگے...... مجھے وہ وقت یاد آیا...... رسول اللہ ﷺ کی جدائی کا منظر سامنے آیا...... ان شہزادوں کو دیکھا...... تو پیغمبر ﷺ کی محبت نے مجھے بے تاب کردیا...... میں نہیں چاہتا تھا...... کہ میں اذان دوں...... اور نبی کا منبر خالی ہو...... لیکن شہزادوں کی فرمائش تھی...... مجھ سے چھوڑی نہ گئی...... اذان دینا شروع کی......(۱) الله اکبر الله اکبر ......اشهد ان لا اله الا الله ......اشهد ان محمد رسول الله۔

سیدنا بلالؓ کی اذان اور مدینہ میں کہرام:

پورے مدینہ میں کہرام مچ گیا...... عورتیں، مرد، بچے، بڑے، بوڑھے، جوان، سب کے سب چیخیں مار کر گھروں سے باہر نکل آئے ...... کسی نے پوچھا کہاں جا رہے ہو......؟ کہنے لگے دیکھنے کے لئے جا رہے ہیں ...... پیغمبر ﷺ کی زندگی میں یہی مؤذن آیا کرتا تھا...... وہ اذان دیتا تھا...... محبوب ﷺ کے چلے جانے کے بعد بلالؓ بھی مدینہ چھوڑ کر چلا گیا تھا آج سالوں کے بعد یہ اذان ہو رہی ہے ہم دیکھنے کے لئے جا رہے ہیں۔

---

(۱) بحوالہ طبقات ابن سعد۔ سیر ابن ہشام۔ سیر الصحابہ۔ صحابہ کرام کا انسائیکلوپیڈیا ص ۹۸۳ حضرت بلال رضی اللہ نے ۲۰ ہجری میں ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور دمشق میں باب الصغیر کے قریب مدفون ہوئے متعدد نکاح کئے مگر اولاد کسی میں سے نہیں ہوئی۔ (ابن عساکر)

کہ اکیلا مؤذن آیا ہے...... یا امام بھی واپس آ گیا ہے۔

نواسہ رسول ﷺ سے محبت:

لیکن مسلمانو......! امام وہاں جا چکا تھا...... جہاں پہ جانے کے بعد کوئی واپس نہیں آیا کرتا...... یہ رسول اللہ ﷺ کے نواسہ سے محبت تھی...... ہر صحابیؓ کی یہی کیفیت تھی...... کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ دونوں شہزادوں سے بے انتہاء محبت رکھا کرتے تھے۔

حسنؓ و حسینؓ سے محبت اور حنفیوں کے ایمان کا حصہ:

میرے حنفی ہونے کی علامت یہ ہے...... نحن نفضل الشیخین...... ہم شیخین ابوبکرؓ و عمرؓ کو سب سے زیادہ فضیلت دیتے ہیں...... نحن مسح علی الخفین...... ہم موزے کا مسح پیغمبر کی سنت سمجھتے ہیں...... ہم حسنؓ اور حسینؓ سے محبت اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں...... جس کو پیغمبر ﷺ کے نواسوں سے محبت نہیں تھی...... وہ انتہا درجے کا بے دین اور بے ایمان تو ہو سکتا ہے...... وہ اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہلوا سکتا...... میں آخری بات کہنا چاہتا ہوں...... جس کے لئے میں نے تھوڑی سی تمہید باندھی ہے...... صحابہؓ کو بھی رسول اللہ ﷺ کے نواسے سے محبت ہے...... اہل بیت کو بھی پیغمبر ﷺ کے خاندان سے محبت ہے...... اولیاء، علماء، صلحاء کو بھی رسول اللہ کے خاندان سے محبت ہے...... حضرت معاویہؓ کو بھی محبت ہے۔

صحابہؓ کے وکیل صفائی:

اب وہ بات کہنا چاہتا ہوں...... جس طرف آپ حضرات کا ذہن لے آنا چاہتا ہوں...... تاکہ آپ حضرات اس مسئلہ کو بڑی وضاحت کے ساتھ دماغ میں جگہ دیں اور سمجھیں...... حضرت معاویہؓ کا جب آخری وقت آیا...... حضرت معاویہؓ نے دیکھا...... کہ

حالات میرے کمزور ہو گئے ہیں...... میں بوڑھا ہو گیا ہوں...... سیدنا معاویہؓ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا...... کیا کرنا چاہئے......؟ اس وقت حضرت معاویہؓ کے اس مشورہ میں طے ہوا...... آپ اپنا ولی عہد متعین کر دیں...... یزید جو حضرت معاویہؓ کا بیٹا تھا......(۱) پہلے یہ بات ذہن میں رکھ لیں...... کہ ہم صحابہؓ کے وکیل صفائی ہیں نہ کہ یزید کے وکیل صفائی ہیں۔

یزید صحابی رسول نہیں:

یہ جو میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں ...... اس میں حضرت معاویہؓ کی وکالت کرنا چاہتا ہوں...... یزید کی نہیں...... یزید کے متعلق جو فیصلہ ہو میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ...... خدا جانے یا اس کا بندہ جانے...... اور علماء نے یہ لکھا ہے کھل کر کے یزید کے مسئلے کو اللہ کے سپرد کرو...... اس لئے کہ اس سے بحث تاریخ میں ہے...... اور تاریخ میں مختلف قسم کی روایتیں ملتی ہیں...... نہ ہم اس پر رحمت بھیجتے ہیں...... نہ اس کے متعلق کوئی اور بات کہتے ہیں ...... اس کا معاملہ خدا کے ہاں سپرد کرتے ہیں...... نہ ہم اس کی عظمتیں اور تقدس بیان کرتے ہیں...... نہ نواسہ رسول ﷺ کا مقابل ٹھہراتے ہیں...... حسینؓ نبی ﷺ کا نواسہ ہے...... یزید نبی ﷺ کا نواسہ نہیں...... حسینؓ پیغمبر ﷺ کے کندھے پہ سوار ہے...... یزید رسول اللہ ﷺ

---

(۱) حضرت حسین ابن علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ پر بعض مولفین و مصنفین نے ایسی باتیں چسپاں کی ہیں جن کا طائل سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے کہ حضرت حسینؓ باغی ہیں۔ اور یزید حق پر ہے اور حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق یہ گمان کہ وہ یزید کے فسق و فجور کو پہلے جانتے تھے۔ یہاں پر فیصلے کیلئے صرف ہم علامہ ابن خلدون کی تصریحات پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہا۔ الاول منہما ماحدث فی یزید من الفسق ایام خلافتہ فایاک ان تظن بمعاویہ رضی اللہ عنہ انہ علم بذالک من یزید فانہ اعدل من ذالک وافضل بل کان یعذلہ ایام حیاتہ فی سماع الغناء وینہاہ عنہ وہو اقل من ذالک۔ پہلا معاملہ یزید کے فسق کا ہے۔ جو اس کے زمانہ خلافت میں ظاہر ہوا۔ خبردار امیر معاویہؓ کے بارہ میں یہ گمان مت کرنا کہ یزید کے فسق و فجور کو جانتے تھے۔ ملامت کرتے تھے اور اس سے روکتے تھے۔ حالانکہ گانا سننا فسق سے کم درجہ کا تھا (مقدمہ ص ۱۷۶ تا ۱۷۷)

کے کندھوں کا سوار نہیں...... حسینؓ ابن علیؓ کی پیغمبر ﷺ نے تربیت کی ہے...... یزید کا یہ معاملہ نہیں ہے...... حسینؓ صحابی رسول ہے...... یزید صحابی نہیں۔

ولی اور صحابی کی عظمت:

کروڑوں ولی ایک طرف......! ایک صحابیؓ کے قدموں کے جوتوں کی خاک کے ایک ذرے کا مقابلہ نہیں ہوسکتا...... چہ جائیکہ یزید اور حسینؓ کو ہم مقابلے میں لے آئیں...... بعض ان پڑھ، نادان و جاہل لوگ حقائق سے ناواقف لوگ جن پر خارجیت کا بھوت سوار ہوتا ہے...... وہ کہہ دیتے ہیں...... لڑے بھی دو شہزدے تھے...... ایک علی کا اور ایک معاویہؓ کا آپس میں دو بھائی لڑ پڑے...... ایک ہار گیا...... اور ایک جیت گیا...... جو اس قسم کے جملے کہتے ہیں...... وہ بکواس کرتے ہیں...... سیدنا حسینؓ کی شہادت مظلومانہ ہے...... حسینؓ نواسۂ رسول ﷺ ہے...... یزید نواسہ نہیں...... حسینؓ صحابی رسول ﷺ ہے ...... یزید صحابی نہیں ہم حسینؓ کے تو طرف دار ہیں...... حسینؓ کے تو وکیل صفائی ہیں...... یزید کے وکیل صفائی نہیں...... بات کو غور سے سنیں......! مشورہ ہوا...... کس کو ولی العہد بنایا جائے...... اس پر مختلف تجاویز آئیں...... یزید اس وقت جب حضرت معاویہؓ نے حکومت سنبھالی...... تو یزید سلطنت کے امور میں نظام مملکت میں...... حضرت معاویہؓ کے ساتھ کئی سال کام کرتا رہا...... بڑی دسترس رکھتا تھا...... طے یہ ہوا...... کہ اس کو ولی عہد متعین کیا جائے...... یہاں پر ایک سوال ہوتا ہے...... جو آپ کے ذہن میں بھی آرہا ہوگا...... کہ لوگ تقریروں میں کہتے ہیں...... شرابی تھا...... کبابی تھا...... زانی تھا...... چور تھا...... بدمعاش تھا...... ڈاکو تھا...... سوال یہ ہے کہ ولی عہد کیوں بنایا......؟ سوال سمجھ آرہا ہے......؟ گفتگو میری سمجھ آرہی ہے......؟ میں کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتا...... جس میں آپ کو الجھاؤں...... بلکہ ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں...... حضرت

ابن حنفیہ کہتا ہے......حیدر کے بھائی کا بیٹا کہتا ہے...... حسینؓ ابن علیؓ کا بھائی کہتا ہے یہ...... میں نہیں وکالت کر رہا......انہوں نے کہا......کہ یزید کو جب میں نے دیکھا تو......وھو یصوم ویصلی ......وہ نمازیں بھی پڑھتا تھا......روزے بھی رکھتا تھا......نوجوانوں میں عیاشی کی عادت ہوتی ہے......غلط کاموں کی فطرت بعض دفعہ بن جاتی ہے......لیکن کبھی کسی نوجوان کو آپ نے دیکھا......کہ باپ کے سامنے اونچی آواز سے کوئی بدمعاشی کرے......کبھی کسی نوجوان نے باپ کے سامنے شراب پی ہو......؟ چوری کی ہو......غلط کام کیا ہو......؟ سگریٹ بھی پیئے گا......تو باپ سے چھپ کر پیئے گا......دوست کے سامنے کھل کر آدمی اپنے ضمیر کی بات کہہ دیتا ہے......یار میری فلاں سے یاری ہے ......فلاں سے تعلق ہے......فلاں سے اٹھنا بیٹھنا ہے......میں فلاں تجھے راز کی بات بتادوں یار کو تو راز کی بات بتائے گا......لیکن باپ کو نہیں۔

بھائی حضرت محمد بن حنفیہ حسینؓ ابن علیؓ کے بھائی یزید کا یار ہے......اگر یزید میں یہ جرائم ہیں......اس کی وکالت نہیں کر رہا......اگر تھے تو اتنے چھپ کر تھے تو جب دوست کو پتہ نہیں چلا......تو باپ کو پتہ نہیں چلا......آپ نے جو ولی عہد بنایا اس بنانے پر حضرت معاویہؓ نے ایک وصیت کی ......وصیت کے بعد سیدنا معاویہؓ پر کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا......حضرت معاویہ نے فرمایا بیٹے بات سن......!میں صحابہ کے اس مشورہ سے تمہیں منتخب کر رہا ہوں......اور صرف اسلئے کہ پچھلی تاریخ میرے سامنے ہے......حضرت عثمان کے بعد کیا حالات پیش آئے......؟ حضرت عمر کی شہادت کے بعد کتنی پریشانیاں پیش آئیں......؟ حضرت علی کی شہادت کے بعد کیسے واقعات پیش آئے......؟

حضرت معاویہؓ کی یزید کو وصیت:

یہ صرف اسی لئے کہ ولی عہد متعین کوئی نہیں تھا......میں تجھے اس لئے متعین

کر رہا ہوں...... اور میں تجھے وصیت کرتا ہوں ...... کہ میرے بعد اہل عراق یا میرے بعد کوفہ کے بدمعاش لوگ تیرے مقابلے میں حسینؓ ابن علیؓ کو لا کر کھڑا کریں گے...... حسینؓ نبی ﷺ کا نواسہ ہے...... نبوت کا شہزادہ ہے...... پیغمبر ﷺ کی گود میں پلنے والا ہے...... میری وصیت تجھے یہ ہے...... کہ حسینؓ سے حسن سلوک سے برتاؤ کرنا...... نبی ﷺ کے خاندان کی حیثیت سے اس کی عزت واحترام کرنا...... اور اس بات کا خیال کرنا ...... کہ اپنے امور سلطنت چلانے میں حسینؓ سے مشورہ لینا...... یہ وصیت حضرت معاویہؓ کی موت کی وصیت ہے...... مرتے وقت آدمی اوپر اوپر سے باتیں کرتا ہے...... یا دل کی......؟ (دل کی) آج یہ مسئلہ سارے یاد کر کے جاؤ۔

خلافت وملوکیت:

اب ان سے اتنی بڑی وصیت کرنے کے بعد حضرت معاویہؓ کا انتقال ہوگیا...... اگر یزید نے کوئی غلط کام کیا ایمانداری سے بتاؤ...... کیا اس میں حضرت معاویہؓ کا کوئی قصور ہے......؟ (نہیں) حضرت معاویہؓ نے کوئی غلطی نہیں کی ...... حق بجانب رہے ...... اہل حق میں رہے...... یا کہ آپ کہیں خلافت کو ملوکیت میں بدل دیا...... یہ کوئی قانون کی بات نہیں ہے...... کہ خلافت کو ملوکیت میں بدل دیا اسلام میں اس کا کوئی تصور نہیں ہے ...... اسلام میں نظام حکومت چلانے کا ایک طریقہ ہے۔

حضرت معاویہؓ کے خلیفہ بننے میں حضرت حسنؓ کا کردار:

خلافت تو ملوکیت میں حضرت حسنؓ نے بدل دی تھی ...... خلافت علیؓ پہ ختم ہوگئی تھی ...... حضرت حسنؓ نے اپنے ہاتھ سے معاویہؓ کو خلیفہ بنا دیا تھا...... معاویہؓ نے اپنے ہاتھ سے یزید کو اپنا ولی عہد بنا دیا ہے...... تو یہ بات تو حضرت حسنؓ کی طرف جائے گی...... یہ معاویہؓ پہ

الزام نہیں آئے گا...... پھر نبی ﷺ کے نواسے پہ الزام آئے گا...... اس لئے ایسا الزام نہیں لگانا چاہئے...... اور یہ بات سوچ کر کرنی چاہئے...... حضرت معاویہؓ دنیا سے رخصت ہو گئے یزید سربراہ بن گیا...... اب جو بات کہنا چاہتا ہوں...... اسے غور سے سمجھیں گے...... بات سمجھ میں آئے گی ...... یزید کا زمانہ اقتدار سنبھالنے کے بعد، اقتدار وسلطنت پر براجمان ہونے کے بعد سب سے پہلے فریضہ اس کا یہ تھا...... کہ باپ کی وصیت کو سامنے رکھتا...... نواسہ رسول سے جا کر ملتا...... حسینؓ کے قدموں میں بیٹھتا...... اور جا کر اپنے حالات سامنے رکھتا...... میرا عقیدہ یہ ہے...... کہ جیسے حضرت حسنؓ کو کوئی دنیا و دولت کی لالچ نہیں تھی...... حسنؓ نے اپنی سلطنت چھوڑ کر اگر معاویہؓ سے صلح کر کے ان کے سپرد کر دی تھی ...... تو حسینؓ بھی اسی حسنؓ کا بھائی ہے...... اسے بھی حکومت کی ضرورت نہیں...... یقیناً حسینؓ کہہ دیتے اقتدار تو چلا...... لیکن میرا منشاء یہ ہے...... کہ خلفاء راشدین کے نظام سے نظام نہ ٹکرائے...... ان کے اصولوں کے مطابق کام کر، تو حکومت چلا، مجھے اقتدار کی کوئی ضرورت نہیں...... حضرت حسینؓ کی یہ رائے ہوتی ہمارا عقیدہ ہے۔

نواسہ رسول کے شب و روز:

کیونکہ جب حضرت حسنؓ نے حکومت کو قبول نہیں کیا...... تو حسینؓ بھی حکومت کو قبول کرنے کے حق میں نہیں تھے...... اور یہ غلط ہے...... کہ جو لوگ کہتے ہیں...... حضرت حسینؓ حکومت لینے کے لئے جا رہے تھے...... حکومت کہاں دولت واقتدار کہاں......؟ کہنے والوں پہ خدا کی کروڑوں لعنتیں ہوں...... نواسہ رسول ﷺ جس کے شب و روز عبادت میں گزرے...... دن ورات کے چوبیس گھنٹوں میں ایک ہزار نفل عبادت پڑھتے ...... یومیہ قرآن مجید کا ایک ختم کرتے تھے ...... درہم ودنانیر اللہ کے راستے میں صدقہ وخیرات کر دیتے تھے...... بعض دفعہ شام کو گھر میں پکانے کو سالن کے لئے پیسے نہیں ہوا کرتے

تھے.....اتنے بڑے توکل والے آدمی سے یہ کہا جائے ......العیاذ باللہ اس کو دولت کی چاہت تھی.....اور وہ حکومت و کرسی لینے کیلئے العیاذ باللہ کوفہ روانہ ہو گیا تھا.....یہ بکواس ہے.....بات سمجھئے واقعہ کیا ہے.....؟ واقعہ یہ ہے.....کہ یزید نے پہلی غلطی یہ کی کہ باپ کی وصیت کو بھلا دیا.....اور حکومت سنبھالنے کے بعد سب سے پہلے حضرت حسینؓ سے یہ ملنے نہیں گیا.....اس نے یہ سوچا کہ حکومت میری بن گئی ہے.....اب میں نے کنٹرول سنبھال لیا ہے.....لہذا اس نے گورنر مدینہ کو خط لکھا.....کہ سب سے میری بیعت لو.....بالخصوص جو اکابر صحابہؓ وہاں پر ہیں.....حضرت حسینؓ ہیں.....عبداللہ بن زبیرؓ ہیں.....عبداللہ بن عمرؓ ہیں.....ان حضرات کو کہو کہ یہ بھی میری سلطنت کی بیعت کریں.....میرے ہاتھ پر یعنی اسی گورنر کے ہاتھ پر کریں.....ان سے کہا گیا.....کچھ لوگوں کو اعتراض نہیں تھا.....انہوں نے کہا ٹھیک ہے.....بیعت کر لی۔

حضرت حسینؓ کا بیعت یزید سے انکار:

ان میں سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بھی انکار کر دیا.....(۱) حضرت حسینؓ نے بھی انکار کر دیا.....کہوں کیا غور کریں .....صرف اس لئے کیا.....کہ ہمارے مشورہ کے خلاف وہاں پر حکومت سنبھال رہا ہے.....ہم پیغمبر ﷺ کے مدینے میں بیٹھے ہیں.....جلیل القدر صحابہؓ میں سے ہیں مجلس شوریٰ میں سے جو علمی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔

---

(۱) حضرت معاویہؓ کے بعد جب یزید برسر اقتدار آیا اس نے مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ کو معزول کر کے عمرو بن سعید بن العاص کو مدینہ کا گورنر بنا دیا۔ حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ دونوں حضرات مکہ میں چلے گئے۔ یزید نے عمرو بن سعید کو لکھا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کو جیسے ہو سکے گرفتار کر کے پابہ زنجیر دمشق روانہ کرو۔ عمرو نے ایک بڑی فوج مکہ میں بھیجی اس کی فوج نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی فوج سے شکست کھائی۔ آخر یزید نے حجاج بن یوسف کی سرکردگی میں مزید فوج بھیجی۔ اس خون ریز لڑائی میں عبداللہ بن زبیرؓ شہید ہو گئے۔ (تاریخ ابن ہشام، تاریخ طبری، طبقات ابن سعد)

اگران سے مشورہ نہ لیا جائے...... اور وہ اگر صحیح رہنمائی نہ کریں...... تو نظام حکومت نہیں چل سکتا...... آپ اقتدار کی کرسی کسی ۲۰ سالہ بچے کے حوالے کردیں...... لیکن اس کے کنٹرول کو سنبھالنے والے بزرگ ہونے چاہئیں...... جو اس کو سنبھال سکیں...... وہاں ضرورت تھی ...... کہ یہ صحابہؓ اس کے ساتھ ہوتے...... لیکن اس نے صحابہؓ کو اہمیت نہ دی...... ضرورت نہ سمجھی...... یہ اس نے بہت ہی بڑی غلطی کی ہے...... جو کہ تاریخی غلطی ہے...... حضرت حسینؓ نے انکار کردیا...... میں نہیں بیعت کرتا...... آپ سوچیں گے...... کہ حضرت حسینؓ نے کیوں انکار کیا......؟ انکار کرنا حضرت حسینؓ کا حق تھا...... کیسے......؟ سمجھانے کیلئے میں چھوٹی سی ایک مثال دیتا ہوں...... کہ فاروق لغاری اپنے جھنگ کے A,C کو یوں کہے...... کہتم اعظم طارق کے پاس یا فاروقی کے پاس جاؤ...... یا فلاں لیڈر کے پاس جاؤ...... اور اسے کہو میری سلطنت اور اقتدار حکومت کے لئے وہ تیرے ہاتھ پر بیعت کرے ...... تو A,C کون ہوتا ہے اتنے بڑے آدمی سے بیعت لینے والا......؟ فاروق لغاری خود چل کر آئے...... بات کرے گفتگو ہوتی ہے...... ہم اپنا ووٹ تیرے حق میں تب استعمال کریں گے...... جب تم ہمیں فلاں فلاں دو گے...... یا ہمارا فلاں مطالبہ تسلیم کرو گے ...... فلاں گفتگو ہماری سنو گے...... یہ یزید کا حق تھا...... کہ آتا حسینؓ ابن علیؓ سے ووٹ مانگتا...... حسینؓ اس سے جو مطالبہ کرتے اس مطالبہ کو تسلیم کرتا...... اس نے تو دوسرے کے حوالے کیا...... تو کام خراب ہوگیا...... حضرت حسینؓ نے کہا تیری حیثیت کیا ہے...... میں تیرے ہاتھ پہ کیوں بیعت کروں......؟ حضرت حسینؓ نے نہیں کی...... حضرت حسینؓ نے حالات دیکھے...... کہ گورنر کا دماغ صحیح نہیں ہے...... آپؓ مدینہ چھوڑ کر مکۃ المکرمہ چلے گئے ...... مکہ آئے تو حضرت معاویہؓ کی پیشین گوئی سچی نکلی...... اہل کوفہ نے خطوط لکھنا شروع کئے ...... ان کو پتہ چل گیا...... کہ حضرت حسینؓ نے بیعت نہیں کی...... وہ مدینہ چھوڑ کے مکہ آ گئے

.....اس ساری تحریک میں کوئی ایسے واقعات نہیں..... جو فرمودہ واقعات آپ لوگوں سے سنتے ہیں..... یہ تاریخ کا نچوڑ اور خلاصہ ہے..... جو میں آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں .....میں زیادہ تفصیل نہیں کرتا.....اہم باتیں بتانا چاہتا ہوں..... جس سے آپ کو اس حادثے کا یعنی حادثہ کربلا کا پس منظر سمجھ آئے..... جب مکۃ المکرمہ میں کافی مدت تک ٹھہرے.....اس دوران خطوط کی ایک تعداد کثیر آ گئی..... جس میں یہ لکھا ہوا تھا..... کہ آئے نواسہ رسول ﷺ ہم نے گورنر نعمان ابن بشیر کو نہیں مانا..... ہم نے یزید کو حاکم نہیں مانا..... ہم ان کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے..... آپ ہمارے لئے مقتدا اور پیشوا ہیں..... آپ تشریف لایئے ہم آپ کے بغیر مر رہے ہیں..... آپ کی حکومت کے ہم منتظر ہیں..... آپ کے دست حق پرست پر ہم بیعت کریں گے.....اور وہاں کے حالات لکھے.....ان حالات کا حضرت حسینؓ کو پتہ نہیں تھا..... یہ صرف کوفیوں نے لکھے سچ ہیں یا غلط.....؟ یہ کوفیوں کی گردن پر..... کہا گیا حالت یہ ہے..... جناب ظلم ہو رہا ہے..... ستم ہو رہا ہے..... مظلوم انسان پسا جا رہا ہے..... اسلام پہ ظلم و ستم ہے..... فلاں فلاں واقعات ہیں..... یہ ساری وارداتیں ان کوفیوں نے بنا کر حضرت حسینؓ کے سامنے پیش کیں..... تو حضرت حسینؓ نے صحابہؓ کو کہا جو اکابر صحابہؓ وہاں پر موجود تھے..... حضرت زبیر بھی وہاں تشریف لے آئے تھے..... حضرت عبداللہ ابن عمر مکہ سے مدینہ تشریف لائے تھے..... تو انہوں نے کہا نواسہ رسول ہم آپ سے ایک درخواست کرتے ہیں..... کہ مکہ سے زیادہ امن کی کوئی جگہ نہیں ..... یہ وہی بدمعاش ہیں..... کہ جنہوں نے آپ کے اباعلیؓ کو شہید کیا تھا..... یہ وہی ہیں جنہوں نے حسنؓ کو زہر دیا تھا..... ہمیں ڈر لگتا ہے..... کہیں آپ کو یہ وہاں لے جا کر تن تنہا کر کے شہید نہ کر دیں..... اس لئے خدا کے لئے آپ ان کی رائے نہ مانیں.....اور وہاں تشریف نہ لے جائیں۔

اللہ کے دربار میں استغاثہ:

حضرت حسینؓ نے فرمایا تمہاری تجویز میرے سرآنکھوں پر...... یہ خط مجھے جلاتے ہیں...... جن خطوں میں یہ لکھا...... کہ حضرت حسینؓ نہ آئے...... تو قیامت کے دن خدا کی دربار میں ہمارا ہاتھ تمہارے گریبان میں ہوگا...... ہم اللہ کی دربار میں استغاثہ کریں گے...... حضرت حسینؓ نے فرمایا میں اللہ کی دربار سے ڈرتا ہوں ...... اس لئے جانا چاہتا ہوں...... صحابہؓ نے کہا...... پھر ایسا کریں ...... کہ پہلے آپ کسی نمائندے کو بھیجیں...... جو کوفہ کے حالات معلوم کرے۔

سیدنا مسلم بن عقیل کی روانگی:

چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت سیدنا مسلم بن عقیلؓ کو بھیجا...... حضرت مسلم بن عقیلؓ کے ساتھ دو آدمی اور بھی روانہ ہوئے...... وہاں سے آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے...... مدینہ سے جب روانہ ہوئے تو دو اور ساتھی ساتھ ہو گئے ...... اسی طرح دوان کے چھوٹے شہزادے تھے ...... اسی طریقہ سے سات آدمیوں کا قافلہ روانہ ہوا...... جس وقت یہ کوفہ پہنچا...... کوفہ والوں نے ان کا استقبال کیا...... اسی ہزار سے زیادہ کوفیوں نے حضرت سیدنا امام مسلمؓ کے ہاتھ پر بیعت کی ...... اور آپ کی اس بیعت کا اعلان کیا...... آپ کی امامت اور امارت کا فیصلہ کیا...... حضرت مسلمؓ نے حضرت حسینؓ ابن علیؓ کو خط لکھ دیا......(۱) کہ حالات موافق ہیں ...... آپ بے شک تشریف لائیے ...... گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے ...... یہ لوگ آپ کے حامی ہیں ...... آپ کے حق میں ہیں۔

---

(۱) حضرت مسلم بن عقیلؓ پوشیدہ طور پر روانہ ہوئے کوفہ پہنچ کر مختار بن عبیدہ کے مکان پر ٹھہرے۔ صرف پہلے دن بارہ ہزار لوگوں نے بیعت کی۔ بیعت کا حال لکھ کر حضرت مسلم نے دو آدمی قیس اور عبدالرحمان نامی کو بھیجا۔ کہ آپ آجائیں حالات موافق ہیں (اسدالغابہ، تاریخ طبری، طبقات ابن سعد)

نعمان بن بشیر گورنر کا رویہ:

حتی کہ وہاں کا گورنر نعمان ابن بشیر اس نے مخالفت چھوڑ دی......اور یہ کہا کہ میں نواسہ رسول ﷺ کی مخالفت کر کے اپنے آپ کو جہنم میں نہیں لے جانا چاہتا...... بے شک آپ جو چاہیں مجھ سے اقتدار چھین لیں......میں کوئی مخالفت اور مقابلہ بازی نہیں کرنا چاہتا۔

یزید کو کوفیوں کا علم ہونا:

جس وقت یہ اطلاع حضرت حسینؓ کو ملی......ادھر یزید کو پتہ چل گیا......کہ کوفیوں نے حضرت حسینؓ کو میرے خلاف بھڑکایا بہکایا ہے......اور میرے خلاف آمادہ کیا ہے......اور وہ حضرت حسینؓ کو بلا رہے ہیں...... مسلم بن عقیلؓ کو لے آئے ہیں......اور وہاں پوری بغاوت کھڑی ہو گئی ہے...... ہر آدمی اپنی اپنی حکومتیں کنٹرول کرتا ہے......اور نظام کو سنبھالنے کی کوشش کرتا ہے......اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ گورنر بدلا......نعمان ابن بشیر کو ہٹا کر عبیداللہ بن زیاد جو ایک بدمعاش انسان تھا......غلط آدمی تھا......لیکن ذہین اور سیاست دان تھا...... بڑا چالاک و چوبند آدمی تھا......اس کو گورنر بنا کر بھیجا......کہ کوفیوں کی تو ہی مالش کر سکتا ہے......اور کوئی نہیں کر سکتا...... یہ شخص جب آیا بڑے داؤ سے مدینے کے راستے سے کوفہ میں داخل ہوا......لوگوں نے سمجھا ......کہ حضرت حسینؓ آ گئے......مرحبا اھلا و سھلا......اور نعرہ تکبیر کی صدائیں بلند ہوئیں......لوگوں نے سلام عقیدت اور خراج عقیدت پیش کیا...... یہ شخص بڑے سہمے سہمے خراماں خراماں چلتے چلتے جس وقت سلطنت دارالخلافہ میں آیا......اس نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا کر کہا......خبردار حسینؓ کا نام لینے والو......میں حسینؓ نہیں میں عبیداللہ بن زیاد ہوں......غور کرنا اور جملے غور سے سننا اس وقت عبیداللہ بن زیاد اکیلا آیا تھا۔

مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے:

اور حضرت مسلم کے ہاتھ پر اسی ہزار کوفی بیعت کر چکے تھے......کوفی وہ ہیں...... جو اپنے آپ کو شیعان علی کہہ رہے تھے......شیعان حسینؓ کہہ رہے تھے......اور عبید اللہ بن زیاد اکیلا آیا تھا۔

کوفیوں کی حسینؓ ابن علیؓ سے خیر خواہی:

اگر وہ بد معاش کوفی حسینؓ ابن علیؓ کے سچے خیر خواہ ہوتے ......اس ابن زیاد اکیلے آنے والے کی بوٹی بوٹی کر دیتے......تکہ کباب بنا دیتے......اس کو پاش پاش کر دیتے ......ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ......اور اس کا نشان تک مٹا دیتے......لیکن ایک دم سب کے سب کا رخ بدل گیا......انہوں نے اس کو اھلا و سھلا مرحبا کہا۔

مسلم بن عقیل کو بے یارو مددگا چھوڑنا:

حضرت امام مسلم بن عقیلؓ کو بے یارو مددگار چھوڑ دیا......ھانی ابن عروہ کے گھر میں تشریف لے گئے ......لمبی چوڑی داستان ہے......حتی کہ حضرت ھانی بھی شہید ہو گئے......حضرت امام مسلمؓ کو بھی پکڑا گیا......مغرب کے وقت حضرت امام مسلمؓ نے نماز کی امامت کرائی...... ہزاروں آدمی پیچھے موجود تھے......اور جس وقت سلام پھیرا اس وقت کیفیت یہ تھی......کہ تین آدمی پیچھے موجود تھے......باقی سارے کے سارے چلے گئے تھے ......اور یہ سب سے بڑی عجیب بات ہے ......میری طرف دیکھیں......!اور سیدنا مسلم بن عقیلؓ کو مغرب کی نماز کے بعد کوئی آدمی کھانے کا پوچھنے والا کوئی نہیں تھا...... پانی کا پوچھنے والا کوئی نہیں تھا......تعاون کرنے والا کوئی نہیں تھا ساتھ دینے والا کوئی نہیں تھا اپنے گھر میں ان کو رہائش دینے والا کوئی نہیں تھا پیغمبر ﷺ کے نواسے پہ اتنا بڑا ظلم ہوا خاندان رسالت کے

ساتھ ان کوفیوں نے بدمعاشی کی انتہا کر دی تفصیل لمبی ہے میں اس طرف نہیں جاتا۔

نبی ﷺ کے خاندان کے دشمن:

بالآخر مسلم بن عقیل گرفتار ہوئے ...... عبیداللہ بن زیاد کی دربار میں پہنچے ...... جب سامنے آئے تو سلام نہیں کیا ...... اس نے کہا میں سلام کا مستحق نہیں ...... انہوں نے کہا جو نبی ﷺ کے خاندان کا دشمن ہے ...... وہ سلام کا مستحق نہیں ...... اس نے کہا تم میرا ادب نہیں بجالائے ...... فرمایا تو اس قابل ہی نہیں ہے ...... پھر اس نے حضرت امام مسلمؓ سے کہا تھا ...... کوئی وصیتیں ہیں تو کرو ...... آپ نے کہا مجھے واپس کر دیا جائے ...... اس نے کہا میں تجھے اس قابل ہی نہیں سمجھتا ...... آپ نے فرمایا میرے بچوں کو واپس روانہ کر دیا جائے۔

مسلم بن عقیل کا قتل:

اس نے کہا تم ہمارے دشمن ہو ہم تم سے انتقام لیں گے ...... اور جو وصیت کی عبیداللہ بن زیاد نے ساری پوری کر دیں ...... نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت امام مسلمؓ کو مکان کی چھت پر کھڑا کر کے شہید کر دیا گیا ...... (۱) قتل کرنے کے بعد آپ کی لاش کو اوپر سے نیچے پھینک دیا گیا ...... اور ایک بہت بڑا ظلم ہوا ...... فرزدق نامی ایک شاعر ہے ...... یہ شخص اس سارے واقعہ کو دیکھنے کے بعد چھپ کر مدینہ سے مکۃ المکرمہ کی طرف جاتا ہے۔

سیدنا حسینؓ کی کوفہ میں روانگی:

حضرت حسینؓ مکہ سے روانہ ہو چکے تھے ...... عبداللہ بن مطیع نامی ایک بہت بڑا

---

(۱) حضرت مسلم بن عقیل کو ابن زیاد نے شہید کر ڈالا۔ اہل کوفہ نے ان کی مدد نہیں کی ۳ ذوالحجہ ۶۰ ھجری کو حضرت مسلم شہید ہوئے۔ اور اسی دن حضرت امام حسینؓ مکہ سے روانہ ہوئے (تاریخ طبری ابن خلدون طبقات ابن سعد تاریخ اسلام ص ۵۸ ج ۲)

علیم آدمی ہے ...... تاریخ میں ایک بڑا مئورخ اور محدث ہے۔وہ حضرت حسینؓ کوملا......(۱)اس نے کہا آپ نہ جائیں کوفہ کے حالات خراب ہیں......ھانی بن عروہ شہید کردیۓ گئے ہیں......امام مسلم بن عقیلؓ شہید کردیئے گئے ہیں......عبیداللہ بن زیاد گورنر بن چکا ہے...... اس فرزدق شاعر نے حضرت حسینؓ کوروکا......اوررشتہ داروں نے روکا......حضرت حسینؓ بالاخراس مئوقف پرآگئے......اور یہ کہنے پرآگئے......کہ بھائی ہم کوفہ نہیں جاتے مقابلہ نہیں کرتے ......لڑائی نہیں کرتے ......آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہاجوجاناچاہتے ہیں...... واپس چلے جائیں ......جوشخص میرے ساتھ مکے چلنا چاہتاہے......مکہ چلے......سب سے مشورہ کیا...... کہکیا کریں......ان لوگوں سے جوحضرت حسینؓ کے ساتھ تھے ......امام مسلمؓ کے بیٹے بھی تھے...... انہوں نے کہاچچاجان...... !ہماراابا آپ کاسفیربن کرگیاہے......عثمانؓ نبی کاسفیرتھا......پیغمبرﷺ نے توعثمانؓ کے خون کے انتقام کی بیعت لے کرپندرہ سوصحابہؓ قربان کرنے کے لئے تیارکردیئے تھے......آپ ہمارےاباکےخون کاانتقام نہیں لیں گے......آپ لیں یانہ لیں......ہم کوفہ جائیں گے...... اپنےباپ کابدلہ لیں گے۔

سیدناحسینؓ اورشہزادے:

حضرت حسینؓ نے فرمایا آۓ شہزادے......!میں بھی تمہارے ساتھ ہوں...... اگرتم چلتے ہوتومیں سب سے آگے چلوں گا......پھریہ قافلہ آگے چلا ......تقدیر کے فیصلے تھے......آدمی کچھ نہیں کرسکتا......لمبی چوڑی داستان ہےحرسے ملاقات ہوئی۔

---

(۱)مکہ اور کوفہ کے درمیان صفاح کے مقام پر عربی کے مشہورشاعرفرزدق سے حضرت حسینؓ کی ملاقات ہوئی۔آپ نے کوفہ کے حالات پوچھے۔(ابن خلدون ،تاریخ اسلام ص۵۸ ج۲)

سیدنا حسینؓ کی امامت:

حسینؓ ابن علیؓ کا عمل دیکھئے......! حضرت حسینؓ کے پاس پانی کے مشکیزے ہیں ......ان کے پاس کچھ نہیں تھا...... حسینؓ نے اپنا پانی ان کو وضو کے لئے دیا......نماز کے لئے دیا......نماز کا وقت آیا ......توسیدنا حسینؓ نے خود عبیداللہ بن زیاد سے کہا......کیا خیال ہے......تم ہمارے ساتھ نماز پڑھو گے یا اپنی پڑھو گے......؟ انہوں نے کہا اختلاف اقتدار والوں کا ہے......حکومت والوں کو آپ سے ہے......میں ان کا نوکر ضرور ہوں......لیکن آپ کے خاندان کی عظمت کو سلام پیش کرتا ہوں......نماز حسینؓ تیرے پیچھے پڑھیں گے......کسی اور کے پیچھے نہیں پڑھیں گے......لمبی چوڑی داستان ہے۔

سیدنا حسینؓ کربلا میں تین شرطیں:

یہ حر عبیداللہ بن زیاد کا واسطہ بنا ......اور حضرت حسینؓ کے درمیان مذاکرات کا واسطہ بنا......ان مذاکرات کو ناکام کرنے والا شمر ذی الجوشن تھا......اس بدمعاش نے کہا حضرت حسینؓ کی کوئی بات نہ مانو......(۱) حسینؓ ابن علیؓ صلح کا سب سے بڑا پیکر...... حسینؓ ابن علیؓ اتحاد کا سب سے بڑا داعی......حضرت حسینؓ نے کربلا میں بھی تین شرطیں پیش کیں ......پہلی بات تو یہ ہے ظالمو دھوکے سے تم مجھے لے آئے ہو......حضرت حسینؓ نے خطوط پیش کئے...... بارہ ہزار خط تھے......بعض علماء نے لکھا ہے......کہ بارہ ٹوکریاں تھیں......یا خطوں کی بھری ہوئی صندوقیں تھیں......اور حضرت حسینؓ نے ان کو کہا......کہ تم میں سے فلاں فلاں آدمی ہیں......انہوں نے فرمایا بتاؤ یہ خط تمہارے نہیں......؟ انہوں نے کہا ہمارے ہیں......تم نے نہیں مجھے بلوایا......؟ انہوں نے کہا ہم نے بلوایا ہے۔

---

(۱) سیرت ابن ھشام ،تاریخ ابن خلدون ،طبقات ابن سعد،تاریخ طبری

شرم نہیں آتی تم نے مجھے بلا کر کس مقام پر لا کر کھڑا کر دیا ہے......؟ مگران کے پاس کوئی جواب نہیں تھا......ندامت سے ان کی آنکھیں جھک جاتی تھیں۔

میدان کربلا میں سیدنا حسینؓ کا خطاب:

حضرت حسینؓ ابن علیؓ نے فرمایا......دیکھو! میں پھر بھی تم سے لڑنا نہیں چاہتا......میری تین شرطوں میں سے کوئی ایک قبول کرو......(۱) حسینؓ کی وسعت ظرفی ملاحظہ کرو......تاریخ میں بڑی وسعت پیش کی گئی ہے......سیاست دان اقتدار کی خاطر روزانہ ایک دوسرے کے دست وگریبان ہوتے ہیں......ارے حوصلہ سیکھنا ہے تو حسینؓ ابن علیؓ سے سیکھو......ملت کی خیر خواہی سیکھنی ہے......تو ابن علیؓ سے سیکھو......خدا کی قسم میں ان لوگوں کو سلام پیش کرتا ہوں ......جنہوں نے چودہ سو سال کے مذہبی اختلاف کو نظر انداز کر کے ملت کی خاطر یکجہتی کا ثبوت دیا ہے......تمہاری نواز شریف اور بے نظیر کی چند ٹکے کی سیاست ہے ......تم اپنی سیاست کو اسلام اور ملک وملت کی فلاح و بہبود کے لئے نہیں چھوڑ سکتے......میں جو بات کہنا چاہتا ہوں اس پر غور کریں......حضرت حسینؓ نے تین شرطیں پیش کیں......ایک شرط یہ پیش کی ......فرمایا دیکھو......! مجھے واپس مدینہ رسول میں جانے دو......میں نانا محمد ﷺ کے شہر سے باہر نہیں رہنا چاہتا......میں تو اس لئے آیا تھا......کہ مجھے تو تم نے اسلام کے نام پر بلایا تھا......میں کوئی اقتدار کی خواہش میں نہیں آیا تھا......میرا کیونکہ کوفہ میں اپنا گھر موجود ہے......اس لئے میں اپنے بچے بھی ساتھ لے کر آیا ہوں ......ورنہ کوئی جنگ لڑنے جاتا ہے ......تو وہ اپنے بچوں کو ساتھ نہیں لے کر جاتا......جو جنگ لڑنے کے لئے جاتا ہے......وہ صلح کی شرطیں نہیں پیش کیا کرتا۔

---

(۱) تاریخ ابن خلدون طبقات ابن سعد ،تاریخ اسلام ص ٦٥ ج ٢

جو جنگ لڑنے کے لئے جاتا ہے وہ اس قسم کے حالات پیش نہیں کرتا...... حضرت حسینؓ ابن علیؓ نے فرمایا مجھے واپس جانے دو...... انہوں نے کہا واپس نہیں جانے دیں گے۔

دوسری شرط پیش کی...... فرمایا اچھا اگر مجھے واپس نہیں جانے دیتے...... تو میری ایک رائے اور قبول کرلو...... اور وہ یہ ہے کہ مجھے چھوڑو...... اور میں اسلامی سرحد کے کنارے پر چلا جاتا ہوں...... اسلامی سرحد کے کنارے پر چلا جاتا ہوں...... اس کا مطلب یہ ہے...... کہ حضرت حسینؓ کا یہ یقین تھا...... کہ بادشاہ فاسق کیوں نہ ہو وہ اسلامی سرحد ہے...... اسلامی سلطنت ہے...... کافروں کی نہیں...... بادشاہ ظالم کیوں نہ ہو...... عادل کیوں نہ ہو...... آپ کے ملک پر کوئی مسلط ہوجائے...... ملک تو مسلمانوں کا ہے...... حکومت تو مسلمانوں کی ہے...... حکمران کا دماغ خراب ہوجایا کرتا ہے...... حضرت حسینؓ نے کہا مجھے کنارے پہ جانے دو...... میں کفر سے لڑکر شہید ہونا چاہتا ہوں...... میں نہیں چاہتا کہ تمہارے ہاتھ میرے خون سے رنگین ہوں...... انہوں نے کہا حسینؓ یہ شرط بھی منظور نہیں۔

تیسری شرط دل گردے اور حوصلے سے سنیں...... فرمایا مجھے یزید کے پاس لے چلو...... ارے اس سے بڑا حوصلہ کیا ہوگا......؟ آمنے سامنے بیٹھ کر ہم باتیں کرتے ہیں...... یقیناً ہم کسی معاہدے پر پہنچ جائیں گے...... ہمارا مسئلہ حل ہوجائیگا...... تم کم از کم مجھے اور میرے خاندان کو بے یارومددگار تن تنہا کر کے ظلم وستم کے ساتھ جس انداز میں لے آئے ہو...... میں نہیں چاہتا کہ تمہارے ہاتھ میرے خون میں رنگے ہوں...... انہوں نے کہا کہ اگر ہم آپ کو یزید کے پاس جانے دیں...... تو یہ خطوط آپ ہمارے حوالے کردیں...... فرمایا کیوں حوالے کروں......؟ یہ خط تو اصل ہیں...... جو میں یزید کو دکھاؤں گا...... کہ میں آیا نہیں...... انہوں نے بلایا ہے...... اس کو بتاؤں گا...... انہوں نے کہا اچھا اس کا مطلب

ہے.....کہ آپ ہمیں تختہ دار پر لٹکائیں گے.....تو حسینؓ ہم تجھے نہیں واپس جانے دیں گے

سیدنا حسینؓ کا سر قلم کرنے کا حکم:

اس وقت شمر ذی الجوشن نے کہا.....اس حر بن یزید کو شرائط معاہدہ طے کر رہا ہے.....ان کی ہمیں ضرورت نہیں ایک ہی بات ہے.....کہ حسینؓ کا سر قلم کرو.....اس کے خاندان کو ختم کرو.....نہ ہوگا بانس نہ بجے گی بانسری.....نہ یہ رہیں گے.....نہ جھگڑا ہوگا.....ہمیں ارباب اقتدار سرمایہ اور دولت اور اعزاز سے نوازیں گے۔

آخری نماز کا اہتمام:

چنانچہ یہ بات عبیداللہ بن زیاد کے ذہن میں بیٹھی.....شمر ذی الجوشن کے مشورہ پر یہ فیصلہ ہوا.....کہ حسینؓ سے لڑائی کرو.....سیدنا حسینؓ ابن علیؓ کا پانی بند ہونا تاریخ میں ملتا ہے.....اس میں کوئی شک نہیں.....لیکن دریا کے کنارے پر تھے.....کتابوں میں یہاں تک بھی لکھا ہے.....کہ سیدنا حسینؓ ابن علیؓ نے ان تمام حالات میں کوئی نماز جماعت سے قضاء نہیں کی.....تلاوت کا اہتمام کیا ہے.....پوری رات عبادت وریاضت میں گزاری ہے.....اندر گھر والوں کے ہاں تشریف لے گئے.....بچوں کو اکٹھا کر کے اہل خانہ کو جمع کر کے یہ وصیت کی ہے.....کہ کل صبح یقیناً ہماری آخری صبح ہوگی.....ہم نے اس دنیا سے چلے جانا ہے.....وہ ہم سے بدلہ لینا چاہتے ہیں.....ہمیں ختم کرنا چاہتے ہیں.....تمہارے ساتھ کیا بنے گی.....؟ وہ میرے مالک کو پتہ ہے.....لیکن میں تمہیں اتنا ضرور کہتا ہوں.....کہ ہمارے مرجانے کے بعد ہماری لاشوں پہ ماتم نہ کرنا.....واویلا نہ کرنا.....سمعت جدی رسول اللہ.....میں نے نانا رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا.....لیس منا ضرب

الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیہ......(۱) میرے آقا ﷺ نے فرمایا تھا......جو سینہ پیٹے منہ ماتھا پیٹے ......سینہ کوبی کرے......اپنے آپ کو چھلنی کرے ......یہ شخص میری امت سے خارج ہے۔

سیدنا حسینؓ کی بددعائیں:

کام وہ کرو......جس سے خدا بھی راضی ہو......مصطفیٰ ﷺ بھی راضی ہو......یہ وصیتیں کیں...... پوری رات عبادت میں گزاری......صبح آپ باہر تشریف لائے......تاریخ اس بات پر گواہ ہے...... حسینؓ ابن علیؓ نے کھڑے ہو کر تین بددعائیں دیں......جو تاریخ کے اوراق پر نقش ہیں......اور وہ تینوں بددعائیں حسینؓ کے دشمنوں کے چہرے پہ آج بھی لعنت کی طرح برس رہی ہیں......توجہ کریں بڑی عجیب بددعائیں تھیں۔

پہلی بددعا:

حضرت سیدنا حسینؓ نے ایک بددعا یہ دی......کہا ظالمو......!تم نے مجھے نانے محمد ﷺ کے مدینے سے جدا کیا ہے......میرے قاتلو خدا کرے قیامت تک تم مدینہ سے محروم رہو......آج تک حسینؓ کے دشمن مدینہ سے محروم ہیں کہ نہیں......(محروم ہیں) حسینؓ کی بددعا سچی ہے کہ نہیں......؟(سچی ہے) مظلوم کی آہ تھی خدا کا عرش ہل گیا۔

دوسری بددعا:

دوسری بددعا یہ تھی ......کہا ظالمو......!تم نے مجھے مسجد سے دور کیا ہے......اللہ کے گھر سے آج جمعہ کا دن ہے......ہر واعظ منبر پر کھڑ ہو کر میرے نانے پہ درود پڑھ رہا ہوگا......اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد......کہہ کر مجھ پہ درود بھیج

(۱) المشکوۃ المصابیح ص ۱۵۰ ج ۱

رہا ہوگا......تمہیں شرم نہیں آتی ......کہ تم مجھے شہید کرنا چاہتے ہو......انہوں نے کہا حسینؓ تیری یہ باتیں ہمارے دل پہ کوئی اثر انداز نہیں ہوتیں......فرمایا خدا تمہیں مسجد اور جماعت کی نماز سے محروم کردے......آج پندرہ سو سال گزر چکے ہیں......حسینؓ کے دشمن جماعت کی نماز ے محروم ہیں ......ان کے ہاں جماعت نہیں ہوتی ......سارے بولو ان کے ہاں جماعت ہوتی ہے......؟(نہیں ہوتی)۔

تیسری بددعا:

تیسری بددعا دی......کہا ظالمو......! میں دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں ایک قرآن کا ختم کیا کرتا تھا......تم نے مجھے قرآن کی تلاوت سے محروم کیا ہے......اللہ تمہارے سینے سے قرآن چھین لے......اور اللہ تعالی تمہیں قیامت تک قرآن سے محروم رکھے...... حضرت حسینؓ کی یہ بددعا سچی ہوئی ہے یا نہیں......؟ حسینؓ ابن علیؓ نے یہ بددعائیں دیں اور اللہ تعالی نے قبول کیں ......سیدنا حسینؓ اپنے شہزادوں اور جوانوں کے ساتھ آیا لڑا......اور بڑی جرات کے ساتھ لڑا......حوصلے کے ساتھ لڑا ہے......عورتیں باہر نہیں نکلیں......انہوں نے اپنے سر میں راکھ نہیں ڈالی......واویلا نہیں کیا۔

نبی ﷺ کا خاندان اور صبر:

اسی طرح حضرت عثمانؓ جب شہید ہوئے......تو ان کی بیوی نائلہؓ چھت پر چڑھیں اور اس نے اتنا کہا لوگو......! امیر المومنینؓ شہید ہوگیا ہے......تین دن تک لاش پڑی رہی......عورتیں گھر سے باہر نہیں نکلیں......ارے نائلہؓ نبی ﷺ کے گھرانے کی عورت نہیں تھی......عثمانؓ کی بیوی تھی......اگر اس میں اتنی حیا تھی......تو محمد ﷺ کی بیٹیوں کے متعلق کیوں کہتے ہو......کہ وہ گلی کوچوں اور بازاروں میں نکل آئیں تھیں ......؟ حیف ہے

تمہارے عقیدے اور نظریئے پر......! نبی ﷺ کا خاندان صبر کرنے والا خاندان تھا......تحمل کا مظاہرہ دکھایا ہے......صبر واستقلال کا وہ ثبوت پیش کیا ہے......حوصلے استقامت کے ساتھ میدان میں آئے ہیں......اور یہ للکار کر کہا......میری تلوار کی زد میں میں نہ آؤ......اور ہٹ جاؤ......! کہیں ایسا نہ ہو تلوار کی تیزی سے کٹ جاؤ......دشمن دیکھ کر کہتا تھا......ارے لوگو شاید علی المرتضیٰؓ پھر زندہ ہو کر ہمارا مقابلہ کرنے کے لئے آگئے ہیں......یہ علیؓ اکبر حسینؓ کا بیٹا جگر گردے کے ساتھ لڑتے ہوئے......جب جام شہادت نوش کرتا ہے......لاشہ تڑپ رہا تھا......ایک کوفی باہر نکل کر کہتا ہے......حسینؓ اوروں کے بچوں کو بھاگ کر اٹھاتا ہے......اپنا اٹھائے گا تو پتہ چلے گا......! اپنے جگر کو اٹھایا......آسمان کی طرف نگاہ اٹھی بے ساختہ جملے کہے......جگر گوشہ کے لاشہ پر

اس حسینؓ کو ہائے کروں یا واہ کروں......؟ (واہ حسینؓ) حسینؓ نے جرات کا مظاہرہ کیا ہے......استقلال اور استقامت کا مظاہرہ کیا ہے......صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا ہے......ایک ایک کو اپنے ہاتھوں سے اٹھایا ہے......آنسو بہنا فطری تقاضا ہے......لیکن حسینؓ نے آہ نہیں نکالی......اللہ کی رضاء پر راضی رہا......روزہ کا پروانہ ابن علیؓ نے دیا ہے۔

قرآن نے بتایا ہے......ان اللہ مع الصابرین ہے......مع الماتمین نہیں وتواصو بالصبر ہے......وتواصو بالماتم نہیں......حسینؓ نے صبر کر کے دکھایا......اور یہ صبر واستقلال کا صلہ تھا۔

پتھروں کی برسات میں نانا ﷺ کی یاد:

کسی نے کہا حسینؓ تیروں اور تلواروں کی بارش میں قرآن پڑھتے ہو......دنیا تو مرثیے گائے گی......کہا کیوں نہ پڑھوں......؟ نانے مصطفیٰ ﷺ نے طائف کے پتھروں کی برسات میں اللہ کا قرآن پڑھا تھا......امی فاطمہؓ نے چکی پیس کر اللہ کا قرآن

پڑھا تھا.....نانی خدیجہ الکبریٰؓ نے مصطفیٰ ﷺ کی مرہم پٹی کر کے اللہ کا قرآن پڑھا تھا..... بھائی حسن مجتبیٰؓ نے تخت خلافت پر بیٹھ کر اللہ کا قرآن پڑھا تھا.....میں بھی آج قرآن پڑھ کر نانے ﷺ کی طائف والی سنت کو زندہ کرنا چاہتا ہوں ......ارے حسینؓ کو کیا ہو گیا ......؟ تیروں اور تلواروں کی بارش میں قرآن نہ پڑھوں کیا مرثیے گاؤں گا.....؟ مزہ تو آج ہے..... کہ قرآن کو پڑھ کر نانے کی طائف کی سنت کو زندہ کرنا چاہتا ہوں ......ہم اس حسینؓ کو کیا کہتے ہیں؟ واہ حسینؓ۔

سیدنا حسینؓ کی شہادت کا عالم:

ہائے نہیں واہ حسینؓ تیری عظمتوں کو سلام پیش کرتے ہیں.....تو جرات سے لڑنے والا ہے..... ہمت واستقامت واستقلال سے لڑنے والا ہے ..... بڑی استقامت سے لڑے.....آخر اس بد بخت ظالم نے حضرت حسینؓ پر وار کیے.....اور شہادت کا جام سر سجدے میں رکھ کر نوش کیا ہے.....اس جیسی شہادت کیا کوئی تاریخ میں پیش کرے گا.....؟ کہ نماز کا وقت ہو..... جمعہ کا دن ہو.....نماز کا ٹائم ہو.....نماز بھی جمعہ کی ہو.....سر بھی سجدہ میں ہو .....اللہ کی دربار میں ہو.....اور تپتی ہوئی ریت پر سر رکھا ہوا ہو.....اور جان جان آفریں کے حوالے ہو رہی ہو۔

آؤ.....آج کھلی کچہری لگاؤ.....کسی جج کو لے آؤ ......چور کو جب گرفتار کیا جاتا ہے ......ایک شخص مقتول ہو جائے ......قتل ہو جائے ......اس کے قاتل کو تلاش کرتے ہو.....نہیں ملتا بھاگ دوڑ کرتے ہو..... جب قتل تلاش کرتے کرتے آج ایک مقام پر پہنچے..... پتہ چلا کہ یہاں مقتول کے کپڑے موجود ہیں.....مقتول کا سامان موجود ہے.....آپ اس مکان کے مالک کی گردن میں ہاتھ ڈال کر کہیں گے.....سامان تیرے گھر سے نکلا ہے بتا تو نے کیسے قتل کیا.....؟

آؤ......آج میرے حسینؓ ابن علیؓ کے قاتلوں کو تلاش کرو......جب ظالموں نے شہید کیا تھا......تلاش کرو قاتل ڈھونڈو......! تاریخ میں نہیں ملتا......میں تمہیں بتاتا ہوں ......تلاش کرو......زینبؓ کے دوپٹے کن کے پاس ہیں......؟ تلاش کرو قاسم کے سہرے کس کے پاس ہیں......؟ تلاش کرو حسینؓ کا دلدل کن کے پاس ہے......؟ تلاش کرو آلہ ضرب وقتل کی برچھیں کن کے پاس ہیں......؟ اگر یہ ساری چیزیں تمہیں سنیوں کے پاس ملیں پھر کہنا یہ قاتل......! اگر کسی اور کے پاس ملیں تو حسینؓ کا قاتل وہ ہے......جن کے پاس آلہ قتل موجود ہے......تلاش کرو جن کے پاس یہ آلہ قتل ہے۔

حضرت حسینؓ کی اس بددعا نے قیامت تک ان کو برباد کیا......وراصول یہ ہوتا ہے......جب آپ قاتل کو گرفتار کرلیں گے......پکڑلیں گے......تو اس وقت پکڑ کرلے جانے کیبعد اس کا پہلا کام ہے......ہائے میں مرگیا......منہ ماتھا پیٹے گا......سینہ کوبی کریگا......اپنے آپ کو مارے گا......چیخے گا چلائے گا......چلائے گا......یہ درحقیقت اپنے کئے ہوئے کی سزا بھگت رہا ہوگا۔

تم کرتے رہو اپنے گناہوں کی تلافی ہم زندہ و جاوید کا ماتم نہیں کرتے حسینؓ زندہ ہے......زندہ کا ماتم نہیں ہوتا...... ماتم وہ کرے جس نے گناہ کیا ہے......اپنے جرم کا ارتکاب کررہا ہے۔

ایک قرآن کی آیت اس پر پیش کرتا ہوں غور کرنا......قرآن مجید میں دسویں پارے میں سورۃ توبہ میں اللہ نے چار مہینوں کی عظمت بیان کی ہے......قرآن مجید کہتا ہے ......ان عدۃ الشھور عنداللہ اثنا عشر شھرفی کتاب اللہ ......اللہ کے ہاں بارہ مہینے ہیں......سال کے بارہ مہینے ہیں......ان میں سے چار مہینے قرآن کہتا ہے وہ سب سے زیادہ عزت والے ہیں......منھا اربعۃ حرم ......چار مہینے ہیں جو سب سے زیادہ قابل احترام

ہیں.....آگے قرآن نے ذالك الدین القیم فلاتظلمو افیھن انفسکم یہ جو چار مہینے ہیں.....ان میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرو..... سمجھنا اپنے آپ پر ظلم نہ کروان چار مہینوں میں جو سب سے زیادہ عزت والا مہینہ ہے وہ محرم ہے..... جو قرآن کہتا ہے محرم میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرو.....اب جو قرآن کا انکار کرے.....وہ خود اپنے آپ کو کہے میں تو نہیں کہتا قرآن کہتا ہے..... کہ اپنے آپ پر ظلم نہ کرو..... یہ ظلم کس لئے کر رہا ہے.....؟ اپنے آپ پہ کیوں ہوا..... کیا جرم ہے جس کی سزا بھگت رہا ہے.....ہم حسینؓ تیری عظمتوں کو سلام پیش کرتے کرتے ہیں ..... تیری قیادت کو سلام پیش کرتے ہیں..... حضرت حسینؓ صبر وتحمل اوراستقلال واستقامت کا مجسمہ تھے ..... پیکر تھے..... حسینؓ زندہ ہے..... حسینؓ شہید ہے..... حسینؓ مظلوم ہے..... حسینؓ شہید وفا ہے..... حسینؓ شہید عکس ہے..... حسینؓ اصحاب رسول ﷺ کا لاڈلا ہے اور پیارا ہے..... حسینؓ نبوت ﷺ کا نواسہ ہے.....ہم حسینؓ کی عظمتوں کو سلام کرتے ہیں.....ہم ہائے حسینؓ نہیں کہتے..... بلکہ ہم کیا کہتے ہیں.....؟ (واہ حسینؓ)۔

شہادت حسینؓ پر علامہ دوست محمد قریشیؒ کا تخیل:

علامہ دوست محمد قریشیؒ نے ایک بات لکھی ہے..... کہ کسی نے کہا..... جی قرآن زمین پہ گر پڑا..... تم نے کہا ہائے قرآن گر گیا ہے..... نبی ﷺ کا نواسہ زمین پہ گرا..... تم نے پرواہ نہیں کی ..... سوال سمجھ میں آرہا ہے .....؟ قرآن ہاتھ سے نیچے گر گیا تم نے کیا کہا.....؟ ہائے قرآن نیچے گر گیا ہے..... محمد ﷺ کا نواسہ زمین پر آیا تم نے ہائے نہیں کی ..... جواب سمجھو..... یہ بھی جواب علامہ دوست محمد قریشی کا ہے..... فرمایا بھائی ہائے ہم نے قرآن پر نہیں کہی..... بلکہ ہائے اس ہاتھ پر ہے ..... کہ جس نے قرآن کو گرایا ہے ..... قرآن تو واہ واہ ہے..... ہائے اس ہاتھ پر ہے..... جس نے اس کو گرایا ہے..... ہائے

کرنی ہے شمر ذالجوشن پہ کرو...... ہائے کرنی ہے عبید اللہ بن زیاد پہ کرو...... ہائے کرنی ہے تو کوفہ کے بدمعاشوں پر کرو...... ہائے کرنی ہے یزید کے لشکر پر کرو...... ارے حسینؓ ہائے کے لائق نہیں ہے...... بلکہ حسینؓ تو واہ کے قابل ہے...... کس کے قابل ہے......؟ (واہ کے قابل ہے) ہائے حسینؓ یا واہ حسینؓ......؟...... (واہ حسینؓ)۔

اس لئے کسی عاشق نے کہا۔

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا واہ حسینؓ

آپ میرے ساتھ کہیں گے۔

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا واہ حسینؓ
جو جوان بیٹے کی میت پہ نہ رویا واہ حسینؓ
جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا واہ حسینؓ
جس نے سب کچھ کھو کر پھر بھی کچھ نہ کھویا واہ حسینؓ
واہ حسینؓ واہ حسینؓ واہ حسینؓ واہ حسینؓ . واہ حسینؓ
گل افشاں ہے آج تک تیری ہمتوں کا باغ
آندھیوں میں بھی جل رہا ہے تیرا چراغ

واخر دعوانا عن الحمدلله رب العلمین

سیدنا حسینؓ اور صحابہؓ

خطبہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَآئِرِالْاُمَمِ...... بِرِسَالَةِ مَنِ اخْتَصَّهٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاهِرِ الْحِکَمِ ......وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ...... مَا نَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِهٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ ...... اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ...... بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ......وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًابَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَرَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ......قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ......اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ ......(۱) وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ کِلَاهُمَا رَیْحَانَتَا یَ مِنَ الْجَنَّهِ ......(۲)اِنَّمَا الْفَاطِمَةُ بُضْعَةٌ مِّنِّیْ فَمَنْ آذَاهَافَقَدْ آذَانِیْ اَوْکَمَاقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ......(۳)صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ...... وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ...... وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ...... وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

تمہید:

لائق صد تعظیم وتکریم......! قابل قدر بزرگو......! دوستو......اور بھائیو......!

---

(۱) کنز العمال ص۲ ۵ ج۱۲، ترمذی ص۲۱۷ ج۲، مشکوۃ ص۵۷۰ ج۲، فضائل الصحابہؓ ص۷۷٤ ج۲

(۲) کنز العمال ص۲ ۵ ج۱۲، ترمذی ص۲۱۸ ج۲، فضائل الصحابہؓ ص۷۸۲ ج۲

(۳) فضائل الصحابہؓ ص۷۵۵ ج۲، ترمذی ص۲۲٦ ج۲، صحیح مسلم ص۲۹۰ ج۲، بخاری ص۵۳۲ ج۱

آج کے خطبہ جمعہ میں میں آپ حضرت کے سامنے اہل بیت کی وضاحت اور حضرت حسینؓ ابن علیؓ نواسہ رسول کے جماعت صحابہ کرامؓ کے ساتھ کیسے اچھے اور خوشگوار تعلقات تھے ......اس کی وضاحت کروں گا......اور نواسہ رسول کی سیرت طیبہ پر کچھ وضاحت ہوگی۔

صحابیؓ کسے کہتے ہیں؟:

یہ بات مشہور ہے...... ہمارے ہاں یہ تصور ہے......کہ ان کے لئے دو حدیثیں ذہن میں رکھ لی جاتی ہیں ......کہ اصحاب رسول اور اہل بیت علیحدہ علیحدہ یہ کیا چیزیں ہیں......صحابی کی تعریف بڑی اہم اور عام ہے...... ہر وہ ہستی اور شخصیت جس نے ایمان کے ساتھ اللہ کے نبی ﷺ کی محفل پائی......اور اس کی ایمان پر موت آئی......اس کو صحابی کہتے ہیں۔(۱)

---

(۱) صحابی کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: واصح ما وقفت علیه من ذلك ان الصحابی من لقی النبی صلی الله علیه وسلم مومنابه ومات علی الاسلام فیدخل فیمن لقی من طالت مجالسة او قصرت ومن روی عنه اولم یرو ومن غزا معه او لم یغز ومن رآه رؤیة ولو لم یجالسه ومن لم یره كالعارض ویخرج بقید الایمان من لقیه كافرا ولو اسلم بعد ذلك اذا لم یجتمع به مرة اخری ولو تخللت ردة فی الاصح(الاصابه، نخبة الفكر ص۱۷٦ مطبوعه بیروت) وقال البخاری من صحب النبی صلی الله علیه وسلم او رآه من للمسلمین فهو من اصحابه(صحیح بخاری ص۷ ج۳ بیروت) علامه جلال الدین سیطی(م ۹۱۱ ھ) نے مختلف اقوال اپنی كتاب تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی میں لکھتے ہیں: اختلف فی حد الصحابی فالمعروف عندالمحدثین انه كل مسلم رای رسول الله كذا قال ابن الصلاح ونقله عنه البخاری وغیره واورد علیه ان كان فاعل الرؤیة الرائی الأعمی كابن ام مكتوم ونحوه فهو صحابی بلا خلاف ولا رؤیة له ومن رآه كافرا ثم أسلم بعد موته كرسول قیصر فلاصحبة له، ومن رآه بعد موته ﷺ قبل الدفن وقد وقع ذلك لابی ذؤیب خویلد بن خالد الهذلی فانه لاصحبة له وان كان فاعلها رسول الله ﷺ دخل فیه جمیع الأمة فانه كشف له عنهم لیلة الاسراء وغیرها ورآهم ، واورد علیه ایضا من صحبه ثم ارتد كابن خطل ونحوه فالأولی ان یقال: من لقی النبی مسلما ومات علی اسلامه اما من ارتد بعده ثم اسلم ومات مسلما فقال العراقی فی دخوله فیهم نظر، فقد نص الشافعی وأبو حنفة علی ان الردة محبطة للعمل قال: والظاهر انها محبطة للصحبة السابقة كقرة بن میسرة والأشعث بن قیس اما من رجع الی الاسلام فی حیاته كعبد الله بن ابی سرح فلا مانع من دخوله فی الصحبة، وجزم شیخ الاسلام فی هذا والذی قبله ببقاء اسم الصحبة له، قال وهل یشترط لقیه فی حال النبوة اواعمی من ذلك، حتی یدل من رآه قبلها ومات علی الحنفیة كزید بن عمرو بن نفیل وقد عده ابن منده فی الصحابة وكذا لو رآه قبلها ثم ادرك البعثة وأسلم ولم یره(ص۱۲۲ ج۲)

لفظ اہل بیت کی وضاحت:

قرآن مجید کی آیات کی رو سے اہل بیت کا لفظ ازواج النبی یعنی رحمت کائنات ﷺ کی بیویوں پر استعمال ہوتا ہے..... اہل کا معنی والا ہے..... اور بیت کا معنی گھر ہوتا ہے..... اہل بیت یعنی گھر والے..... ظاہر جو آدمی گھر میں رہتا ہے..... وہ گھر والا ہوتا ہے..... اور جو عورت اس کے عقد میں آتی ہے..... وہ گھر والی ہوتی ہے..... اور یہ مرد اور عورت جب اس گھر میں آئیں..... تو یہ گھر والے کہلاتے ہیں..... جو بچے اس گھر میں ان کے ہاں ہوں گے..... وہ بھی اس گھر کے فرد ہونگے..... جب ان کا علیحدہ مکان ہوجائے گا..... علیحدہ چلے جائیں گے..... آپ کے ہاں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے..... اب یہ گھر ان کا نہیں..... ان کا گھر فلاں جگہ پر ہے..... وہ فلاں جگہ پر رہتے ہیں..... قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کی جو عظمتیں ان کے مناقب ان کے محاسن وکمالات اور اس کے متعلق حقوق وفرائض کو بیان کیا..... اس میں بار بار اہل بیت کا لفظ استعمال کیا..... اور پھر جب یہ آیت کریمہ اتری..... اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔

اللہ کا اپنے محبوب ﷺ کے ساتھ وعدہ:

کہ آپ کے اہل بیت کو ہم مقدس وپاک قرار دیں..... اللہ کے نبی جانتے تھے..... اور قرآن مجید کا مفہوم ومطلب بتاتا ہے..... کہ اس سے مراد رسول کی بیویاں تھیں..... جس وقت یہ آیت کریمہ اتری..... (۱) اس وقت رسول اللہ ﷺ کی صرف ایک بیٹی سیدہ فاطمہؓ حیات تھیں..... اور حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں حضرت حسنؓ اور حسینؓ دونوں

---

(۱) ترمذی ص۲۱۹ ج۲، فضائل الصحابۃ للامام احمد بن حنبل ص۷۸۷ ج۲، مشکوٰۃ ص۵۶۸، صحیح مسلم ص۲۸۳ ج۲

صاحبزادے موجود تھے......اور نبی کریم ﷺ کے دامادوں میں اس وقت شرف دامادیت میں موجود صرف حضرت علیؓ تھے......اس لئے کہ حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ دونوں فوت ہو چکی تھیں......حضرت سیدہ زینبؓ پہلے فوت ہو گئی تھیں......(۱) تو باقی دو شرف دامادیت اپنی جگہ لیکن اس وقت ان بچیوں کے زندہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ نسبت ختم ہو گئی......اللہ کے محبوب ﷺ کے دل میں فاطمۃ الزہرا کی بہت زیادہ محبت تھی ......لاڈلی بیٹی تھی ......چھوٹی بیٹی تھی......وفادار بیٹی تھی۔

حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کی حضرت خدیجہؓ سے مشابہت:

پھر کتابوں میں آتا ہے......کہ یہ سیدہ خدیجۃ الکبری کی ہم شکل تھیں......جس کی وجہ سے حضور ﷺ کو بہر حال خدیجہؓ کی وفائیں یاد آتی تھیں......پھر اس بیٹی کے بچپن اور اس کی تنہائی کی زندگی ہر وہ باپ سوچ سکتا ہے......کہ بیوی جس کی فوت ہو جائے......بچے اس کے ہاتھوں میں پلے ہوں ......پھر وہ بیٹی ہو تنہا ہو......پھر اس کو اپنے ہاتھ سے رخصت کر رہا ہو......یہ سارے منظر ہر آدمی اپنے ذہن میں رکھے ......اور سیدہ فاطمہؓ کی ہیئت کا اندازہ کیفیت کا اندازہ لگائے پتہ چلے گا......کہ اس وقت سیدہ فاطمہؓ کی اللہ کے نبی ﷺ کے دل میں کتنی محبت تھی۔

---

(۱) حضرت زینبؓ کی پیدائش ۳۰ میلاد نبوی میں ہوئی اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۳۰ سال تھی، ان کا نکاح حضرت ابو العاصؓ سے ہوا تھا، حضرت زینبؓ کی وفات ۸ ھ میں ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قبر میں اتارا (اسد الغابہ ص۱۸) حضرت رقیہؓ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ہیں، ان کا نکاح حضرت عثمانؓ سے ہوا، ان کی وفات ۲ ھ میں ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دفن میں شریک نہ ہو سکے، حضرت ام کلثومؓ یہ تیسری صاحبزادی ہیں، ان کا نکاح بھی حضرت عثمانؓ سے ہوا، یہ نکاح ربیع الاول میں ہوا اور رخصتی جمادی الثانی ۳ ھ میں ہوئی، حضرت ام کلثومؓ نے ۹ ھ ماہ شعبان میں وفات پائی، خود آپؐ نے ان کا جنازہ پڑھایا، اس وقت حضرت فاطمہؓ کی عمر ۱۵ سال ۵ ماہ اور ۱۵ دن تھی اور حضرت علیؓ کی عمر مبارک ۲۱ سال ۵ ماہ تھی (الاستیعاب) آپؓ کی نماز جنازہ حضرت ابو بکرؓ نے پڑھائی۔

جب یہ آیت کریمہ اتری......تو محبوب ﷺ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے......دراقدس میں تھے......آپ نے حکم فرمایا......کہ علیؓ کو بلایا جائے......ساتھ ہی دروازہ تھا......درمیان میں کھڑکی تھی......ادھر سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا گھر ہے......ادھر اماں فاطمہؓ کا گھر ہے......علیؓ کو بلایا......اور فرمایا......کہ میری فاطمہؓ کو بھی بلاؤ......فاطمۃ الزہراءؓ کو بلایا......فرمایا حسنؓ اور حسینؓ دونوں کو بلاؤ......دونوں شہزادوں کو اکٹھا کرلیا......محبوب ﷺ نے ان چاروں کو یوں اکٹھا بٹھا دیا......سیدنا علیؓ بیٹھے ہیں......فاطمہ بیٹھی ہیں......حسینؓ بیٹھے ہیں......پر محبوب ﷺ ان کے ساتھ بیٹھے ہیں......اور ادھر سے قرآن کریم کی آیت کریمہ اتر چکی تھی......کہ اے پیغمبر ﷺ ہم نے آپ کے اہل بیت کو پاک کیا ہے......اور ہم ان کو تطہیر کی عظمت نصیب کررہے ہیں......تو محبوب ﷺ نے اپنی کملی چادر مبارک جو آپ کے جسم اطہر پر تھی......اس کو یوں کھولا......اور کھول کر یوں سب کے اوپر ڈال کر کہا۔

ازواج مطہرات کے متعلق قرآنی مفہوم:

اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ......(۱) اے اللہ میری بیویاں وہ مقدس اہل بیت ہیں......تو نے قرآن میں ان کی عظمت بیان کی ہے......قرآن کی زبان سے ان کو اہل بیت کہا ہے......قرآن کے مفہوم نے ان کو اہل بیت بتایا ہے......جن کو تو اپنے عرش پہ اہل بیت کہہ چکا ہے......یہ درست ہے......کہ میری بیٹی تھی......اب علی کے گھر چلی گئی......حسن رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے......حسین علیؓ کا بیٹا ہے......لیکن مجھے یہ سب سے زیادہ لاڈلی ہے......یہ بچے بہت پیارے ہیں......اس لئے علیؓ داماد بھی بہت پیارا ہے......اللہ میں ان کو جدا نہیں کرنا چاہتا......جو اہل بیت ہونے کے ناطے سے تو نے تطہیر کی چادر بھیجنی ہے......رحمت عطاء کرنی ہے اپنے فضل وکرم کے فیصلے کرنے ہیں......اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيْرًا

(۱) ترمذی ص۲۱۹ ج۲، مشکوۃ ص۵٦۸ ج۲

......کے انعامات دیئے ہیں...... جہاں میری عائشہؓ کو انعام ملے......حفصہؓ کو انعام ملے......سیدہ ام حبیبہؓ کو انعام ملے......میمونہؓ کو انعام ملے......اس انعام میں ان کو محروم نہ کر...... اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ ...... میں ان چاروں کو اپنے ساتھ شامل کر کے اپنے اوپر کی چادر ان پر ڈالتا ہوں...... گویا جو عظمت مجھے دی ہے...... میرے صدقے سے ان کو عطاء کر میری بیویوں کو تو نے منتخب اہل بیت کے لئے کیا ہے۔

اہل بیت بزبان قرآن اور صاحب قرآن:

ان چار کو میں اپنے ساتھ منتخب کرتا ہوں...... جیسے ان کو اہل بیت بنایا ہے......ان کو بھی اہل بیت بنا دے......وہ قرآن کی زبان سے یہ نبی آخر الزمان ﷺ کی زبان سے ......وہ رب کے فیصلے سے یہ مصطفیٰ ﷺ کے فیصلے سے......اس لئے اہل سنت والجماعت جناب حسنؓ کو صحابی بھی مانتے ہیں......اہل بیت کا فرد بھی مانتے ہیں...... جناب فاطمہؓ کو صحابیہ بھی کہتے ہیں ......اہل بیت کا فرد بھی کہتے ہیں...... جناب حسنؓ اور حسینؓ کو شرف صحابیت بھی ملا ہے......اور ساتھ ہی اہل بیت کا حصہ بھی بنے......سیدہ فاطمۃ الزہراؓ سے اللہ کے پیغمبر ﷺ کو سب سے زیادہ تسکین ملتی تھی......لاڈلی بیٹی تھیں......حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے ہاں جو اولاد ہوئی......ان میں سب سے بڑا صاحبزادہ جناب حسنؓ تھے......حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا نکاح جناب حضرت علیؓ ابن ابی طالب کے ساتھ سیرت اور تاریخ کی کتابوں سے یہی ملتا ہے......کہ غزوہ بدر کے بعد اور غزوہ احد سے پہلے ہوا......اس لئے کہ احد کے موقع پہ جو رسول اللہ ﷺ کو زخم آئے......ان زخموں کو دھونے والی ان کی مرہم پٹی کرنے والی ان میں خدمت کرنے کا شرف جناب علیؓ ابن ابی طالب اور فاطمۃ الزہراؓ ان دونوں کو نصیب ہوا......اور وہ پہاڑ میں ایک چھوٹی سی جگہ غار نما بنی ہوئی ہے...... جہاں محبوب زخموں سے چور ہو کر جا کر بیٹھ گئے......حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے اپنے دوپٹے کا کچھ حصہ جلا کر اس کا راکھ

بنا کر.....اللہ کے نبی ﷺ کے زخموں پر رکھ کر وہاں مرہم پٹی کی تھی.....وہ بڑی محبوب ترین جگہ ہے۔

حسنؓ و حسینؓ کا نام کس نے رکھا:

اس لئے کتابوں میں لکھا ہے.....کہ احد والے سال جناب حسنؓ پیدا ہوئے..... اس سے ایک سال بعد یوں سمجھ لیجئے.....کہ ہجرت کے چوتھے سال کی ابتداء تھی..... جناب حسینؓ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے گھر اللہ تبارک وتعالی نے صاحبزادہ عطاء کیا.....دونوں بچوں کا نام آمنہ کے دریتیم نے خود رکھا.....ان کا نام حسنؓ رکھا ہے.....ان کا نام حسینؓ رکھا.....اس لئے علماء کہتے ہیں.....کہ حسنؓ اور حسینؓ دونوں کا نام یہ لفظ حسن سے ہے..... حَسن میں بھی حُسن ہے.....اور حُسین بھی حَسین ہے.....اس لئے علماء نے لکھا ہے.....کہ یہ دونوں شہزادے اللہ کے نبی ﷺ کے سب سے زیادہ ہم شکل تھے.....سب سے زیادہ مشابہ تھے.....سب سے زیادہ مماثل ومشابہ تھے.....صحابہؓ کہتے ہیں.....کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد جب ہمیں ان کی یاد ستاتی.....ہمیں ان کی محبت بے تاب کرتی.....تو ہم حسن کو دیکھتے..... کیونکہ حسنؓ کے چہرے کی شباہت رسول اللہ ﷺ سے ملتی تھی.....(۱) جب یہ دونوں بچے سامنے آتے.....تو رسول اللہ کا نقشہ سامنے آجاتا تھا.....یہ دونوں بچوں کو اعزاز نصیب ہوا.....کہ دونوں کی ولادت پر اذان بھی پیغمبر ﷺ نے خود کہی ہے.....(۲) ورنہ حدیث کی کتابوں میں پتہ چلتا ہے.....کہ رسول اللہ ﷺ نے پوری زندگی میں کبھی اذان نہیں کہی.....یہ جو اذان ہم مسجد میں دیتے ہیں.....اللہ کے نبی ﷺ نے ساری زندگی میں کبھی مسجد میں اذان کے جملے نہیں کہے۔

---

(۱) صحیح مسلم وبخاری ص ۵۳۰ ج ۱، ترمذی ص ۲۱۸ ج ۲، مشکوٰۃ ص ۵۷۱ ج ۲، الحسن اشبہ رسول اللہ ﷺ ما بین صدر الی الرأس والحسین اشبہ النبی ﷺ ما کان اسفل من ذلک۔ (۲) اعلاء السنن

اذان کا حکم دیا ہے...... بلال ؓ کو کہا ہے...... کہ یہ کلمہ کہو ابو محذورہ کو کہا ہے...... کہ یہ کلمہ کہو...... ابن ام مکتوم ؓ کو کہا ہے...... کہ یہ کلمہ کہا کرو...... لیکن اللہ کے نبی ﷺ نے خود اذان نہیں کہی...... اس میں حکمت کیا ہے......؟ اس لئے کہ نماز ایک عمل ہے...... حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ...... حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ...... یہ کلمات اذان میں ہیں...... آؤ نماز کی طرف......! آؤ کامیابی کی طرف......! خدانخواستہ اگر کوئی شخص نماز کی طرف نہ آئے...... اور نبی ﷺ کہے اور وہ نہ جائے...... تو وہ کافر ہو جائے گا...... امت کو کفر سے بچانے کے لئے پیغمبر ﷺ نے بلال ؓ کو کہا...... کہ تو کہہ تیرے کہنے سے کوئی شخص اگر مسجد میں نہ آیا...... تو کافر تو نہیں ہوگا...... لیکن اگر میری زبان سے جملہ سن کے نہ آیا...... تو وہ خارج از اسلام ہو جائے گا...... کافر ہو جائے گا...... لیکن ان بچوں کی ولادت پر اللہ کے نبی ﷺ نے ان کے کان میں اذان کے کلمے کہے...... حسن ؓ کے لئے بھی حسین ؓ کے لئے بھی دونوں کو گھٹی خود دی...... اپنا لعاب مبارک انکے منہ میں دیا...... پھر کھجور دبا کر ان کے منہ میں دی...... پھر اس طریقے سے حدیث میں آتا ہے...... رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں بچوں کے عقیقہ کا انتظام کیا...... ساتویں دن عقیقہ کیا...... ان دونوں بچوں کے نام تجویز کئے...... پھر ان دونوں بچوں سے بے انتہا پیار ہوتا تھا...... بعض دفعہ محبوب ﷺ مسجد میں آتے...... ایک کندھے پر حسن ؓ کو اٹھائے ہوئے ہوتے تھے...... اور دوسرے پہ سیدنا حسین کو اٹھائے ہوئے ہوتے تھے۔

سواری اور سوار کا حسن:

فاروق اعظم ؓ کا وہ واقعہ بڑا مشہور ہے...... حضرت عمر ؓ سفر سے آرہے تھے...... اللہ کے نبی ﷺ حسین ؓ ابن علی کو کندھے پہ اٹھا کر لا رہے ہیں...... حضرت فاروق اعظم ؓ دیکھتے ہیں...... ایک بڑے عجیب انداز میں خوشی کے عالم میں کہتے ہیں...... اور جملہ کہتے ہیں

.....نِعْمَ الْمَرْكَبُ.....سواری کتنی خوبصورت ہے.....حسینؓ تو کتنا خوش نصیب ہے.....
نصیب ہے.....تو نبوت کے کندھوں پر سوار ہو رہے ہیں.....گویا اللہ کے نبی ﷺ اس حیثیت سے تیرے سامنے آئے ہیں.....کہ تو نبی ﷺ کے کندھوں پہ شاہسوار بنا ہے.....
جب رحمت کائنات نے یہ جملے سنے.....کہ عمرؓ اس کو تو دیکھتے ہو.....کہ سواری کتنی خوبصورت ہے.....(۱) یہ نہیں دیکھتے..... نِعْمَ الرَّاكِبُ.....کہ اس پر بیٹھنے والا سوار کتنا حسین ہے.....؟ میں بھی حسین ہوں.....میرا شہزادہ بھی حُسَیْن ہے.....بچپن نبوت کی گود میں گزرا اور یہ بات یاد رکھئے.....کہ جناب حسنؓ کی عمر سات سال تھی.....اور جناب حسینؓ کی عمر چھ سال تھی.....جب رسول اللہ ﷺ کا دنیا سے انتقال ہوا.....چھ سات سال کے بچے کی عمر ہے.....کمسن ہے.....چھوٹی سی عمر ہے.....اس عمر میں اتنی چھوٹی عمر ان دونوں بچوں نے اللہ کے نبی ﷺ کی محفل میں بیٹھ کر حدیثیں یاد کیں۔

باکمال مربی کی تربیت کے اثرات:

کیونکہ تربیت کا اثر ہوتا ہے.....ماں کی گود کا اثر ہوتا ہے.....اماں فاطمۃ الزہراؓ ہو.....(۲) ابا علی المرتضیٰؓ ہو.....نانا محمد رسول اللہ ہو اب ظاہر ہے.....وہاں جب بچہ تربیت پائے گا.....وہ کتنے کمالات کا مالک ہوگا۔

---

(۱) ترمذی میں یہ روایت موجود ہے مگر وہاں حضرت عمرؓ کے نام کی وضاحت نہیں بلکہ الفاظ یہ ہیں فقال رجل نعم المركب ركبت يا غلام فقال النبي صلى الله عليه وسلم ونعم الراكب هو(ترمذی ص۲۱۸ ج۲)

(۲) کنز العمال میں ایک عمدہ مفہوم کی روایت موجود ہے: ايها الناس! الااخبركم بخير الناس جدا وجدة؟ الا اخبركم بخير الناس ابا واما؟ الحسن والحسين جدهما رسول الله وجدتهما خديجة بنت خويلد، وامهما فاطمة بنت رسول الله وابوهما علي بن ابي طالب وعمهما جعفر بن ابي طالب وعمتهما ام هانی بنت ابی طالب وخالهما القاسم ابن رسول الله وخالاتهما زينب ورقية وام كلثوم بنات رسول الله وجدهما في الجنة وعمتهما في الجنة(كنز العمال)

اس لئے حضرت حسنؓ وحسینؓ دونوں شہزادوں کی وہ روایتیں ہیں ......دونوں فرمایا کرتے تھے......ہمیں نانا محمد رسول اللہ ﷺ نے وضو کرنے کا طریقہ سکھایا......ہم نے نانا ﷺ سے کلمہ طیبہ سیکھا ہم نے نانا ﷺ سے شہادت کے کلمات یاد کئے......ہم نے محمد رسول اللہ ﷺ سے اَعُوذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّۃِ کُلِّھَا مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ...... اللہ کے محبوب ﷺ نے ہمیں یہ دعا سکھائی......کہ صبح شام اس کو پڑھا کرو......ہمیں رحمت کائنات ﷺ نے وتروں میں پڑھی جانے والی دعائے قنوت خود سکھائی تھی ...... یہ دونوں شہزادے کہتے تھے......ہم وہ خوش نصیب ہیں......جنہیں پیغمبر ﷺ معوذتین آخری دوسورتیں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ...... قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ اللہ کے محبوب ﷺ پیغمبر ﷺ نے ہمیں خود سکھائیں ہمیں یاد کرائیں سورۃ فاتحہ یاد کرائی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَایَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْئٌ فِی الْاَرْضِ وَلَافِی السَّمَآءِ وَھُوَالسَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ...... یہ دعا محبوب ﷺ نے ہمیں دعا سکھائی......صبح شام بیٹے اس دعا کو تین مرتبہ پڑھ لیا کرو......اور پھر یہ دونوں شہزادے کہتے ہیں......کہ ہماری تربیت کا عالم یہ ہوتا تھا......کہ محبوب ﷺ شام کو ہمیں خود بلاتے......کبھی ہمارے گھر تشریف لاتے......آ کر ہمیں اپنے سامنے بٹھا دیتے......اور خود اپنی زبان مبارک سے یہ کلمات طیبات پڑھتے پیار سے فرماتے......کبھی ہمارے سر پہ شفقت کا ہاتھ پھیرتے......بے انتہا محبت کیا کرتے تھے......آداب خود سکھاتے تھے۔

صدقے کا مال اور آقا ﷺ کا فرمان:

ایک دن صدقے کی کھجوریں پڑیں ہوئیں تھیں ......حضرت حسنؓ تشریف لائے......ایک کھجور اٹھائی منہ میں ڈالی......اللہ کے نبی ﷺ کی نظر پڑ گئی......آپ نے جلدی سے اٹھ کر کہا بیٹے اس کو ادھر رکھ دو......بچہ تھا......کھجور اندر چلی گئی......اللہ کے محبوب ﷺ

نے منہ میں انگلی ڈال کر حلق میں پھیری جس کی وجہ سے قے آئی کھجور باہر نکل آئی۔

حضور ﷺ نے فرمایا...... حسنؓ بیٹے یہ تجھے معلوم تو نہیں ہے...... لیکن میں محمد ﷺ بتانا چاہتا ہوں...... یہ صدقے کا مال ہے...... محمد ﷺ پر اور آل محمد ﷺ پر اللہ نے صدقے کو حرام قرار دیا ہے...... ہم نہ زکوۃ کے مستحق ہیں...... نہ صدقات واجبہ کے مستحق ہیں...... اس لئے آج کے بعد اس قسم کی چیزیں نہ کھایا کرو...... یہ دونوں شہزادے وہ تھے...... جن کی تربیت رسول اللہ ﷺ نے کی تھی محبت کا عالم یہ تھا...... سیدہ فاطمہؓ خود فرمایا کرتی تھیں...... محبوب ﷺ سفر سے واپس آتے ...... تو سب سے پہلے فاطمۃ الزہراءؓ کے گھر آتے...... اور فرمایا کرتے تھے...... کہ مجھے حسنینؓ کی محبت بے تاب کیا کرتی ہے...... اس لئے پہلے یہاں آتا ہوں...... پھر اپنے گھر والوں کے پاس جاتا ہوں...... پھر مسجد میں جاتا ہوں...... حسنؓ اور حسینؓ سے اس لئے مجھے محبت ہے۔

حسن وحسین جنت کے پھول:

حضور فرمایا کرتے تھے...... بچے ضرور ہیں...... کمسن ضرور ہیں...... لیکن دونوں کِلَاهُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الْجَنَّةِ...... یہ میرے لئے جنت کے پھول ہیں...... ابو ہریرہؓ صحابیؓ کہتے ہیں...... ایک مرتبہ محبوب ﷺ خدا کو دیکھا...... رحمت کائنات ﷺ نے چادر اوپر اوڑھی ہوئی ہے...... اندر ایسا لگتا ہے...... کہ جیسے کوئی چیز محبوب ﷺ نے دونوں ہاتھوں میں اٹھائی ہو...... محبوب ﷺ کیا ہے...... ہم نے دیکھا اس چادر کے ایک طرف حسنؓ تھے ...... دوسرے بازو میں حضور ﷺ نے حسینؓ کو اٹھا رکھا تھا...... سینے سے لگا رکھا تھا...... ہم نے کہا محبوب ﷺ یہ کیا ہے......؟ فرمایا کہ یہ جنت کے پھول ہیں......(۱) اور حضور ﷺ ان دونوں بچوں کو قریب کر کے جیسے کوئی چیز سونگھی جاتی ہے...... ایسے سونگھتے تھے فرمایا کرتے

(۱) کنز العمال ص۵۱ ج۱۲، ترمذی ص۲۱۸ ج۲

تھے...... کہ یہ بچے خاتون جنت کے بیٹے ہیں...... میں محمد ﷺ بھی جنت کی مٹی سے ہوں...... اللہ نے فاطمہؓ دی ہے...... یہ بھی جنت کی وارثہ مالکہ ہے...... اس لئے اس نے جو بچے دیئے ہیں...... یہ جنت کے پھول ہیں۔

حسن و حسینؓ کے پسینہ سے جنتی خوشبو:

ان کے پسینے سے جنت کے پھولوں کی خوشبو آتی ہے...... دونوں بچوں کو محبوب ﷺ سونگھا کرتے تھے...... اور یہ بڑی مشہور حدیث ہے...... فرمایا سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حسنؓ اور حسینؓ دونوں قیامت کے دن جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں گے...... محدثین میں سے بعض لوگ اس روایت پر بحث کرتے ہیں۔

اسلام کے دشمن:

ایک بات کہنا چاہتا ہوں...... ہم اہل سنت والجماعت جو اپنے آپ کو سنی العقیدہ کہلاتے ہیں...... ہم خارجی فتنہ پہ بھی لعنت بھیجتے ہیں...... رافضیوں پہ بھی لعنت بھیجتے ہیں...... وہ دونوں اسلام کے بدترین دشمن ہیں اہل بیت کے دشمن ہیں...... رافضی نبی ﷺ کے صحابہؓ کے دشمن ہیں...... اہل سنت والجماعت کی دونوں آنکھیں ٹھنڈی ہیں...... ہماری ایک نگاہ اہل بیت ہے...... دوسری نگاہ اصحاب رسول ﷺ ہے...... دونوں سے محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔

عظمت صحابہ کے تابندہ پہلو:

ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا...... میرے صحابہؓ ستاروں جیسے ہیں......(۱) اور میرے اہل بیت نوح کی کشتی جیسے......(۲) کبھی آپ سوچیں ستارے آسمان

---

(۱) الصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم (مشکوۃ ص ۵۵۱ ج ۲)

(۲) الا ان مثل اہل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا ومن تخلف عنھا ھلک (فضائل الصحابۃ للامام احمد بن حنبل ص ۷۸۶ ج ۲)

کی چیزیں ہیں...... کشتی سمندر کی چیز ہے...... میں اور آپ خشکی میں رہتے ہیں...... یہ جوڑ آپس میں کیا ہے...... ایک تو اس طرف اشارہ تھا...... کہ جیسے زمین سے آسمان کے ستارے بلند ہیں...... ایسے زمین والوں سے محمد ﷺ کے صحابہؓ کی عظمت اونچی ہے...... جیسے کوئی ستارے پہ تھوکے تو تھوک اس کے منہ پہ آئے گا...... اگر کوئی کسی صحابیؓ پر تنقید کرے گا...... جھوٹ کہے گا...... اس کا مصداق وہ خود بنے گا...... جیسے ہر ستارہ پرنور ہے...... کوئی صحابی نور اور روشنی سے خالی نہیں...... ہر صحابی صاحب ایمان ہے...... ایمان کے نور سے مامور ہے...... کوئی صحابی نور ایمان سے الگ اور مستثنیٰ نہیں...... لیکن حضور ﷺ نے اہل بیت کو کشتی سے تشبیہ دی...... کشتی نوح اب اس لئے کہا...... کہ نوح کی کشتی اتنی بڑی تھی...... کہ اس وقت اللہ کی جتنی مخلوق تھی...... جو کچھ زمین پر تھا...... جانوروں میں پرندوں میں درندوں میں ہر قسم کی چیزوں میں ہر قسم کی چیزوں کا ایک ایک جوڑا اس کشتی میں بٹھایا گیا...... یعنی بہت بڑا بحری جہاز اس دور میں دنیا اس کا تصور نہ کر سکے...... اور اس میں وہ لوگ بھی تھے...... جو حضرت نوحؑ پر ایمان لاتے تھے...... فرمایا جو میری کشتی میں سوار ہوگا...... اہل بیت کی کشتی سے نجات پائے گا...... جیسے نوحؑ کی کشتی سے جانے والوں نے نجات پائی تھی...... اس طرف بھی اشارہ تھا...... کہ جس کسی نے کشتی چھوڑی...... بے شک نبی کا بیٹا بھی کیوں نہیں تباہ و برباد ہو جائے گا...... اور جیسے ہر جانور اس کشتی میں آیا ہے...... کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں...... میرے اہل بیت وہ ہیں...... کہ صرف انسان نہیں اللہ کی مخلوق کا ہر جانور بھی ان کا احترام کرتا ہے ان سے محبت کرتا ہے۔

صحابہؓ اور اہل بیتؓ:

صحابہؓ ستارے ہیں...... اور اہل بیت کشتی ہیں...... اشارہ اس طرف ہے...... کہ ستاروں کی قدر کا پتہ اس وقت چلتا ہے...... جب سورج ہو...... ستاروں کی اہمیت اس

وقت ہوگی...... جب سورج غروب ہو جائے گا......اس وقت جب گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا جائے گا...... جب ظلمت کے سیلاب آئیں گے...... بے دینی کا سیلاب...... کفر کا سیلاب...... ضلالت کا سیلاب...... گمراہی کا سیلاب...... بدکرداری کا سیلاب...... یہودیت کا سیلاب عیسائیت کا سیلاب......مجوسیت کا سیلاب...... ہندومت کا سیلاب......کفر کا سیلاب اور جب کوئی سیلاب کسی مملکت علاقے میں آتے ہیں......تو وہاں کوئی مکان میں بیٹھے...... تب بھی نہیں بچ سکتا...... درختوں پہ چڑھے......تب بھی نہیں بچ سکتا...... جب تک کسی کشتی میں بیٹھ کر اپنے جان و مال کی حفاظت نہ کرے......اس وقت تک اس کا بچنا ممکن نہیں ہے......اللہ کے نبی نے کہا......میرے جانے کے بعد کفر کے طوفان وسیلاب آئیں گے......ضلالت و گمراہی کے سیلاب آئیں گے......ادھر میرے جانے سے وہ جو نور نبوت کی چمکدار روشنی تھی......میرے تشریف لے جانے کے بعد تمہاری آنکھوں سے وہ اوجھل ہو جائیگی......اب رات چھا جائے گی......ادھر سیلاب آجائیں گے......اب رات کے سیلاب میں اگر تم نجات حاصل کرنا چاہتے ہو......بچنا چاہتے ہو اس کا ایک ہی طریقہ ہے ......اہل بیت کشتی ہے صحابہؓ ستارے ہیں......اور جو لوگ رات کو کشتیوں میں سفر کرتے ہیں......ان پرانے لوگوں سے تحقیق کر کے دیکھو......وہ ستاروں سے راستے تلاش کرتے ہیں......فلاں مملکت اس طرف ہے......اس ستارے کی روشنی پہ چلو......اس سمت کو چلو فلاں منزل پہ پہنچ جاؤ گے۔

امت کی سب سے زیادہ مظلوم شخصیت:

فرمایا......اے لوگو......!اب جب تم ہدایت کو تلاش کرنا چاہو......نجات کا راستہ تلاش کرنا چاہو اس وقت محلات میں نجات نہیں ملے گی......کوٹھیوں میں نجات نہیں ملے گی......بلڈنگوں میں نجات نہیں ملے گی......دنیا کے دیوانوں میں نجات نہیں ملے گی۔

اگر ہدایت اور نجات چاہتے ہو...... تو اہل بیت کی محبت کی کشتی میں بیٹھ کر محمد ﷺ کے صحابہؓ ستاروں سے روشنی تلاش کرتے جانا...... نجات پا کر کنارے لگ جاؤ گے...... میں نجات نہیں ملے گی...... ستاروں کو چھوڑو گے...... تب بھی ڈوب جاؤ گے ...... کشتی کو چھوڑو گے...... تو تب بھی ڈوب مرو گے...... صحابہؓ سے ہٹو گے...... تو تب بھی کفر کی طرف اہل بیت کو چھوڑ گے...... تو تب بھی بھی کفر کی طرف چلے جاؤ گے۔

ایک بات تو میں اکثر بتایا کرتا ہوں...... کہ امت میں سب سے بڑی مظلوم ترین ہستی نواسہ رسول حسینؓ ابن علیؓ ہے...... مسلمانو جس کے ساتھ جو ظلم اس وقت ہوا سو ہوا ......ان کے جانے کے بعد آج پندرہ صدیاں بیت چکی ہیں...... تاریخ حسینؓ ابن علیؓ پر ظلم کر رہی ہے...... اور وہ ظلم یہ ہے...... کہ حسینؓ کو چھ سال تک نوانے کی گود میں بٹھایا جاتا ہے...... کہ حضور ﷺ کے پاس تھے مکۃ المکرمہ میں تھے...... حضور ﷺ منبر پہ خطبہ دیتے ہوئے اتر جاتے تھے...... حسینؓ کو اٹھا کے پاس سینے سے لگاتے تھے...... محبوب ﷺ پیار کرتے تھے...... حضور ﷺ چوما کرتے تھے...... یہ ساری باتیں کہنے کے بعد حضرت حسینؓ چھ سات سال کے ہوتے ہیں۔

حضرت حسینؓ کی پچاس سالہ زندگی:

جناب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو جاتا ہے...... اب اس کے بعد کربلا تک تقریبا اکاون سال گزرتے ہیں......(۱) دو سال صدیقؓ کا دور ہے...... دس سال فاروق اعظمؓ کا دور ہے...... بارہ سال عثمانؓ کا زمانہ ہے...... چھ سال علی اور حسن کا زمانہ ہے...... تیس سال امیر معاویہ کا زمانہ ہے...... یہ پچاس سال زندگی کا زمانہ اتنا بڑا عرصہ گزر جانے کے بعد پھر کربلا

---

(۱) حضرت حسینؓ کی ولادت بروز سہ شنبہ ۵ شعبان ۴ ھجری میں مدینہ منورہ میں ہوئی اور شہادت ۱۰ محرم الحرام ۶۱ ھجری کو ہوئی (طبقات/اسد الغابہ/تاریخ ابن ہشام/ابن خلدون/سیرت النبی ص۲۳۸ ج۱/ صحابہ کرام انسائیکلو پیڈیا ص۲۲۱-۲۳۸)

کے ایک دائرے میں جب یزید برسر اقتدار آیا ہے......اس وقت ہم نے یہ کہنا شروع کیا......کہ جناب حسینؓ مدینہ طیبہ سے مکۃ المکرمہ میں پہنچے......مکۃ المکرمہ سے کربلا معلٰی میں آئے......اور وہاں جام شہادت نوش کیا......سوال یہ ہے......کہ نبوت کا شہزادہ پروردہ رسول ﷺ ہے......حسینؓ ابن علیؓ ہے......حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کا لخت جگر ہے......امت کا اتنا بڑا فرد ہے......اس کی یہ پچاس سالہ زندگی مولوی کیوں نہیں جان سکتا......مجتہد کیوں نہیں جان سکتا......مبلغ کیوں نہیں جان سکتا......ذاکر کیوں نہیں جان سکتا......اہل بیت کا محب کیوں نہیں جان سکتا......ارے پچاس سال کی زندگی پر پردہ کیوں ڈالا جاتا ہے۔

سیدنا حسینؓ کی اکاون سالہ زندگی:

آج ایک عالم تیس سال دین کی محنت کر کے دنیا سے مٹ جاتے ہیں......اس پر ہزاروں صفحات کی کتابیں لکھ دی جاتی ہیں......ارے پیغمبر ﷺ کا نواسہ دنیا سے چلا گیا ......اس پر کربلا کی کہانیاں بنا دی گئیں......آوازیں آنے لگیں...... جناب وہاں گھوڑے بول رہے ہیں......وہاں پہاڑی سے آواز آرہی ہے......ارے اس قصبے کے اردگرد ابن علیؓ کو رکھ دیا گیا......آخر وہ حسینؓ کی اکاون سالہ زندگی کیوں غائب کر دی گئی ہے......؟

اکاون سالہ زندگی بیان نہ کرنے کی وجہ:

اسے کیوں نہیں بیان کیا جاتا......؟ اتنا بڑا ظلم کیوں ہے......؟ اس کی صرف ایک وجہ ہے کہ اس لئے نہیں بیان کیا جاتا کہ اگر اس کو بیان کر دیا جائے تو دنیا سے فتنہ کی جڑیں کٹ سکتی ہیں اس لئے کہ جب حسینؓ اس درمیان کی زندگی میں تھے تو حسینؓ نے صدیقؓ کے دور میں ابوبکرؓ کے ساتھ زندگی گزاری ہے فاروق کے دور میں عمرؓ کے ساتھ تعلقات تھے

حضرت حسینؓ کے خلفائے ثلاثہ اور امیر معاویہ سے تعلقات:

حضرت عثمانؓ ابن عفان کے ساتھ رشتہ داری اور معاملات تھے...... امیر معاویہؓ کے دور میں سیدنا معاویہؓ کے ساتھ تعلقات تھے...... پچاس سال ابن علیؓ نے نبوت کے بعد محمد ﷺ کے صحابہؓ کے ساتھ گزارے ہیں...... حسینؓ نے زندگی میں ثابت کیا ہے...... کہ جن کے ساتھ میں نے وقت گزارا ہے...... جن سے میرے تعلقات رہے ہیں...... جن سے میری رشتہ داری ہے...... ان کے ساتھ رشتہ داریاں بھی رکھی ہیں...... جن کو حق پہ سمجھا ہے...... ان سے تعلقات بھی جوڑے ہیں...... جن کے ساتھ جن کو میں صحیح سمجھتا تھا...... ان کے پیچھے میں نے نمازیں بھی پڑھی ہیں...... ان کی امامت کو قبول بھی کیا ہے...... ارے صدیقؓ بھی سچے ہیں...... فاروقؓ بھی سچے ہیں...... عثمانؓ بھی سچے ہیں...... علیؓ بھی سچے ہیں...... معاویہؓ بھی سچے ہیں...... حق کے ساتھ حق ہوتا ہے۔

سنی مولوی کی حضرت حسینؓ کی زندگی بیان نہ کرنے کی وجہ:

جس کو حق پر مانا...... میں نے اس کی بیعت کا انکار کر دیا ہے...... میں ٹکرا گیا ہوں میں مقابلے میں آ گیا ہوں...... حسینؓ کی زندگی یہ ہے...... کہ جس کو حسینؓ نے صحیح سمجھا ہے اس کو صحیح سمجھنا دین ہے...... جس کو حسینؓ نے چھوڑ دیا...... اسے چھوڑنا دین ہے حسینؓ مظلوم ہے کہ اس کی زندگی بیان نہیں کی جاتی...... ناراض نہ ہونا...... ذاکر تو اس لئے بیان نہیں کرتا کہ اس کا یہ تعلق ہی نہیں ہے...... وہ کیسے صدیقؓ کی حسین کی محبت بیان کرے سنی مولوی اتنا بے حس ہے کہ اس کی زبان سے بھی یہ تعلقات سامنے نہیں آتے۔

نبوت کی نسبت کی قدر و منزلت:

اب میں وہ سارے تعلقات بیان کروں...... تو اس پر وقت چاہئے...... صرف ایک ایک واقعہ کی نشاندہی کرتا ہوں...... صدیق اکبرؓ کے زمانے میں ابوبکرؓ نماز پڑھا کر باہر

نکلتے ہیں......رسول اللہ ﷺ کا پہلا جانشین ہے......پوری امت میں سب سے بڑے علم وکمال کے لحاظ سے انسان ہیں......امام ہو......اور مسجد سے باہر نکلے......اور بچے کھیل رہے ہوں......اور کسی بچے کے پیچھے امام صاحب دوڑ پڑیں......یہ کیا ہو رہا ہے......؟ بچوں کے پیچھے بھاگ رہے ہوں......صدیق اکبرؓ مسجد نبوی سے باہر نکلتے ہیں......عمرؓ وعثمانؓ علیؓ صحابہؓ سارے ساتھ ہیں......سامنے بچے کھیل رہے ہیں......تو ابوبکرؓ جلدی سے دوڑ کر ایک بچے کو اٹھاتے ہیں......سینے سے لگاتے ہیں......اس کی پیشانی پہ بوسہ دیتے ہیں......یوں نگاہ کرتے ہیں......تو حیدر کرارؓ ساتھ تھے......حضرت علیؓ نے دیکھ کر کہا......صدیقؓ بھول تو نہیں گئے......یہ کس کا بیٹا ہے......؟ حضرت ابوبکرؓ نے مسکرا کر کہا......میں پہچان گیا ہوں تم مجھے کہتے ہو میں بھول گیا ہوں......بیٹا تو علیؓ کا ہے......چہیتا تو نبی ﷺ کا ہے......نبوت کی نسبت صرف بچہ کے ساتھ ہے......اس لئے بوسہ دیا ہے۔

جب یہ باتیں بیان کی جائیں......پھر بتاؤ صحابہؓ اہل بیت ہیں......محبت کا وہ منظر جو رحماء بینھم جو قرآن بیان کرتا ہے......اس کے بیان کرنے کے بعد امت کا فساد اسی وقت ختم ہو سکتا ہے......لیکن حکومت یہ فساد نہیں ختم کرنا چاہتی......اور یہ جو فرقہ واریت کے جتنے مجدد ہیں......یہ بھی اس کو ختم نہیں کرنا چاہتے......صحابہ اور اہل بیت کے محبت کے تعلقات کو بیان کرنے سے ہی اس سے مسئلہ سمجھ میں آتا ہے......ان کے درمیان کتنے تعلقات تھے......فاروق اعظمؓ کے تو بیسیوں واقعات ہیں۔

محبوب ﷺ اور خاندان محبوب ﷺ سے وفا:

ایک واقعہ کی طرف نشاندہی کرتا ہوں......عبداللہ بن عمرؓ کو کسی بات میں آکر حضرت حسینؓ نے کہا یا ابن الغلام......او غلام کے بیٹے......آخر یہ امیر المومنینؓ کا بیٹا تھا......عمرؓ کا بیٹا تھا......پھر عمر میں بھی حضرت عبداللہ بڑے تھے......جا کر حضرت

فاروق اعظمؓ کو شکایت کی...... مجھے تو یوں کہا ہے فرمایا...... اچھا جا کر لکھوا کے آؤ کہ میں ابن غلام ہوں...... جا کر کہا کہ یہ جملے لکھ دیتے ہو...... حضرت حسینؓ شہزادے تھے...... لکھ دیا...... تو میرے غلام کا بیٹا...... فرمایا لوگو یہ چٹ میرے مرنے کے بعد میرے کفن میں رکھنا...... میں کل قیامت کے دن پیش کروں گا...... محبوب ﷺ تیری جدائی کے بعد جیسے عمر نے تجھ سے وفا کی تھی .... ایسے ہی تیرے خاندان کے ساتھ وفا کی تھی ...... تیرے نواسہ حسینؓ کی سند لے کے آیا ہوں...... کہ میں اس کا غلام بن کے رہوں گا۔

سیدنا ابو ہریرہؓ حافظ الحدیث ہیں...... صحابہ کرامؓ کی جماعت میں پانچ ہزار سے زائد اس صحابی رسول ﷺ نے حدیثیں نقل کی ہیں...... رسول اللہ ﷺ حضرت علیؓ سے عمر میں بھی بڑے ہیں...... ابو ہریرہ حضرت حسینؓ ایک جنازے سے واپس آئے تھکے ہوئے تھے...... جنازہ کے چلنے کی وجہ سے گرد وغبار مٹی جسم پر پڑی ہوئی تھی...... آ کے بیٹھے تو پاؤں کے اوپر مٹی پڑی ہوئی تھی ...... ابو ہریرہ آ کے نیچے زمین پر بیٹھ گئے...... اپنی چادر جو اپنے کندھوں پر رکھی ہوئی تھی ...... اسے اتار کر حضرت حسینؓ کے پاؤں صاف کرنا شروع کر دیئے...... حضرت حسینؓ رو پڑے کہنے لگے...... چچا جان یہ کیا کر رہے ہیں...... آپ میرے ابے علیؓ کے دوست ہیں...... میرے نانا ﷺ کے ساتھی ہیں...... امت کے محدث ہیں...... میرے پاؤں پہ آپ کے سر کی چادر یہ کیا ہے۔

حسینؓ سے پیار کرنے والے کو خدا کا پیار:

فرمایا بیٹے حسینؓ میں نے تیرے نانا ﷺ سے سنا تھا...... اللہ میں حسینؓ سے پیار کرتا ہوں...... تو بھی حسینؓ سے پیار کر...... (۱) میں نے تیرے نانا ﷺ سے سنا تھا...... جو

---

(۱) اللھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما (الجامع الترمذی ص۲۱۷ ج۲ فضائل الصحابہ للامام احمد بن حنبل ص۷۷۵ ج۲۔ فضائل الصحابہ مناقب ہریرہ ص۷۷۸ ج۲۔ الصحیح المسلم ص۲۸۲ ج۲۔ الصحیح البخاری ص۵۳۰ ج۱

حسینؓ سے محبت کرتا ہے...... وہ مجھ سے محبت کرتا ہے...... میں نے تیرے ناناﷺ سے سنا تھا...... اے اللہ میں حسینؓ پہ راضی ہوں...... حسینؓ مجھ سے راضی ہے...... تو بھی حسینؓ سے راضی ہو جا...... اور جو حسینؓ سے پیار کرے...... تو اس سے بھی راضی ہو...... میں تو اس حدیث پہ عمل کر کے جنت اپنے لئے بنا رہا ہوں۔

بیٹا علیؓ کا ادائیں نبی ﷺ کی:

حضرت معاویہؓ سے ایک آدمی مدینے آرہا تھا...... حضرت معاویہؓ شام میں تھے...... اسے فرمایا جب تو مدینہ رسول میں جائے...... مسجد نبوی ﷺ میں چلے جانا...... منبر رسول اور حجرہ رسول ﷺ کے درمیان جو جنت کا ٹکڑا ہے جس کو ریاض الجنہ کہتے ہیں...... اس میں جا کر بیٹھ جانا...... وہاں دیکھو گے ایک حسین نوجوان بیٹھا ہوگا...... اس کے چہرے پہ اتنا نکھار ہوگا...... سادہ سے اس نے کپڑے پہنے ہوں گے ...... سر پہ اس کے پگڑی ہوگی...... اس کی خاص نشانی یہ ہے...... کہ اس چادر اس کے گھٹنے پر ہوگی ...... اور وہ شخص رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں بیان کر رہا ہوگا...... فرمایا اس کے حلقے میں جا کر وہاں تم بیٹھ جانا...... اور جب وہ گفتگو ختم کرے...... پھر تم جا کر اس سے ملنا ملنے کے بعد میرا اسلام بھی پیش کرنا...... اور انہیں کہنا...... کہ معاویہؓ بن سفیان کہتا تھا...... کہ میرے لئے ہاتھ اٹھا کر آخرت کی نجات کی دعا کیجئے...... اور اس سے میرے لئے دعا کروانا...... اس نے پوچھا حضرت اس کا نام تو بتائیے......؟ فرمایا اہل مدینہ بھی جانتے ہیں ...... تو بھی جائے گا...... تو پہچان لے گا...... اور نبی ﷺ کے مدینے میں بیٹھ کر مسجد نبوی میں وہی اکیلا آدمی حدیث رسول ﷺ اس انداز سے پڑھتا ہے...... اس کی آواز بھی نبوت کی آواز سے مشابہ ہے...... اس کا چہرہ بھی نبی ﷺ کے مشابہ ہے...... اس کا نام حسینؓ ابن علیؓ ہے وہ بیٹا علیؓ کا ہے...... مگر ادا اس میں نبی ﷺ کی نظر آتی ہے۔

اللہ کے قرب کی علامت:

ایک بات یاد رکھیں......! اللہ جس کو زیادہ نوازنا چاہتے ہیں......اس پہ اتنی زیادہ آزمائش ڈالتے ہیں...... اللہ کا قانون ہے......(۱) یہ جو سیدنا حسینؓ کے متعلق کربلا کے واقعات پہ ان پر مصائب آئے......مشکلات آئیں...... تکلیفیں آئیں......صدمے آئے......بے چینی ہوئی......وطن سے بے وطن ہوئے......صدمات جھیلے...... یہ سب کچھ اس لئے تھا......کہ رب چاہتے تھے......کہ حسینؓ کی عمر تو تھوڑی ہے...... قرب میرا زیادہ ہے...... جنت کے جوانوں کی سرداری کا جو تاج پہنانا ہے...... ارے سردار ایسے نہیں بنتا امتحان و آزمائش سے گزرتا ہے......انعام تب ملا کرتے ہیں...... جب اللہ چاہتے ہیں......سرداری تب دوں گا...... جب ان تمام امتحانوں سے گزرے گا......تو رب کے جس مقرب کا جو امتحان ہوتا ہے......اگر حسینؓ کی زندگی میں دیکھو......تو اللہ نے وہی امتحان حسینؓ سے بھی لے لیا......ان امتحانات سے گزر کر پھر رب نے سیادت کا تاج عطا کیا۔

اور یہ حدیث یاد رکھیں...... جو حضور ﷺ نے فرمایا......کہ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں گے...... جنت میں ہر آدمی جوان ہوگا......کوئی آدمی بوڑھا نہیں ہوگا...... تینتیس سال کی عمر کے جوان لگیں گے......تو کیا اس کا مطلب ہوا......کہ جنت میں صرف سرداری حسنؓ اور حسینؓ کی ہوگی......نہیں بلکہ علماء نے لکھا ہے......کہ جنت کے لوگوں کے دو طبقات ہوں گے۔

---

(۱) وعن انس رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ عزوجل قال اذا ابتلیت عبدی بحبیبتیہ فصبر عوضتہ منھما الجنۃ یرید عینیہ رواہ البخاری (ریاض الصالحین ص ۳۹ ج ۱۔ مطبوعہ مکتبہ مدنیہ بہاولپور)

جنتیوں کے سردار:

ایک وہ طبقہ ہوگا......جن کی عمر چالیس سال سے کم تھی......اور وہ دنیا سے چلے گئے......یہ جوانوں میں شامل ہیں......قیامت کے دن یہ حسنؓ اور حسینؓ کے پرچم میں آئیں گے......اور جن کی عمر چالیس سال سے زیادہ ہے......وہ بڑھاپے میں شامل ہیں......قیامت کے دن حسینؓ نوجوانوں کی سرداری کا تاج پہنیں گے......لیکن ابوبکرؓ سب کی سرداری کا تاج پہنیں گے کیونکہ انکی عمر زیادہ تھی......(۱) اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا حسنؓ و حسینؓ جنت کے سردار ہیں......لیکن وابا هما خیر امنهما......کوئی مت سمجھے کہ اپنے باپ کے بھی سردار ہونگے......ان کا ابا ان سے بہتر ہے......پھر صدیق ان سے بہتر ہے......پھر فاروق ان سے بہتر ہے......اس لئے جو جس سے بہتر ہے......وہ اس کے ماتحت میں نہیں آئے گا......گویا حسینؓ کو جنت کے جوانوں کی سرداری کریں گے......جو عمر کے لحاظ سے چالیس سال کی عمر سے زیادہ فوت ہوئے ہیں......ان کی سرداری ابوبکرؓ و عمرؓ کے پاس ہوگی......تو جس کو رب نے سرداری دینی ہے......اللہ نے اس کو آزمانا بھی اتنا ہے......امتحان میں بھی اتنا ڈالا ہے......اور اگر آپ حسینؓ کے امتحانوں پہ نظر ڈالیں......تو جو کچھ شہید کا امتحان ہے وہی امتحان اس کا ہوگا۔

حضور ﷺ انبیاء میں خاتم النبیین ہیں......میرا وجدان کہتا ہے......حسینؓ شہداء صحابہ میں خاتم الشہداء ہیں......ایسا آخری شہید کربلا کے شہیدوں میں شہادت کا آخری تاج پہننے والا......کہ اس کے مقابلے میں اس عظمت سے کوئی اور شہید نہیں......سید الشہداء امیر حمزہؓ شہید......عمر فاروقؓ شہید......عثمان بن عفانؓ شہید......علی ابن ابی طالبؓ شہید

---

(۱) ابوبکر وعمر سیدا کہول اهل الجنة من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین (کنز العمال ص۶ ج۱۳۔ الجامع الترمذی ص۲۰۷ ج۲۔ فضائل الصحابہ ص۱۸۵ ج۱۔ المشکوۃ المصابیح ص۵۶۰ ج۲)

یہ ساری شہادتیں حضرت حسینؓ سے پہلے ہوئی ہیں ......اوراگر ان شہادتوں کا موازنہ کرو......تو جو شہادت پہلے بزرگ کو ملی ہے...... جوامتحانات تکلیفیں ان پہ آئیں ہیں...... اس کا عکس اللہ نے حضرت حسینؓ کی شہادت میں ڈالا ہے......اور وہ ساری باتیں سیدنا حسینؓ میں موجود ہیں ......مثلا......حضرت امیر حمزہؓ شہید ہیں......حضرت فاروقؓ بھی شہید ہیں ......حضرت عثمانؓ بھی شہید ہیں......حضرت علیؓ بھی شہید ہیں۔

فرق سمجھیں......شہید یہ تین بھی ہیں ......حمزہؓ بھی ہے......لیکن یہ تینوں خلیفے ہیں......حمزہؓ خلیفہ نہیں ......یہ تینوں امیر المومنین ہیں ......امیر حمزہؓ امیر المومنین نہیں...... درجے کے لحاظ سےحضرت حمزہؓ سے بڑے ہیں......حضرت حمزہؓ درجے کے لحاظ سے چھوٹے ہیں۔

شہادت کی قسمیں:

مگر جب سید الشہدا کہا گیا......تو حضور ﷺ نے عمرؓ عثمانؓ وعلیؓ کو بتایا ہوگا......اس کی وجہ کیا ہے...... یہ سید الشہداء کیوں نہیں......؟ علماء نے اس میں حکمت لکھی ہے......توجہ کریں ......اس لئے کہ شہید کی دو قسمیں ہیں ......شہادت کی ایک قسم ہے ......مجاہدانہ شہادت ایک ہے......مظلومانہ شہادت......! مظلوم شہید اسے کہتے ہیں......کہ جسے پکڑ جکڑ لیا جائے......اور اسے ماردیا جائے ......اچانک گولی لگ گئی...... کسی حادثے کا شکار ہوگیا......گھر میں بیٹھا تھا کسی نے حملہ کردیا......اچانک شہید یہ مظلوم شہید ہے ......مجاہد شہید اس کو کہتے ہیں...... جو آمنے سامنے کھڑا ہو مقابلہ کرے......وہ حملہ کرے...... یہ بھی حملہ کرے...... جرات کے ساتھ لڑتے ہوئے دشمن کو تہس نہس کرے......اس پہ وار کرے پھر جان کا نذرانہ پیش کردے...... یہ مجاہدانہ شہادت ہے......شہید فاروقؓ بھی ہیں......عثمانؓ بھی ہیں۔

سیدنا حسینؓ کی شہادت:

لیکن عمرؓ کی شہادت مظلومانہ ہے..... عثمانؓ شہید..... مظلومانہ ہے..... علیؓ شہید مظلومانہ ہے..... حمزہؓ شہید ہے جو مجاہد شہید ہے..... احد کے میدان میں گئے ہیں..... تلوار اٹھائی ہے..... مقابلے میں گئے ہیں بائیس ۲۲ کافروں کو قتل کرنے کے بعد پھر اپنی جان پیش کی ہے..... امت پہ حمزہؓ جیسے مجاہد شہید ہے..... حضرت حسینؓ تنہا وہ ہیں..... جو وہیں ...... جو دو شہادتوں کے حامل ہیں..... حسینؓ مظلوم شہید بھی ہیں مجاہد شہید بھی ہیں..... وطن سے بے وطن ہوئے ہیں..... مظلومیت کی شہادت ہے..... بے گھر ہیں..... مظلومیت کی شہادت ہے..... پانی بند ہے..... مظلومیت کی شہادت ہے..... کھانا بند ہے..... مظلومیت کی شہادت ہے..... اسباب کوئی نہیں..... مظلومیت کی شہادت ہے..... غلط خط لکھ کر جھوٹے پروپیگنڈے کے ساتھ حضرت حسینؓ کو بلا کر دھوکہ دیا گیا..... مظلومیت کی شہادت ہے..... مظلوم اس انداز سے ہیں..... لیکن جب آمنا سامنا ہوا..... تو ابن علیؓ نے کہا..... ارے لوگو.....! میں ایسے اپنی جان تمہارے حوالے کر دوں..... میں اس کو خودکشی کے مترادف سمجھتا ہوں..... مقابلہ کروں گا..... میں اس باپ کا بیٹا ہوں جو کہتا تھا..... میری اماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے..... علیؓ کے ہاتھ میں آ کر تلواریں ٹوٹ جاتی تھیں..... اس کے بازو کی قوت میں فرق نہیں آتا تھا..... میں اس لئے لڑنا جانتا ہوں..... پھر لڑے ہیں ٹکر لی ہے..... اسلحہ نہ ہو پھر بھی..... ہتھیار نہ ہو تب بھی..... سامان نہ ہو تب بھی..... اسباب نہ ہوں تب بھی..... خوف نہیں کرتا..... جتنے جو بھی تھے..... جو اپنی حفاظت کا سامان سفر میں لے کر چل رہے تھے..... ان سے لڑتے ہیں..... اپنے جوان بیٹے بھی دیتے ہیں..... بھائی بھی دیتے ہیں..... شہزادے بھی قربان ہوتے ہیں..... اپنی جان بھی پیش کرتے ہیں ..... اس کو مجاہدانہ شہادت کہتے ہیں..... تنہا حسینؓ ہے..... دنیا کے اندر جو مظلوم شہید بھی

ہے..... مجاہد شہید بھی ہے ..... حمزہؓ کی شہادت سے اس کے جسم کا مثلہ ہو..... حسینؓ کی شہادت کو مثلہ ہوا..... حمزہؓ کا سر تن سے جدا کیا گیا..... حسینؓ کا سر تن سے جدا کیا گیا..... امیر حمزہؓ کی شہادت کی ایک عجیب کیفیت تھی۔

خاندان حسینؓ اور ماتم:

سب سے پہلے بہن شہادت پہ آئی ..... آنکھوں میں آنسو تھے ..... لیکن کہا میں واویلا نہیں کرتی ..... اللہ کی رضا پہ راضی ہوں ..... میں اس پر خوش ہوں ..... میں کل قیامت کے دن یہ کہہ سکوں گی ..... کہ میں ایک مجاہد شہید کی بہن اللہ کی دربار میں پیش ہوئی ہوں۔

سرداری کے اعزاز کے بعد ماتم:

جب حسینؓ ابن علیؓ شہید ہوتے ہیں ..... بہن میت پہ آتی ہے ..... اور یہ کہتی ہے ..... میں واویلا نہیں کرتی ..... چیخ وپکار نہیں کرتی ..... سر سے دوپٹہ نہیں اتارا ..... سر میں راکھ نہیں ڈالی ..... خیمہ سے یوں باہر نہیں نکلی ..... بلکہ بھائی کو مبارک پیش کی سلام عقیدت پیش کیا ..... کہ تو مجھے شہید ہے ..... کل قیامت کے دن میں کہوں گی ..... کہ میں حسینؓ جیسے شہید کی بہن بن کے دربار میں آئی ہوں ..... عمرؓ بھی شہید حسینؓ بھی شہید میں کہہ رہا ہوں ..... جس کو اللہ نے سرداری دینی ہے ..... سردار اتنے امتحانوں سے گزرتا ہے ..... یہ تو جاہل ہے ..... جو اس کے امتحانوں پہ ماتم کرتا ہے ..... ان امتحانوں کے بعد جب نبیؐ کہہ دے ..... سید یہ امت کا سردار ہے ..... اس سرداری کے اعزاز کے بعد اس پہ ماتم کرنا کتنی بڑی بے وقوفی ہے۔

سیدنا عمرؓ اور سیدنا حسینؓ کی شہادت میں مطابقت:

لیکن ابن علیؓ جس کو اب سرداری کا وعدہ کرنا چاہتے تھے ..... رب چاہتے

تھے...... کہ وہ ان مصائب سے گزرے گا تو اتنا بڑا انعام ملے گا......شہید فاروقؓ بھی ہیں......شہید حسینؓ بھی ہیں......لیکن ایک عجیب شہادت ہے......ان میں رب نے جوڑ پیدا کیا ہے......توجہ کرو عمرؓ بھی محرم کا شہید ہے......حسینؓ بھی محرم کے شہید ہیں......عمرؓ بھی قاتل ابولولو فیروز مجوسی ایرانی ہے......حسینؓ کی شہادت کے اندر بھی حقیقی کردار ان ایران کے بدکردار لوگوں کا ہے۔

دوسری مطابقت:

اور اگر آپ اس پر غور کریں تو حیرت میں ڈوب جائیں گے......عمرؓ بھی نماز کی حالت امامت پہ شہید حسینؓ بھی نماز کی حالت میں امامت پہ شہید......حضرت عمرؓ بن خطاب کا قاتل جو ابولولو فیروز مجوسی تھا......اسلام سے اس کا تعلق بھی نہیں......اور میں اس پر دلائل رکھ کر کہتا ہوں......جو حسینؓ کا قاتل ہے......اس کا بھی اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے ......اور یہ عجیب بات ہے......کہ جس نماز کے قیام کی ابتداء فاروقؓ نے کی تھی......اس کے سجدے کی انتہاء حسینؓ نے کی......عثمانؓ بھی شہید......حسینؓ بھی شہید۔

سیدنا عثمانؓ اور سیدنا حسینؓ کی شہادت میں مطابقت:

مطابقت سمجھو......عثمانؓ بھی مظلوم شہید......حسینؓ بھی مظلوم شہید......وہ بھی بے سروساماں شہید......یہ بھی بے سروساماں شہید......وہ بھی پیاسے شہید......یہ بھی پیاسے شہید......عثمانؓ بھی جمعہ کے دن شہید......حسینؓ بھی جمعہ کے دن شہید......وہ بھی نماز جمعہ کے وقت شہید......یہ بھی نماز جمعہ کے وقت شہید......وہ بھی قرآن کی تلاوت کرتے شہید......یہ بھی قرآن کی تلاوت کرتے شہید......ان کی تلاوت پر ان کے سامنے وہاں بھی اہلیہ سیدہ نائلہؓ سب سے پہلے ان پر پہنچی......یہاں پر بھی حسینؓ کی بیوی ان کی شہادت کے

لمحات میں ان کے قریب خیمے میں موجود تھی...... اور پھر یہ بھی عجیب اتفاق ہے...... قاتلان عثمانؓ نے قتل کرنے کے بعد وہاں پر کھڑے ہو کر ڈانس کیا...... خوشی کا اظہار کیا...... قاتلان حسینؓ نے بھی حسینؓ کی شہادت کے بعد خوش ہو کر خوشی کے ساتھ چلے...... کہ شاید ہمیں انعام ملے گا...... لیکن تاریخ ان پر گواہ ہے...... کہ کیسے عثمانؓ کے قاتلوں کا انجام ہوا...... ایسے ہی سب سے بھیانک انجام حسینؓ کے قاتلوں کا ہوا ہے۔

سیدنا علیؓ اور سیدنا حسینؓ کی شہادت میں مطابقت:

علیؓ بھی شہید حسینؓ بھی شہید...... علی مسجد کی امامت پہ آتے شہید...... حسینؓ مسند خلافت پہ جاتے شہید...... منزل مقصود پہ وہ بھی نہیں پہنچ سکے...... منزل مقصود پہ یہ بھی نہ پہنچ سکے...... پہلے شہید علیؓ کے قاتل کا وار بھی سر پر تھا...... حسینؓ کے قاتل کا وار بھی سر پر تھا...... علی ابن ابی طالبؓ نے بھی اس زخمی حالت میں وصیتیں کی تھیں...... میرے پیر حسینؓ نے بھی شہادت سے چند لمحات پہلے اہل خانہ کو اکٹھا کر کے کہا...... اللہ کی رضا پہ راضی ہوں...... میں تو دنیا سے جا رہا ہوں۔

ماتمی جلوس کے لئے آقا ﷺ کا حکم:

لیکن تم یاد رکھنا...... سمعت جدی رسول اللہ ...... میں نے اپنے نانا رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا...... لیس منا ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیہ......(۱) جو ماتھا پیٹتا ہے واویلا کرتا ہے۔

---

(۱) المشکوۃ المصابیح ص ۱۵۰ ج ۱۔ زمانہ جاہلیت میں مختلف انداز سے مرنے والے پر ماتم کیا جاتا تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی کھل کر مذمت بیان فرمائی ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے (الجامع الترمذی کتاب الجنائز باب ماجاء فی النھی عن ضرب الخدود۔ الصحیح البخاری کتاب الجنائز باب من جلس عند المصیبۃ یعرف فیہ الحزن۔ الجامع الترمذی کتاب الجنائز باب کراھیۃ النعی۔ باب الاسلام یھدم)

سینہ کوبی کرتا ہے گریبان پھاڑتا ہے وہ مجھ محمد ﷺ کی امت سے خارج ہو جاتا ہے...... میرے نانا ﷺ نے کہا تھا...... لعن الله علی المراثی ...... مرثیہ گانے والوں پر لعنت...... لعن الله علی لمحاو المستمع...... نوحہ گانے سننے والے دونوں پہ خدا کی لعنت ہے...... اس لئے اللہ کے نبی ﷺ کی لعنت بھی ہے...... اس لئے میں تمہیں تلقین کرتا ہوں...... میری جدائی پہ صبر کرنا ماتم نہ کرنا...... سیدنا حسینؓ راضی برضا ہوئے...... تو جس پہ رب راضی اس پہ حسینؓ راضی...... اللہ نے کہا حسینؓ میں تجھے تیرے امتحانات کا بدلہ دیتا ہوں ...... یہ دیکھ! تجھے جنت دیتا ہوں...... حسین حسینؓ صابر رضاء الٰہی کا متوالی...... جس نے جرات اور ہمت کے ساتھ مالک کی رضاء پہ راضی ہو کر اپنی جان جان آفریں کے حوالے کی ہے۔

بلکہ کتابوں میں لکھا ہے...... کہ جس وقت نواسہ رسول ﷺ کے فرزند علی اکبرؓ کا لاشہ تڑپ رہا تھا...... اس وقت ایک کوفی نے کہا تھا...... حسینؓ اوروں کے بچوں کو تو نے گھات سے اٹھایا اپنا اٹھائے گا...... تو تجھے پتہ چلے گا...... آسمان کی طرف نگاہ اٹھی...... شہزادے کو ہاتھوں پہ اٹھایا...... آنسوؤں کی برسات شروع ہو گئی...... بے ساختہ زبان سے جملے نکلے جگر گوشہ کے لاشہ پر۔

ہائے حسینؓ نہیں واہ حسینؓ:

حضرت حسینؓ کو زندہ کہتے ہو کہتے ہیں...... اور جو زندہ ہو...... اس پر ماتم نہیں کرتے ...... حسینؓ زندہ ہے...... زندوں کا ماتم نہیں کرتے ...... پھر کہتے ہیں ...... جی صدمے پہنچے...... میں یہ بات پہلے بھی کہہ چکا ہوں ...... کہ رب صدمے دیتا ہی اس لئے ہے...... کہ اس نے درجے بھی بڑے دینے ہیں...... اتنا بڑا اعزاز دینا ہے...... ایک آدمی نے بڑا عجیب جملہ کہا...... اس نے کہا مولوی جی قرآن ہاتھ سے نیچے گر جائے کہتے ہو ہائے قرآن نیچے گر گیا...... نبی ﷺ کا نواسہ نیچے گرا تم نے ہائے نہیں کی...... کہ ہائے حسینؓ

گر گیا...... جو شہید کربلا ہوا سے ہائے نہیں کہتے ہم اسے واہ حسینؓ کہتے ہیں...... اس لئے میں کہتا ہوں۔

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا واہ حسینؓ!
جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا واہ حسینؓ!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

آفتاب نبوت ﷺ

خطبہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَآئِرِ الْاُمَمِ...... بِرِسَالَةِ مَنِ اخْتَصَّهٗ مِنْ بَيْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَجَوَاهِرِ الْحِكَمِ ......وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمْ...... مَا نَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِهٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ ...... اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ......بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ......اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ،اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِیْ تَضْلِيْلٍ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ، فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ......وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ ،،(۱) وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا(۲) وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ (۳) صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمِ...... وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِيْمُ...... وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ...... وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

تمہید:

لائق صد تعظیم وتکریم......قابل قدر بزرگو......دوستو......اور بھائیو!

آج کے خطبہ جمعۃ المبارک کے موقع پر آفتاب نبوت ﷺ کے مقدس وبابرکت عنوان سے چند معروضات پیش کرونگا۔

---

(۱)مشکوۃ شریف ص ۵۱۸ ج ۲ باب فی اخلاقہ وشمائلہ رواہ الدارمی والبیھقی فی شعب الایمان

(۲)ابن ماجہ باب فضل العلماء رواہ الدارمی مشکوۃ ص ۳۶ ج ۱

(۳)مشکوۃ ص ۵۱۲ ج ۲ عن ابی سعید باب فضائل سید المرسلین ترمذی ص ۲۰۲ ج ۲

میرے دوستو......قرآن مجید کے آخری سپارے کی ایک سورۃ جس کو سورۃ فیل کہتے ہیں...... یہ میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے......میلا دالنبی ﷺ کے حوالہ سے ظاہری طور پر آپ یہ سوچیں گے...... کہ نبی ﷺ کی ولادت کا اس سورت سے کیا تعلق ہے......اس کا ظاہری کوئی جوڑ سمجھ میں نہیں آتا......کوئی ظاہری ربط اور تعلق سمجھ میں نہیں آتا...... آج اسی پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں......آپ اگر تھوڑی سی توجہ کریں...... تو میں اپنا مؤقف اور مسلک بھی آپ کو سمجھاؤں گا......اور اس کا ربط بھی آپ کو سمجھا سکتا ہوں۔

ارہاص نبوت اور معجزہ میں فرق:

جناب نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے اور اعلان نبوت کے بعد کچھ واقعات ایسے جو خرق عادت (خلاف عادت) دنیا میں ظاہر ہوئے...... اور وہ تمام تر واقعات حضور اکرم ﷺ کی نبوت کی پیشین گوئی تھی...... نبوت کی نشانیاں تھیں ......جو واقعات اعلان نبوت سے پہلے پیش آئے ان تمام واقعات کو ارہاص نبوت کہتے ہیں......! اور جو واقعات خرق عادت خلاف واقعہ اعلان نبوت کے بعد ظاہر ہوئے ان کو معجزات نبوت کہتے ہیں...... اللہ کے نبی ﷺ کے معجزات آپ حضرات کے سامنے بہت سارے ہیں ......مثال کے طور پر اعلان نبوت کے بعد کافروں نے کہا......آپ ﷺ چاند کے دو ٹکڑے کریں......پھر ہم آپ کو نبی ﷺ مان لینگے......آپ ﷺ نے اشارہ کیا......تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا......ابو جہل نے کہا......میرے ہاتھ میں کیا ہے......آپ ﷺ بتا سکتے ہیں؟

حضور ﷺ نے فرمایا......میں بتاؤں تیرے ہاتھ میں کیا ہے......یا تیرے ہاتھ کی چیز بتائے......کہ میں کون ہوں......اس نے کہا یہ اور عجیب بات ہے......اللہ کے نبی ﷺ نے اس کے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا...... کنکریاں ہاتھ میں کہتی ہیں......اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد اعبدہ ورسولہ ......اس نے جلدی سے نیچے کنکریاں پھینکی

حضرت صدیق اکبر نے ان کو اٹھایا...... وہ صدیق کے ہاتھ میں کلمہ پڑھ رہی ہیں...... وہ فاروق کے ہاتھ میں کلمہ پڑھ رہی ہیں...... وہ حیدر کے ہاتھ میں کلمہ پڑھ رہی ہیں...... پھر پیغمبر ﷺ کے ہاتھ میں کلمہ پڑھ رہی ہیں...... حضور ﷺ کے ہاتھ میں کلمہ پڑھ رہی ہیں...... اب یہ پتھروں کا کلمہ پڑھنا نبوت کا معجزہ ہے۔

ساڑھے تین ہزار معجزات:

سینکڑوں واقعات معجزات ہیں...... خصائل کبری عربی میں ایک کتاب ہے...... علامہ سیوطی نے دو جلدوں میں لکھی ہے...... اس میں ساڑھے تین ہزار واقعات اللہ کے نبی ﷺ کی نبوت کے شہادت کے طور پر خرق عادت خلاف واقعہ نقل کیے ہیں۔

لوگوں نے وہ انمول واقعات و حکایات دیکھی...... جو دنیا کے تصور و تخیل میں بھی نہیں...... اور وہ ساڑھے تین ہزار واقعات کے بارے میں لکھا ہے...... کہ یہ سارے حضور ﷺ کی نبوت کے معجزات تھے۔ اعلان نبوت کے بعد ہزاروں واقعات پیش آئے ...... یہ معجزہ ہے کہ کعبہ کی چوکھٹ کو پکڑ کر آپ نے دعا مانگی......(۱) عمر کلمہ پڑھ کر حضور کے قدموں میں آگئے...... یہ معجزہ ہے کہ اللہ کے حضور ﷺ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں...... اور آسمان پر بادل جمع ہو جاتے ہیں...... ہاتھ چہرے پر پھیرتے ہیں ...... بارش برسنا شروع ہو جاتی ہے......(۲) یہ حضور ﷺ کا معجزہ ہے...... کہ حضور ﷺ کے ہاتھ اٹھتے ہیں...... اور ابو ہریرکی اماں کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو جاتی ہے۔(۳) یہ سب واقعات اعلان نبوت کے بعد کے ہیں...... نبوت کے اعلان سے پہلے جب محبوب ﷺ دنیا میں نہیں آئے تھے...... کچھ واقعات اس وقت ظاہر ہوئے

---

(۱) الجامع الترمذی، ابن سعد ص ۱۶۱ ج ۳ بہ روایت مسند ابو یعلی خصائص سیوطی حاکم طبرانی ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان میں بھی ہے (۲) مشکوۃ ص ۵۲۶ باب فی المعجزات (۳) صحیح مسلم ص ۳۰۱ ج ۲

کچھ واقعات ولادت کے وقت ظاہر ہوئے...... کچھ ولادت کے بعد ظاہر ہوئے...... یہ تمام واقعات ارہاص نبوت ہیں...... اور صرف حضور ﷺ کے لئے نہیں...... محبوب سے پہلے بھی جتنے نبی ﷺ آئے ہیں...... ان نبیوں کی زندگیوں میں بھی ایسے واقعات ظاہر ہوئے تھے...... بطور نمونہ کے مثال دے دیتا ہوں...... جناب عیسیٰ کی پیدائش ہوئی اور وہ تین دن کے تھے...... تین دن کا بچہ کیا چیز ہوتا ہے...... ماں کی گود میں تھے...... الزام لگایا گیا...... کہ عیسیٰ مریم کا بیٹا نہیں...... مریم کا تو کوئی شوہر ہی نہیں...... یہ کہاں سے آ گیا ہے...... ماں پہ غلط الزام لگ رہا ہے...... اب ماں سے لوگ پوچھتے ہیں...... یہ کہاں سے لائی ہے...... قرآن کہتا ہے...... وہ بچہ کی طرف اشارہ کر کے کہتی تھی...... فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ...... کہ اس سے پوچھو...... مجھ سے نہ پوچھو...... اب کافر کہتے تھے...... یہ تین دن کا بچہ ہے...... یہ کیا بولے گا...... مگر جب اس بچہ سے کہا...... چلو ہم اس سے پوچھتے ہیں...... یہ بچہ کیا بولے گا...... تو کہاں سے آیا ہے......؟ تو تین دن کا بچہ ماں کی گود میں کہتا ہے...... اِنِّیْ عَبْدُاللّٰهِ ، اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ...... میں اللہ کا بندہ ہوں...... اللہ کا رسول ہوں...... اللہ نے مجھے کتاب عطا کی ہے...... اور مجھے نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے...... یہ تین دن کا بچہ ماں کی گود میں بول رہا ہے...... یہ معجزہ نہیں...... یہ اعلان نبوت سے پہلے کا واقعہ ہے...... اس کو ارہاص نبوت کہتے ہیں...... کہ جو بچہ تین دن کی عمر میں اماں کی جھولی میں اتنے اچھے جملے کہتا ہے۔

میرے نبی ﷺ کے ماں کی گود میں جانے سے پہلے کلمات:

ہمارے آقا ﷺ کی ولادت کے وقت بھی واقعہ رونما ہوا...... اماں آمنہ کہتی ہیں...... جب حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی...... میں حیرت میں ڈوب گئی...... کہ بچہ میرے ہاتھوں میں آنے کی بجائے...... ایسے لگتا ہے جیسے اس نے سر سجدہ میں ڈال دیا ہو...... غور سے دیکھا...... کہ لب ہل رہے ہیں...... کان لگا کر سنا تو زبان پر یہ جملے تھے......

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ...... اَللّٰهُمَّ اهْدِ اُمَّتِیْ...... اللہ میری امت کی مغفرت کے فیصلے کر...... اللہ میری امت کو ہدایت عطاء کر...... بولے تو عیسیٰ بھی ہیں...... اور بولے محبوب ﷺ بھی ہیں...... گواہی اُس نے بھی نبوت کی دی ہے...... گواہی اس نے بھی نبوت کی دی ہے...... مگر فرق سمجھئے...... وہ اماں کی گود میں پہلے آئے ہیں...... بولے بعد میں ہیں...... میرے نبی ﷺ ماں کی گود میں بعد میں گئے ہیں...... لیکن بولے پہلے ہیں...... جب عیسیٰ بولے ہیں...... تو انہوں نے اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے...... انہوں نے اپنی نبوت کی فکر کی ہے...... جب میرے محبوب بولے ہیں...... تو نبوت کا تذکرہ نہیں...... بلکہ اپنی امت کی فکر ہے ...... (سبحان اللہ) موسیٰ پیدا ہوئے...... اماں نے صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا...... قرآن کہتا ہے...... وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰی ...... ہم نے امّ موسیٰ کو وحی کی...... کہ گھبرا نہیں...... اس کو دریا میں ڈال دے...... ہم تیرا ہی دودھ اس کو پلائیں گے...... اور موسیٰ کے متعلق قرآن نے کہا...... وَحَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ...... ہم نے اس پر حرام کر دیا...... کہ وہ کسی اور عورت کا دودھ پیئے...... اب جو بچہ نومولود ہو...... اسے دریا میں ڈال دیا گیا ہو...... وہ دریا کے پانی میں بہتا ہوا بادشاہ وقت کی سلطنت میں پہنچا ہو...... اس کے دربار سے اس کو نکالا گیا ہو عورتیں اکٹھی ہو گئی ہوں۔

ارہاص نبوت:

میں وہ سارا قصہ نہیں سنانا چاہتا...... ہر دائیہ پکڑ کے بچہ کو اپنے سینہ سے لگاتی ہے...... کہ اس کو دودھ پلاؤں...... لیکن بچہ منہ ایک طرف کر لیتا ہے...... دودھ نہیں پیتا...... اب چونکہ اس نے نبی بننا تھا...... اللہ نے اس کی اماں سے وعدہ کر لیا تھا...... اب جتنی دائیہ آئی ہیں...... کسی کا دودھ نہیں پیا...... مگر جب اماں آئی ہے...... جس کے دودھ کا وعدہ اللہ نے نبی سے کیا تھا...... تین دن کے نومولود بچہ کو حکم دیا ہے...... کہ دودھ نہیں پیتا اور جب اپنی

ماں نے اٹھایا ہے...... تو فورا بچہ سینے سے لگ جاتا ہے...... اور دودھ پینا شروع کر دیتا ہے ...... یہ اعلان نبوت سے پہلے موسیٰ کی نبوت کی دلیل ہے...... نبوت کا اعلان بعد میں ہے...... نبوت اعلان سے پہلے ہے...... بچپن ہی سے نبوت کے آثار رونما ہو رہے ہیں...... ان کو ارہاص نبوت کہتے ہیں۔

اور یہی حال اللہ کے محبوب رحمت کائنات ﷺ کے ساتھ ہوا ہے...... حضور اکرم ﷺ سیدہ حلیمہ سے پہلے تین سو دائیاں آئیں...... وہاں تو ہر دائی اٹھاتی تھی...... کہ دودھ پلاؤں سینہ سے لگاؤں...... مگر یہاں تو رب کا فیصلہ تھا...... کہ کوئی اٹھائے بھی نہ اور سینہ سے بھی نہ لگائے...... اور جس کا دودھ پلانا تھا...... اس نے اٹھایا بھی ہے...... سینہ سے لگایا بھی ہے...... تو پھر جب سینہ سے لگایا...... یہاں پر ارہاص نبوت کا واقعہ یہ پیش آیا...... کہ سینہ کے دو پستانوں میں سے ایک طرف سوتیلا بھائی دودھ پیتا ہے دوسری طرف محبوب دودھ پیتے ہیں...... جو حصہ پیغمبر ﷺ کا تھا...... دوسری طرف آقا منہ نہیں لگاتے...... بلکہ اگر ماں بھول کے منہ ادھر کر دے...... تو فورا بچہ منہ موڑ لیتا ہے...... کہ امی میں اپنا حق استعمال کرتا ہوں...... کسی کا حق نہیں کھاتا...... یہ اعلان نبوت کی دلیل تھی...... کہ نبی آئے بنے بعد میں اظہار بعد میں ہوا ہے...... اس کی نشانیاں پہلے سے شروع ہیں۔

رسول اللہ کی نبوت کی ابتدا:

یہ بھی یاد رکھیئے...... اہلسنت والجماعت کے نزدیک ہمارے اکابر علماء دیوبند کا یہ عقیدہ ہے...... کہ حضور ﷺ کو نبوت چالیس سال بعد نہیں ملی...... اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا...... كُنْتُ نَبِيًّا وَادم بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ ......(۱) میں تو اللہ کے ہاں اس وقت بھی نبی تھا...... جب آدم کا گارا بن رہا تھا۔

(۱) مشکوۃ ص ۵۱۳ عن ابی ہریرۃ الجامع الترمذی ص ۲۰۲ ج ۲

یعنی مجھے جو عطاء نبوت القاء نبوت نور نبوت عطاء ہوا ہے..... اللہ نے نبوت کے لئے جو میری روح کا انتخاب کیا ہے..... تو پوری کائنات میں کوئی چیز نہیں بنی تھی..... سب سے پہلے مجھ محمدﷺ کو بنایا گیا تھا..... (سبحان اللہ)

اس طریقہ سے چھوٹے سے بچے حضرت اسماعیل کی ماں کے سینہ کا دودھ خشک ہوگیا ہے..... پانی ختم ہوگیا ہے..... کھجوریں ختم ہوگئیں ہیں..... صفامروہ کی پہاڑیوں میں ماں دوڑتی ہے..... بچہ پہ نظر ڈالی ہوئی ہیں..... کہ بچہ کا کیا حال بنتا ہے..... بچہ ایڑھیاں رگڑ رہا ہے..... جہاں پاؤں زور سے رگڑتا ہے..... وہاں سے زم زم کا کنواں نکل آتا ہے..... یہ پانی کس نبی کا معجزہ ہے.....؟ (حضرت اسماعیلؑ کا) یہ تو چھ ماہ کا بچہ ہے..... اس کا معجزہ کیسے ہوگیا.....؟ ہاجرہ کا معجزہ نہیں ہے..... اس لئے کہ ہاجرہ نبی نہیں ..... کیونکہ عورت نبی نہیں بن سکتی..... نہ اسماعیل کا معجزہ ہے..... یہ ارہاص نبوت ہے ..... نبی بننے سے پہلے ایک واقعہ پیش آیا..... یہ اس کے نبی بننے کی علامت تھی..... آج یہ اتنا عظمت والا ہے..... نبی بننے کے بعد کتنے عظمت والے ہوں گے..... (سبحان اللہ)

کنویں کا قیامت تک جاری رہنا:

یہی معجزہ حضورﷺ کے ہاتھوں صادر ہوا..... رحمت کائنات امام الانبیاءﷺ اس زمزم کے کنویں پر آئے ہیں..... آپ ﷺ نے پانی لیا ہے..... اسے نوش فرمانے کے بعد پھر اسی کنویں میں پانی ڈال کر فرمایا..... میرے امتیو.....! اب یہ قیامت تک کنواں خشک نہیں ہوگا..... حالانکہ حضرت اسماعیلؑ کے جانے کے بعد وہ کنواں بند ہوگیا تھا..... خشک ہوگیا تھا..... حضورﷺ کے دادا عبدالمطلب نے اس کی کھدائی کروائی تھی..... اب حضورﷺ نے اپنا لعاب مبارک والا پانی اپنا بچا ہوا پانی واپس اس میں ڈال کر فرمایا قیامت تک جتنی امت اس پانی کو پیئے گی..... سب رسول اللہ کا جھوٹا پیئے گی۔

آج جو زمزم پیتے ہو...... یہ نبی ﷺ کا بچا ہوا پانی ہے...... یہی وجہ ہے...... کہ پوری کائنات سیراب ہوتی ہے...... مگر اس پانی میں کمی نہیں آتی...... اس لئے کہ نبی ﷺ جتنی بڑی امت کا نبی ﷺ ہے...... یہ پانی بھی اتنی بڑی امت کو ملا ہے...... ایسے ہی آقا ﷺ کی ولادت کے وقت انوکھے واقعات رونما ہوئے۔

حضور ﷺ کی آمد سے قبل آندھیاں:

یہ واقعات کیوں ہوتے ہیں...... ایک بات سمجھانا چاہتا ہوں...... رات جاتی ہے ......دن آتا ہے...... رات کو اندھیرا اور دن کو روشنی کس کی وجہ سے ہوتی ہے......؟ (سورج کی وجہ سے) سورج کی وجہ سے دن روشن ہوتا ہے...... سورج چلا جائے...... تو رات اندھیری ہوتی ہے...... حضور ﷺ نبوت کے سورج ہیں...... جب تک حضور ﷺ نہیں آئے تھے...... رات اندھیری تھی۔

رات اندھیری ہو تو رات کو چور چوری کرتے ہیں...... رات اندھیری ہو تو ڈاکو ڈاکہ ڈالتے ہیں...... رات اندھیری ہو تو زانی زنا کرتے ہیں...... رات اندھیری ہو تو شرابی شراب پیتے ہیں...... ہر قسم کی برائی ہوتی ہے...... ساری گندگیاں ہوتی ہیں۔

حضور کی آمد کی وجہ سے نظام میں تبدیلی:

رات کے جانے اور سورج کے آنے سے پہلے درمیان میں کچھ واقعات رونما ہوتے ہیں...... جو اس کی نشانی ہوتی ہے...... کہ اب ان واقعات کے بعد رات نہیں سورج آئے گا...... اندھیرا نہیں سویرا ہوگا...... رات نہیں...... دن ہوگا...... رات تھی اور چوری کی جا رہی تھی...... رات تھی شراب پی جا رہی تھی...... رات تھی زنا تھا...... رات تھی ڈاکے ڈالے جا رہے تھے...... رات تھی آسمان پر ستارے روشن تھے...... ابھی سورج آیا نہیں...... آنے سے پہلے ستارے جا رہے ہیں...... سورج ابھی نہیں نکلا ستارے پہلے جا رہے ہیں۔

حضور ﷺ کی آمد سے قبل دنیا میں اجالا:

ابھی حضور ﷺ کی نبوت کا سورج نہیں ظاہر ہوا تھا...... پانچ سو سال پہلے انسان چلے گئے...... ستارے چلے گئے...... اور ایک ستارہ طلوع ہوتا ہے...... رات کے آخری حصہ میں...... جو فجر کا ستارہ کہلاتا ہے...... اس کے غروب ہونے کے بعد دنیا کو بتادیا جاتا ہے...... کہ اب سورج رونما ہونے والا ہے۔

عیسیٰ کی آمد سے محمد ﷺ کی نبوت کا یقین:

وہ جو فجر کے قریب کا ستارہ تھا...... اس ستارے کا نام عیسیٰ تھا...... وہ ستارہ زبانِ حال سے پیشین گوئی کر رہا تھا...... بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِى اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ...... میرے بعد ایک نبی آئے گا...... جس کا نام احمد ہوگا...... میں اس لیے آیا ہوں ...... جیسے وہ ستارہ طلوع ہوتا ہے...... لوگ کہتے ہیں...... رات گزر چکی ہے...... یہ فجر کا ستارہ ہے...... اس کے بعد صبح ہو جائے گی...... او میاں اس ستارہ کو دیکھ کر سویرے کا یقین ہوتا ہے...... عیسیٰؑ کو آتے دیکھ کر محمد ﷺ کی نبوت کا یقین ہو گیا ہے...... (سبحان اللہ) جیسے وہ ستارہ سویرے کی پیشین گوئی دیتا ہے...... عیسیٰؑ میرے محبوب کی آمد کی پیشین گوئی دیتے ہیں...... سورج بعد میں آتا ہے...... رات کے جانے اور سورج کے نکلنے کے درمیان عجیب وغریب واقعات ظاہر ہوتے ہیں...... روشنی شروع ہوگئی...... سویرا شروع ہو گیا...... اب سورج نہیں نکلا...... لیکن اندھیرا ختم...... اور سویرا شروع ابھی آفتاب نبوت محمد ﷺ کا طلوع نہیں ہوا تھا...... رات چونکہ جا رہی تھی...... سورج آرہا تھا...... تو آنے سے پہلے سویرا شروع ہو گیا...... حضرت آمنہ نے بھی خواب دیکھ لیا...... عبد المطلب نے بھی خواب دیکھ لیا...... عبداللہ نے بھی خواب دیکھ لیا...... عبدالمطلب بھی کہتے ہیں...... کہ میں دیکھتا ہوں...... کہ کعبۃ اللہ میں پڑے ہوئے بت اوندھے منہ گر رہے ہیں...... میں دیکھتا ہوں...... کہ ہاتف غیب آواز

دے کر کہتا ہے...... اس کعبہ کو پاک کرنے والا نبی دنیا میں آرہا ہے۔(۱)

قیامت تک محمد ﷺ کے اسلام کی حکومت کا رہنا:

حضرت عبداللہ بھی واقعات دیکھتے ہیں...... سیدہ آمنہ تو کہتی ہے...... کہ جس وقت ولادت ہوئی...... اتنی عظیم روشنی اٹھی ہے...... کہ جس سے مجھے شام کے محلات نظر آئے ہیں......(۲) اشارہ اس طرف تھا...... کہ اب حکومت شام نہیں رہے گی...... اب قیامت تک محمد ﷺ کے اسلام کی حکومت رہ جائے گی......، سورج بعد میں طلوع ہوتا ہے رات جاتی ہے...... تو درمیان میں کچھ واقعات آتے ہیں...... ان واقعات میں ایک واقعہ یہ بھی ہوتا ہے...... لوگ اٹھ کے بیدار ہو گئے...... ابھی سورج آیا۔ سورج کے نکلنے سے پہلے لوگ بیدار ہونا شروع ہو جاتے ہیں...... انتظار اس بات کا ہوتا ہے...... کہ سورج نکلے تو دوکان پر جائیں سورج نکلے...... تو کام پر جائیں ...... سورج نکلے...... تو پڑھائی شروع کریں...... سورج نکلے...... تو فلاں کام کریں۔

نبوت کا سورج روشن ہونے سے پہلے لوگوں کا منتظر رہنا:

لیکن پہلے سے تیاری شروع ہے...... ابھی نبوت کا سورج روشن ہونے والا تھا...... تو اس کے آنے سے پہلے شاہ گدا انتظار کر رہا ہے۔

---

(۱) سیرت النبی ﷺ شبلی نعمانی ص۳۵۷ ج۳ (۲) مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے لکھا ہے کہ جب آپ نے غزوہ خندق میں خندق کھودتے وقت ایک پتھر پر تین کدال ماری جس سے وہ پتھر ٹوٹ گیا اور اس سے روشنی نمودار ہوئی اور اس میں شام اور فارس اور یمن کے شہر نظر آئے اشارہ اس طرف تھا کہ تمام ممالک اسلام کے مفتوح ہوں گے (دیکھئے سیرت مصطفی ص۵۱۲، ۵۲۲ ج۲ اور حسن واقعہ کی طرف خطیب اسلام حضرت ندیم صاحب نے اشارہ کیا ہے وہ بھی کثرت صحیح روایات سے ثابت ہے (دیکھئے مسند احمد بن حنبل ص۱۲۷ ج۴ بیہقی مستدرک (علی شرط الصحیح ص۶۰۰ ج۲ وابن سعد ص۹۶ ج۱ سیرت مصطفی ص۵۵ ج۲

دنیا بیدار ہورہی ہے.....حسان بن ثابت انتظار کررہے ہیں .....دنیا بیدار ہورہی ہے.....سلمان فارسی انتظار کررہے ہیں.....دنیا بیدار ہورہی ہے.....راہب انتظار کررہے ہیں.....جیسے رات جاتے ہی سورج نکلنے سے پہلے لوگ جاگنا شروع ہوجاتے ہیں.....سورج کا انتظار کررہے ہوتے ہیں.....سورج نکلے تو کام اپنا شروع کریں.....یہ دنیا کے لوگ انتظار کررہے ہیں.....سمجھنے کی نیت سے آئے ہو.....تو کچھ لے کر جانا۔

حضرت حسان کا قبول اسلام:

حسان بن ثابت کی عمر ۱۲۰ سال ہے.....اٹھارہ صحابہ ایسے ہیں.....جن کی عمر ۱۲۰ سال ہے.....ان میں سے ایک صحابی سیدنا حسان بن ثابت ہیں.....انہوں نے جب کلمہ پڑھا تھا.....اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال تھی.....تو زمانہ جاہلت ۶۰ سال اور زمانہ اسلام بھی ۶۰ سال ہے۔

حضرت حسان کہتے ہیں.....میری عمر سات (۷) سال تھی.....میں بچہ تھا.....مدینہ کے چوک میں ایک راہب کھڑا ہوکر اعلان کرتا ہے.....مدینہ کے لوگو.....!ادھر آؤ.....میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں.....سب لوگوں کو وہ جمع کرتا ہے.....اور جمع کرنے کے بعد کہتا ہے.....(۱) کہ آج کی رات میرے علم نجوم کے حوالہ سے آسمان نجوم پر ایک ستارہ روشن ہوا ہے..... جو اس بات کی علامت ہے.....کہ آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ دنیا میں آرہا ہے اور وہ بچہ ہے۔

حضرت سیدنا حسان کہتے ہیں .....میں حیرت میں تھا.....مکہ سے مدینہ آئے.....تو حضور ﷺ کی عمر ۵۳ سال تھی.....فرمایا جونہی حضور ﷺ مدینہ آئے۔

---

(۱) کنزالعمال میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے عن ثابت قال انی واللہ لغلام یفع ابن سبع سنین اعقل کل ما سمعت اذ سمعت یہودیا یصرخ علی اطم یثرب یامعشر یہود طلع اللیلۃ نجم احمد الذی بہ ولد (کنزالعمال ص ۲۰۰ ج ۱۲)

تو مجھے بتانے والوں نے آکر بتایا...... کہ مبارک ہو...... جس نبی کا تذکرہ اس راہب نے کیا تھا...... وہ ہجرت کر کے مدینہ میں آچکا ہے...... کہنے لگے اسی وقت میں جاتا ہوں...... اللہ کے نبی ﷺ کا چہرہ دیکھتا ہوں...... اور اسی وقت اللہ کے نبی ﷺ کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوجاتا ہوں...... میں بتا رہا ہوں...... کہ سورج نکلنے سے پہلے رات کے جانے کے بعد وہ جو درمیان کا حصہ ہوتا ہے...... وہ سورج کی آمد کی پیشین گوئی ہوتی ہے...... کہ اب سورج آنیوالا ہے...... اس کے آنے کا یہ فائدہ ہوگا...... لیکن سورج کے آنے سے پہلے واقعات رونما ہونے شروع ہوجاتے ہیں...... ایسے ہی محبوب ﷺ کی آمد سے پہلے پیغمبر ﷺ کی نبوت کے واقعات شروع ہوئے...... جن کو ارہاص نبوت کہا جاتا ہے...... اور وہ اس قدر تفصیل کے ساتھ کتابوں میں ہیں...... کہ ان کو شمار نہیں کیا جاسکتا...... تمام سیرت کی کتابوں میں تمام تاریخ کی کتابوں میں اس انداز سے صحابہ کرام نے دیکھے ہیں۔ یہود ونصاری نے دیکھے ہیں...... انکے علماء نے دیکھے ہیں...... قریشیوں نے دیکھے ہیں...... اہل مکہ نے دیکھے ہیں۔

نور کا پیشانی سے غائب ہونا:

جناب عبداللہ خود کہتے ہیں...... کہ ایک عورت مجھے آکر کہتی ہے...... عبداللہ میں تیرے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہوں...... (۱) میں نے شرمیلی نگاہ سے سر نیچے کر کے کہا (اٹھارہ سال کی عمر تھی اس وقت) میں اپنے ابے کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا...... یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔

کچھ مدت کے بعد وہ عورت پھر ملی...... اس نے کہا...... عبداللہ میں تورات، زبور انجیل کی عالمہ ہوں...... آسمانی کتابیں میرے سینہ میں ہیں...... تو نے مجھے آوارا اور بازاری عورت سمجھا تھا...... یاد رکھو میں نے چمکتا ہوا نور تیری پیشانی میں دیکھا تھا......

(۱) یہ روایت الفاظ اور جزئیات کے اختلاف کے ساتھ ابن سعد طبرانی ابن عساکر بیہقی اور ابو نعیم میں مذکور ہے

نسلا بعد نسل تمہارے خاندان میں منتقل ہو رہا تھا...... یہ نور عبد المطلب کے سینہ میں بھی تھا ...... یہ نور ہاشم کے سینہ میں بھی تھا...... یہ نور عبد مناف کی پیشانی میں بھی تھا...... ہمارے بڑے بتاتے چلے آرہے ہیں...... میری تمنا تھی...... میں اس نبی کی ماں بنوں...... لیکن آج وہ نور تیری پیشانی سے غائب ہو چکا ہے...... وہ کشش اور جاذبیت ختم ہو چکی ہے...... اب اگر تو مجھے کہے گا بھی سہی...... تو میں تجھ سے نکاح نہیں کروں گی...... اس لئے کہ نور کہیں منتقل ہو چکا ہے...... اس وقت عبد اللہ نکاح کر چکے تھے...... حضور ﷺ اپنی اماں آمنہ کے پیٹ میں آچکے تھے...... یہ کہنے کے بعد وہ عورت کہتی ہے...... کاش میری زندگی تو گزر گئی...... لیکن میرے دل کی حسرت نہ پوری ہو سکی...... کہ میں آخری نبی کی اماں نہ کہلوا سکی...... یہ ارہاص نبوت ہے۔

یہ واقعات اعلان نبوت سے پہلے کے ہیں...... میں ان تمام واقعات سے ایک مفہوم آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں...... اعلان نبوت کے بعد نبی فریضۂ نبوت ادا کرتا ہے...... اعلان نبوت سے پہلے یہ واقعات اس کی نبوت کی علامات ہوا کرتے ہیں۔

ایک سعادت صرف آمنہ کے حصہ میں:

ایک روایت میں آتا ہے...... کہ جس سال حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی ہے...... اس سال جتنی عورتوں کو دنیا میں حمل تھا...... کسی عورت کو بچی نہیں پیدا ہوئی...... جتنی عورتوں کو حمل تھا...... سب کو اللہ نے بچہ عطاء کیا......(۱) عرب میں جہالت کا رواج تھا ...... سب چاہتے تھے...... کہ بچہ پیدا ہو...... اگر بچی پیدا ہوتی...... تو لوگ اس کو زندہ دفن کر دیتے...... ادہر آقا رحمۃ للعلمین بن رہے تھے۔

---

(۱) حضرت عباس سے روایت کی گئی ہے کہ عبد مناف اور قبیلہ مخزوم کی دو سو عورتیں تھیں کہ جنہوں نے اس غم میں کہ عبداللہ سے ان کو یہ دولت حاصل نہ ہوئی وہ مر گئیں ۔ یہ روایت سند کے بغیر زرقانی شرح مواھب میں مذکور ہے

اور نبی ﷺ کی رحمت عامہ اور کاملہ کے خلاف تھا...... کہ یہ رحمت والا نبی بھی آئے...... اور کسی کی بیٹی کو زندہ درگور کیا جائے...... یہ بیٹی کے تقدس کے خلاف تھا...... اب دنیا میں نبی ﷺ نے اعلان نبوت پیدائش کے بعد تو کرنا نہیں تھا...... اس کا تو کسی کو پتہ نہیں تھا...... اب اللہ نے اپنی تقدیر سے اس نبی کی نبوت کو دنیا میں روشن کرنا تھا...... اس لئے رب نے سب عورتوں کو حمل میں بچے دیئے...... جب کسی کے گھر بچی پیدا نہیں ہوگی...... دفن نہیں ہوگی...... جب دفن نہیں ہوگی...... تو محمد کی نبوت کی نشانی بن جائیگی۔

آقا کی ولادت ہوئی...... دوسو کنواری نوجوان صاحب علم تورات وانجیل کی عالمہ عورتیں چیخیں مار کر جاں بحق ہوگئیں...... یہ تمام وہ عورتیں تھیں...... جو رسول اللہ ﷺ کی آمد سے پہلے اس بات کی متمنی تھیں...... کہ ہم آخری نبی کی ماں بنیں۔

لیکن بصد انداز یکتائی بغایت شان زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی

وہ امانت آمنہ کے حصہ میں آئی...... یہ ساری عورتیں محروم ہوگئیں...... اس لئے دم توڑ گئیں...... یہ سعادت صرف آمنہ کو ملی ہے...... یہ ارہاص نبوت ہے۔

نبی ﷺ نبوت کے سورج:

اب یہ سورج طلوع ہونے سے پہلے رات کے جانے بعد رات ختم ہوتی ہے...... سورج نکلتا ہے...... اس کے درمیان کا وقت اس کو فجر کہتے ہیں...... اور فجر کا معنی ہے پھٹنا اور پھٹنے میں کئی چیزیں پھٹتی ہیں...... نکھرتی ہیں...... ہر چیز اس میں پھٹتی ہے...... رات پھٹ جاتی ہے...... دن ہو جاتا ہے...... نیند والی آنکھیں پھٹتی ہیں...... کھل جاتی ہیں...... جانور، درندے پرندے سب جانور خاموش پڑے ہوتے ہیں...... دن ہوتا ہے...... تو سب نکھرتے ہیں...... ایسے ہی یہ فجر آئی...... تو حضور ﷺ کی نبوت سے پہلے اعلان نبوت

سے پہلے لیکن عیسیٰ کے جانے کے بعد درمیان میں وہ وقت آیا...... جس میں دنیا پھٹی کعبہ میں پڑے ہوئے بت اوندھے منہ گرے ہیں...... کسریٰ کے کنگرے گرے ہیں...... فجر ہی کے وقت شام کے محلات نظر آئے...... فجر ہی کا وقت تھا...... محبوب کی ولادت باسعادت کے وقت عراق کا وہ آتش کدہ جس میں ہزار سال سے آگ جل رہی تھی...... یکسر بجھ گئی...... وہ فجر تھی...... جو اس رات کو پھاڑ کر اسے بجھا رہی تھی...... یہ حضور ﷺ کی نبوت کا سویرا ہے......اب جب حضور ﷺ آئے...... تو نبوت کے سورج بن کر آقا ﷺ سے پہلے جتنے نبی تھے...... وہ نبوت کے ستارے تھے...... اور ہمارے آقا ﷺ نبوت کے سورج ہیں۔

لفظ سورج کا سمجھانے کیلئے استعمال:

یہ نبوت کا سورج کا لفظ میں مثال سمجھانے کے لئے کہہ رہا ہوں ...... ورنہ حضور ﷺ کو سورج سے تشبیہ دینا بھی ٹھیک نہیں ہے...... اللہ کے نبی ﷺ کا یہ جو ظاہری حسن و جمال ہے...... آقا ﷺ کی آنکھوں کا تذکرہ کرنا...... زبان مبارک کا تذکرہ کرنا...... محبوب کے ہاتھوں کا تذکرہ کرنا...... نبی کے سینہ کا تذکرہ کرنا...... پیغمبر ﷺ کے جسم اطہر کا تذکرہ کرنا...... محبوب کی خوشبو کا تذکرہ کرنا...... آقا کے پسینہ کا تذکرہ کرنا...... جس پر ہمارے علماء حضور ﷺ کے خدوخال کو حسن و جمال کو کمالات کو بیان کرتے ہیں...... اور میں نے اپنی کتاب،،تذکرہ محبوب کبریاء ﷺ میں یہ ساری باتیں تفصیل سے کھول کر بیان کی ہیں...... اور ایک ایک ادا اس میں نقل کی ہے...... اور اپنی طرف سے نہیں...... صحابہ کرام کی زبان سے ان واقعات کو نقل کیا ہے...... جتنا بھی حضور کا حسن بیان ہو رہا ہے...... یہ حسن نبوت صحابہ کا ادراک ہی تو ہے...... صحابہ کا تصور ہی تو ہے...... صحابہ کا تخیل ہی تو ہے...... صدیق جتنا نبی کو سمجھ سکا...... اتنا صدیق نے بتایا...... جتنا فاروق سمجھ سکے...... اتنا فاروق نے بتایا...... جتنا عثمان و علی سمجھ سکے اتنا عثمان و علی نے بتایا...... لیکن نبی کی حقیقت تک کوئی نہیں پہنچ سکا۔

نبی ﷺ کے حسن کی حقیقت:

توجہ کرنا! حسن نبوت کی جو حقیقت ہے...... کہ اللہ نے کتنا حسین بنایا...... اس تک کوئی صحابی نہیں پہنچ سکا...... بنانے والا جانے یا بننے والا یا اللہ جانتے ہیں...... یا رسول اللہ ﷺ جانتے ہیں...... صدیق نے جتنا سمجھا ہے اتنا بتایا ہے...... فاروق نے جتنا حسن سمجھا ہے اتنا بتایا ہے...... حسان نے جتنا حسن سمجھا ہے اتنا بتایا ہے

حضور ﷺ کی پیشانی کی خوبی:

مثال کے طور پر ایک صحابی کہتا ہے...... کَأَنَّهُ قِطْعَةٌ مِنَ الْقَمَرِ...... اب چاند کی کیا اوقات ہے...... کہ میرے نبی ﷺ کا مقابلہ کرے......(۱) اب صحابی اپنی حیثیت سے تو تشبیہ دے رہا ہے...... کہ ہم چاند کو خوبصورت کہتے ہیں...... اس لیے میں اتنا بتا سکتا ہوں...... لیکن نبی ﷺ کے حسن کی انتہا نہیں بتا سکتا۔

ایک صحابی کہتا ہے...... کَانَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ...... ایسے لگتا ہے جیسے سورج حضور کی پیشانی میں چمک رہا ہو...... اب یہ سورج تک تو پہنچ سکا ہے...... نبی ﷺ کے حسن کی انتہاء تک نہیں پہنچ سکا...... اس لئے اس نے سورج سے تشبیہ دی ہے...... جہاں تک اس کی پہنچ تھی...... جس کو یہ سمجھ سکا تھا...... اگر سورج سے بالا کوئی اور چیز ہوتی...... یہ اس سے تشبیہ دے دیتا...... جہاں تک یہ سمجھ سکا...... اس نے نبی کو سمجھا۔ نبی کے حسن کی حقیقت کو کوئی نہیں سمجھ سکا حضور ﷺ کے حسن کی حقیقت کو کائنات میں کوئی نہیں سمجھ سکا صرف اللہ ہی سمجھے ہیں...... کیونکہ وہ خالق ہے۔ اور اسی کو مولانا محمد قاسم نانوتوی نے کہا تھا۔

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت نہ پہچان سکا تجھ کو کوئی بجز ستار

---

(۱) جیسے ترمذی میں ایک روایت ہے کان وجہ رسول اللہ ﷺ مثل السیف قال لا مثل القمر (الجامع الترمذی [illegible])

حضور ﷺ کے حسن کا ادراک:

اللہ کے بغیر تیرے حسن کا ادراک کوئی نہیں کر سکا......اس لئے کہ رب نے تیرے حسن کو بشریت کے پردے اور سانچہ میں ایسا ڈھالا ہے......کہ لوگ دیکھ کر جو سمجھ سکتے ہیں......اسی کو بیان کر دیتے ہیں......انکی سمجھ جہاں تک پہنچتی ہے......اتنا کہتے ہیں......حقیقت میں کتنا ہے......فرمایا نہیں پہنچ سکا کوئی بجز ستار اللہ بہتر جانتا ہے۔

حضرت یوسفؑ کے متعلق یہ مشہور ہے......کہ سب سے زیادہ حسین تھے......لیکن فرق سمجھو علماء نے لکھا ہے......کہ یوسف کا حسن صبیح تھا......(۱) اور میرے محمد ﷺ کا حسن حسن ملیح تھا......توجہ کریں گے......تو بات سمجھنی آسان ہوگی......صباحت کا معنی ہے مٹھاس......اور ملاحت کا معنی ہے نمکینی...... یوسف کے حسن میں صباحت مٹھاس ہے......اور میرے محبوب ﷺ کے حسن میں نمکینی ہے......اور صباحت میں سفیدی یعنی گورا پن ہو......لیکن اس میں خوف اتنا ہو......کہ اس کے چہرے سے ایسے لگے جیسے خون باہر آتا ہو......ملاحت میں سفیدی میں سرخی غالب! صباحت میں سفیدی غالب......! صباحت مٹھاس کو کہتے ہیں

---

(۱) کما قال علیہ السلام اخی یوسف صبیح وانا ملیح حسن ملیح کی وضاحت شاعر کے کلام سے مزید واضح ہو جاتی ہے یزید ک وجہہ حسنا اذا ما زرتہ نظرا حضور کے رعب کی وجہ سے آپ کے چہرے کو کوئی شخص آنکھ بھر کے نہ دیکھ سکتا تھا اس لئے آپ کا حسن فورا ظاہر نہیں ہوتا تھا لیکن جیسے جیسے آپ کی خدمت میں آمدورفت مجالس ومکالمت سے رعب میں کمی واقع ہو جاتی تو آپ کا حسن دیکھنے والوں کے لئے زیادہ نمایاں ہو جاتا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس بات کو یوں بیان کیا ہے من راہ بد لھتو من خالطہ معرفۃ احبہ شمائل ترمذی میں ایک روایت ہے کہ حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں ایک دفعہ ایک چاندنی رات میں میں نے حضور کی طرف دیکھا وعلیہ حلۃ حمراء جو آپ پر سرخ جوڑا تھا فجعلت انظر الیہ والی القمر فھو احسن عندی من القمر وما احسن ماقیل یاصاحب الجمال ویاسید البشر من وجھک المنیر لقد نور القمر

ملاحت نمکینی کو کہتے ہیں..... میٹھی چیز کھانے کو جی چاہتا ہے..... لیکن آدمی اکتا جلدی جاتا ہے..... اور نمکین چیز جب کھاتا ہے..... تھوڑا تھوڑا کھاتا رہے..... وہ رچتی اور پچتی چلی جاتی ہے..... جتنی کھائے اتنی تسکین ملتی چلی جاتی ہے..... حسن یوسف دیکھنے کو جی تو چاہنے والوں کا چاہا ..... لیکن وہ دیکھ کے پچانہ سکے..... مگر حسن محمد کا یہ ہے..... کہ جو دیکھتا چلا جاتا..... وہ قریب ہوتا چلا جاتا..... دیوانہ بنا چلا جاتا ..... صباحت میں مٹھاس اور ملاحت تو نمکینی ہے..... اور یوسف کے حسن میں مٹھاس تھی..... مٹھاس عورت کی فطرت ہے..... نمکینی مرد کی فطرت ہے یہی وجہ ہے..... کہ حسن یوسف کو دیکھ کر عورتوں نے انگلیاں کٹوا ڈالیں..... حسن محمد کو دیکھ کر مردان عرب کی گردنیں کٹی ہیں۔ (سبحان اللہ)

حضورﷺ کے حسن کا اندازہ:

اب جس کا حسن اتنا عظمت والا ہے..... کہ اس حسن کا ادراک بھی کوئی نہیں کرسکتا..... اسکو اپنے اندر سمو بھی کوئی نہیں سکتا..... اسلئے اس کے تذکرے تو کئے جاسکتے ہیں..... اور جو اتنا حسین محبوب ہو..... وہ اس قابل نہیں..... کہ ہر جگہ پھرتا رہے..... ہیرا خوبصورت ہو..... تو اس کو سنبھال کر ایک جگہ رکھتے ہیں..... قیمتی چیز ایک ہی جگہ ہوتی ہے..... ہر جگہ نہیں رکھی جاتی..... جس محبوب کا حسن اتنا ہے..... اللہ نے اسے اپنی جگہ پہ رکھا ہے..... دنیا کو حکم دیا ہے..... کہ حسن محمدﷺ کو تم کیا پہچان سکو گے..... اس کے روضے کو دیکھ کر اس کے انوارات ہی برداشت کرلو..... حضورﷺ نے کائنات کے چھپے ہوئے خزینے ظاہر کئے ہیں۔

حضورﷺ کا کائنات کے چھپے ہوئے خزائن کا بتانا:

قابل قدر دوستو..... اب میں بار بار سورج کی تشبیہ دے رہا ہوں..... کہ رات گئی دن آیا..... سورج سے مشابہت قرآن نے دی ہے..... لیکن مشابہت کو تبدیل کر کے سورج

کو کہا ......سِرَاجًا وَّھَّاجًا، اور محبوب ﷺ کو سِرَاجًا مُّنِیرًا کہا فرق سمجھو۔

سورج یہ بھی ہے...... سورج وہ بھی ہے...... یہ زمین کا سورج...... محمد دین کے سورج...... یہ اس جہان کا سورج...... وہ ایمان کے سورج...... یہ صبح طلوع ہو شام کو غروب ہو...... وہ جس دن سے طلوع ہوا...... اس کو غروب نہیں لاحق ہوتا...... یہ بادلوں کے پردوں میں چھپ جائے...... یہ رات کے سناٹوں میں چھپ جائے...... یہ درختوں کی اوٹ میں چھپ جائے...... یہ بادلوں کے سائے میں چھپ جائے...... یہ پہاڑوں کے زیر سایہ چھپ جائے...... جب نبوت کا سورج طلوع ہوا وہ چھپا نہیں...... اس نے چھپے ہوئے خزینے کائنات میں ظاہر کئے ہیں...... علم کے خزینے...... معرفت کے خزینے...... اللہ کی پہچان کے خزینے...... کائنات میں اللہ کی ربوبیت کے خزینے...... اپنی نبوت کے خزینے...... قرآن کی تلاوت کے خزینے...... اس نے دنیا کو روشن کیا ہے...... یہ سورج غروب ہو...... اندھیرا چھا جائے...... میرا نبی ﷺ روضے میں آرام کرے...... تو اس کی نبوت پوری کائنات کو منور کر رہی ہے...... دنیا کے سورج کے قریب جاؤ...... تو گرمی لگتی ہے...... نبوت کے سورج کے قریب آؤ...... تو ٹھنڈک اور نرمی لگتی ہے۔

نبوت کے سورج کی روشنی:

دنیا کے سورج کے قریب گورا بھی جائے...... تو کالا بن جاتا ہے...... نبوت کے سورج کے قریب کالا آئے...... نبی اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرے...... تو چودھویں کے چاند سے زیادہ روشن بن جاتا ہے...... دنیا کا سورج خود تو روشن ہے...... لیکن اس کی روشنی جہاں پڑے...... اس جگہ کو روشن کرتا ہے...... اور جب ہٹ جائے...... تو وہ جگہ پھر ویران ہو جاتی ہے...... محمد ﷺ نبوت کے وہ سورج ہیں...... جو خود بھی روشن ہیں...... اور اپنی روشنی سے سیاہ فاموں کو ایسا روشن کیا...... کہ زمانہ کا امام بنایا۔

تاجر کو صدیق بنایا...... قاتل کو عادل بنایا...... دولت مند کو ذی النورین بنایا......
کھیلتے بچہ کو حیدر کرار بنایا...... یمنی کو ابو ہریرہ بنایا...... ابن عباس کو قرآن کا مفسر بنایا......
کالے بلال کو مسجد نبوی کا مؤذن بنادیا...... یہ سورج کی کشش ہے...... تیرے سورج کو
قرآن کہتا ہے سِرَاجًا وَّهَّاجًا...... اور وہج کا معنی ہے آگ، گرمی، تپش، ایسا سورج جس
میں تپش اور گرمی ہے...... اور میرے نبی ﷺ کو کہا...... سِرَاجًا مُّنِيْرًا ،، ایسا سورج جس
میں نور ہی نور ہے...... جو نور علی نور ہے...... یہ سورج جو سراج وہاج ہے...... آگ کی نسبت
جہنم سے ہے...... میرا نبی ﷺ سراج منیر ہے...... اور نور کی نسبت جنت سے ہے...... یہ
سورج میرے نبی ﷺ کیساتھ مقابلہ کیا کریگا...... میرے نبی ﷺ کے قدموں تلے جنت
ہے...... اور یہ جہنم کے شعلوں کی نشانی ہے...... اس لئے حضور ﷺ کو کہا سراج منیر،، نبوت
کے نور والے سورج تپش والے نہیں...... نور والے سورج کے نور سے تسکین ملتی ہے...... تپش
سے پریشانی ہوتی ہے۔

نور اور بشر:

ایک بات اور سمجھو...... نور اور بشر یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد نہیں...... ضد اس
کو کہتے ہیں...... جو دو چیزیں اکٹھی نہ ہوسکیں۔

اندھیرا اور روشنی یہ ایک دوسرے کی کیا ہیں...... (ضد) انسان کی ضد جن
ہیں...... قرآن نے جہاں بھی ذکر کیا ہے...... مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ،، جنوں اور انسانوں کو
اکٹھا کیا ہے...... نور کی ضد بشر بھی نہیں...... نور کی ضد جن بھی نہیں...... نور کی ضد ہے ظلمت
مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ،، اندھیرے سے روشنی کی طرف روشنی سے اندھیرے کی طرف نور
اور ظلمت روشنی اور اندھیرا تو نور اور ظلمت ضد ہیں...... انسان اور جن ضد ہیں...... اب
دو چیزیں اکٹھی نہیں ہوں گی...... کہ بشر بھی ہو...... اور جن بھی ہو...... اکٹھے ہو جائیں

گے...... ایک ہی آدمی کو آپ بشر بھی کہیں...... اور اس کو آپ جن بھی کہیں...... یہ نہیں ہوسکتا...... اور اسی طریقہ سے دو چیزیں جمع نہیں ہونگی...... یہ دو چیزیں جمع نہیں ہونگی...... روشنی بھی ہو اس روشنی کو آپ اندھیرا بھی کہیں...... یہ دو میں سے ایک ہوگی...... یا روشنی ہوگی...... یا اندھیرا ہوگا...... یہ دو چیزیں اکٹھی نہیں ہوسکتیں...... جو آپس میں ضد نہ ہو...... ان کو جمع کیا جاسکتا ہے...... جو ضد ہوں...... ان کا جمع ہونا ممکن نہیں ہے۔

خصوصیت پیغمبر:

اب آپ غور سے ذرا سمجھیں...... اگر دنیا کے کسی بھی پاگل سے پوچھ لیں...... کسی عقلمند سے پوچھ لیں...... کسی علامہ فہامہ سے پوچھ لیں...... کسی بڑے سے بڑے سکالر سے پوچھ لیں...... پیغمبر ﷺ انسان تھے یا جن تھے...... یہ دونوں چیزیں متضاد ہیں...... تم فیصلہ کر کے بتاؤ عقلمند آدمی کیا کہے گا...... کلمہ پڑھنے والا کیا کہے گا...... ہر مسلمان کہے گا...... دیوبندی ہو...... بریلوی ہو...... اہل حدیث ہو...... حنفی ہو...... شافعی ہو...... حنبلی ہو...... مالکی ہو...... اگر وہ اللہ اور رسول پر ایمان رکھتا ہے...... قرآن و حدیث کو پڑھتا ہے...... وہ کہے گا...... میرے نبی ﷺ جن نہیں...... محمد ﷺ انسان تھے...... (سبحان اللہ)

نور اور انسان کا اکٹھا ہونا:

اب تقابل میں آؤ...... نور کی ضد ہے ظلمت ...... اور روشنی کی ضد ہے اندھیرا ......، نور روشنی کو کہتے ہیں...... اور ظلمت، اندھیرے کو کہتے ہیں......، اسلام روشنی ہے......، کفر اندھیرا ہے...... سنت روشنی ہے...... بدعت اندھیرا ہے...... علم روشنی ہے...... جہالت اندھیرا ہے...... اب دنیا کے کسی آدمی سے پوچھیں ...... دیوبندی سے ...... بریلوی سے پوچھو...... اہلحدیث سے پوچھو...... کسی مکتب فکر کے آدمی سے پوچھو...... حضور ﷺ نور ہیں...... یا ظلمت روشنی ہیں...... یا اندھیرا...... تو کیا کہو گے...... (روشنی) عربی کا لفظ

کہو کیا ہیں...... (نور) اب بات سمجھو......؟ انسان بھی ہیں......اور نور بھی ہیں...... بھائی نسل میں انسان ہیں......اور نبوت کی اصل میں نور ہیں...... یہ دو چیزیں اکٹھی ہوں...... تعارض نہیں ضد نہیں...... آپ کی آنکھوں میں کیا ہے......؟ (نور ہے) آپ کے سینہ میں ایمان کیا ہے......؟ (نور ہے) یہ حافظ بچہ بیٹھا ہے......اس کے سینہ میں قرآن کیا ہے......؟ (نور ہے) یہ عالم بیٹھا ہے......اس کے سینہ میں حدیث کیا ہے......؟ (نور ہے) نور بھی ہو......اور انسان بھی ہو...... یہ دو چیزیں اکٹھی ہو سکتی ہیں...... یہ تمہیں کس بے وقوف نے کہا ہے...... کہ نبی یا نور ہیں یا بشر ہیں۔

نور نبی ﷺ کا مقام:

میرے دوستو...... میرا نبی ﷺ انسان ایسا ہے......کہ خلیل ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا......نور ایسا ہے......کہ جبرائیل ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا...... (سبحان اللہ) آقا ﷺ کی آمد سے پہلے اور اعلان نبوت سے قبل جو واقعات ہوئے انکو کیا کہتے ہیں (ارہاص نبوت)

واقعہ ارہاص نبوت:

ایک واقعہ ارہاص نبوت کا قرآن نے بیان کیا ہے...... جو سورۃ میں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھی ہے...... وقت کئی ساری باتوں میں گزر گیا ......ورنہ اصل میرا موضوع یہ تھا......اس سورۃ فیل میں قرآن کریم نے آقا ﷺ کی ولادت سے پچاس دن قبل کا ایک قصہ نقل کیا ہے......ایک بادشاہ تھا......جس کا نام ابرہہ تھا...... وہ چاہتا تھا...... کہ لوگ میرا کہا مانیں...... میری سلطنت و حکومت کو قبول کریں......اس نے ایک دستی کعبہ بنایا ہوا تھا...... کہ لوگ اس کا طواف کرنے کے لئے آئیں...... حقیقت، حقیقت ہوتی ہے...... نقل، نقل ہوتی ہے......اللہ ہمیں اصل کی توفیق دے...... (آمین) ایک تبلیغی جماعت اصل ہے...... ایک نقل ہے ......ایک اجتماع اصل ہوتا ہے...... ایک نقل ہوتا ہے...... ایک

اہلسنت اصل ہوتے ہیں......ایک نقل ہوتے ہیں......لوگ اصل کی طرف جاتے ہیں......
نقلوں کو قبول نہیں کرتے......ایک کعبہ اصلی تھا ایک اس نے نقلی بنایا۔

اب دنیا کی فطرت ہے......اصل کی طرف جانا نقل کو چھوڑنا......دنیا نے نقل چھوڑ دی......حتیٰ کہ اس کے کعبے میں جاکے کسی نے پیشاب کردیا......پاخانہ کردیا......اس کو غصہ آیا......وہ ہاتھیوں کا لشکر لے کر کعبہ کو گرانے آیا......کعبہ کے قریب آیا......تو اس نے حضور ﷺ کے دادا عبد المطلب کے اونٹ پکڑ لئے......عبد المطلب نے کہا......کہ میرے اونٹ مجھے دے دو......اللہ جانے اللہ کا گھر کعبہ جانے تو جانے میرا کوئی واسطہ نہیں......ابرہہ حیران ہو کر کہتا ہے......یہ عجیب لوگ ہیں......اس کعبہ کے صدقہ ان کو روزی ملتی ہے......میں کعبہ گرانے آیا ہوں......ان کا حال یہ ہے......اس نے یہ کہا......کہ یہ پاگل لوگ ہیں......اونٹ ان کے دے دو......اور چلو کعبہ پر حملہ کرنے کے لئے حاجی حضرات جو حج کر کے آئے ہیں......وہ جانتے ہیں......عرفات سے مزدلفہ، منیٰ کی طرف واپس آؤ درمیان میں ایک جگہ آتی ہے......جس کا نام وادی محسر ہے......،،اس وادی کے قریب جب وہ ہاتھیوں کا لشکر لے کر آیا......اس کے قریب پہنچا......اللہ نے کعبہ کی حفاظت کا فیصلہ کیا چھوٹے چھوٹے پرندے اپنی چونچ میں اپنے پروں میں ایک ایک چھوٹی سی کنکری لے کر آئے......اور اوپر سے نیچے کنکری اس طرح پھینکتے تھے......جس طریقے سے کوئی میزائل ،راکٹ یا ایٹم بم پھینکا جا رہا ہو......جسے کنکری لگتی دوسری طرف سے پار نکل جاتی......اس کا کام تمام ہو جاتا......پورے کا پورا لشکر برباد ہوا بادشاہ تباہ ہو گیا......اس پورے لشکر میں بادشاہ کا ہاتھی بچا......جس پر یہ بادشاہ سوار تھا......وہ ہاتھی بچا (کیوں بچا) اس لئے......کہ اس کا نام محمود تھا......وہ کعبہ کی طرف اس کو ہانکتا تھا......وہ ہاتھی پھر پیچھے چلا جاتا تھا......پھر مارتا پھر پیچھے چلا جاتا تھا......آخر غصہ میں آکر اس نے کہا نہیں چلتا تو نہ چل میں جا رہا ہوں......وہ نیچے اتر کر خود آگے چلا اسے کنکری لگی......وہ تو برباد ہو گیا......ہاتھی پورے

لشکر میں بچا...... کیوں اسلیئے کہ اسکا نام محمود تھا اور یہ محمود نام ہے...... میرے محمد رسول اللہ ﷺ کا ارے آقا ﷺ کے نام کی نسبت سے ہاتھی بچا...... ہم تو کلمہ پڑھنے والے مسلمان ہیں...... اس لئے آج یہ چہرے بچے ہوئے ہیں...... تو رسول اللہ ﷺ کے نام سے بچے ہوئے ہیں۔

نام محمد کی فضیلت:

ایک مسئلہ سنو...... حضور ﷺ نے فرمایا لوگو......! جس گھر میں میرے نام کا بچہ ہو...... محمد ہو...... احمد ہو...... محمد حامد ہو...... محمود ہو...... اگر تین بچے اللہ تمہیں دے...... اور کسی ایک کا نام بھی میرے نام پر نہ رکھا...... تو تم نے میرے ساتھ ظلم کیا ہے...... دوسری روایت میں آتا ہے...... کہ جس گھر میں میرے نام کا بچہ ہو...... اور اگر وہ بچہ گھر میں آئے...... محفل میں آئے...... اس کی وجہ سے جگہ چھوڑ دو...... اور اس کو اپنے ساتھ محفل میں بٹھالو...... تو میں تمہاری قیامت کے دن سفارش کر کے جنت میں لے جاؤں گا...... اس لئے کہ تم نے میرے نام کی عزت کی ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے قیامت کے دن اعلان ہوگا...... اَیْنَ الْمُحَمَّدِیُّوْنَ ،، کہاں ہیں وہ لوگ جن کے نام محمد تھے...... ایک مجمع اکٹھا ہو کر ایک طرف چلا جائے گا ...... اللہ کہیں گے فرشتو ان سب کے نامہ اعمال لپیٹو کسی کا نامہ اعمال نہ کھولو...... سب کو جنت میں بھیجو...... اس لئے کہ میں نہیں چاہتا...... کہ نام کسی کا محمد ہو...... اور اس کا نامہ اعمال کھولا جائے...... اور اس کے نامہ اعمال میں کوئی سیاہی ہو...... اور کفر کے سامنے ظاہر ہو...... کہ نبی ﷺ کے نام کی نسبت والا ایسا ہے...... میں اپنے محبوب ﷺ کے نام کی لاج سے سب کی مغفرت کا فیصلہ کرتا ہوں...... (سبحان اللہ) اس لئے گھروں میں اس نام کی لاج رکھا کرو...... اور یہ نام رکھا کرو۔

قابل قدر دوستو...... یہاں ایک مسئلہ جو آپ کو سمجھانا ہے...... وہ یہ ہے...... کہ جس وقت یہ واقعہ ہوا...... حضور ﷺ کی ولادت سے کتنے دن پہلے (پچاس دن) سوال یہ تھا...... کہ اس وقت کعبہ میں رکھے ہوئے تین سو ساٹھ بت تھے...... ابراہیم نے کعبہ بنایا تھا ...... وہ چلے گئے...... اسماعیل نے بنایا تھا...... وہ چلے گئے...... حضور ﷺ نے اس کو آباد کرنا تھا...... آقا ﷺ ابھی آئے نہیں...... قرآن ابھی آیا نہیں...... پڑھنے والے شاگرد ابھی آئے نہیں...... کعبہ میں بت رکھے تھے...... اس پتھروں کی حفاظت کی کیا ضرورت پڑ گئی؟

توجہ کرنا...... اس مکان، کمرہ کی حفاظت کی کیا ضرورت تھی......؟ توجہ سے مسئلہ سمجھنا...... علماء نے لکھا ہے...... کہ اللہ نے بیت اللہ کی عمارت کی حفاظت اس لئے کی تھی...... کہ خلیل آباد کر رہے تھے...... مدرس محمد رسول اللہ ﷺ مانگا...... نصاب تعلیم قرآن مانگا...... پڑھنے والے شاگرد صحابہ مانگے...... جب ایسا بہترین مرکز آمنہ کے در یتیم نے اللہ سے مانگا تھا...... تو اب حضور ﷺ چونکہ اماں کے پیٹ میں آ گئے تھے...... استاد آ چکا تھا...... شاگرد تیار ہو رہے تھے...... کتاب آسمان سے اترنے والی تھی...... تو یہ بھی ارہاص نبوت ہوا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

ہجرت رسول ﷺ

خطبہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَائِرِ الْاُمَمِ...... بِرِسَالَةِ مَنِ اخْتَصَّهٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاهِرِ الْحِکَمِ ......وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ...... مَا نَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِهٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ ...... اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ......بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ......اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ......قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَا هِجْرَتَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَالْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ ......(۱) وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوتُ وَالسَّلَامُ لِاَبِیْ بَکْرٍ اَنْتَ صَاحِبِیْ فِی الْغَارِ وَصَاحِبِیْ عَلَی الْحَوْضِ ......(۲) اَوْ کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ...... وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ...... وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ...... وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تمہید:

قابل صد اعزاز و تکریم......واجب الاحترام......بزرگو......دوستو......اور بھائیو!

گزشتہ محرم الحرام سے اسوقت تک سلسلہ وار سیرت النبی ﷺ کے عنوان پر ایک موضوع چل رہا ہے......اللہ کے رسول کی تریسٹھ سالہ زندگی باالترتیب اور اللہ کے پیغمبر کی مکمل زندگی سے پہلے ترپن سال جن میں اعلان نبوت سے پہلے کے چالیس سال اور اعلان نبوت کے

---

(۱) مسند ابی یعلی عن عائشہ ص۲۹۸ ج۴ (۲) ترمذی ص۲۰۸ ج۲عن ابن عمر

بعد ابتدائی مکی زندگی کے دس سال معراج تک میں نے رجب المرجب میں بیان کیا تھا۔

ہجرت کی ضرورت:

پیغمبر کے معراج کے بعد نبوت کا گیارہواں اور بارہواں سال یہ دو سال ایسے آئے...... جن سالوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے رحمت اللعٰلمین ﷺ پر آنے والی آزمائشوں اور امتحانات اور ابتلاء کے اس زمانے کو جو پیغمبر کیلئے انتہائی آزمائشوں کا سبق تھا...... اللہ نے اس سے تھوڑا سا پردہ اٹھایا...... آسانی اور سہولت کا زمانہ آیا۔

مدینہ طیبہ میں اسلام کی روشنی:

ایک حج کے موقعہ پر سن گیارہ نبوی میں مدینہ طیبہ کے کچھ لوگ بعض علماء نے ان کی تعداد چھ لکھی ہے...... (۱) جب وہ حج کیلئے آئے...... تو اللہ کے پیغمبر نے ان سے مکۃ المکرمہ میں عقبہ کے مقام پر ایک ملاقات فرمائی...... اسلام کی تاریخ میں اس بیعت کو عقبہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

بیعت عقبہ کے بعد اہل مدینہ پر اثر:

اس موقع پر حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر ان چھ آدمیوں نے کلمہ پڑھا...... ان لوگوں نے مدینہ طیبہ میں جا کر اللہ کے پیغمبر کے دین کی دعوت اہل مدینہ کو دی...... اور بتایا کہ ہم مکہ میں ایک عظیم المرتبت ہستی سے مل کر آئے ہیں...... اور وہ شخص یقیناً ایسی تعلیمات دیتا ہے...... جس پیغمبر کا انتظار ہماری آسمانی کتابوں میں موجود ہے۔

---

(۱) یہ ایمان لانے والے قبیلہ خزرج کے چھ آدمی تھے جن کے اسماء گرامی یہ ہیں (۱) حضرت اسعد بن زرارہ (۲) حضرت عوف بن الحارث (۳) حضرت رافع بن مالک بن عجلان (٤) حضرت قطبۃ بن عامر (٥) حضرت عقبہ بن عامر (٦) حضرت جابر بن عبداللہ بن رباب بعض نے ان کی جگہ مشہور صحابی جابر بن عبداللہ بن حرام لکھا ہے (زرقانی ص ۳۱۱ ج ۱: ابن ہشام ص ۱۵۰ ج ۱: البدایہ ص ۱٤۸ ج ۳: فتح الباری باب وفود انصار)

ہمارے بڑے آباء و اجداد ہمیں اس کی آمد کی بشارتیں دیتے چلے آرہے ہیں......اس پیغمبر کی تعلیمات ہمیں یہ سبق سکھاتی ہیں......کہ اللہ کو وحدہ لاشریک مانا جائے......اچھی باتوں پر عمل کیا جائے...... برے کاموں سے روکا جائے......اللہ تبارک وتعالیٰ کا ایک قانون ہے......دعوت وتبلیغ کے طریقہ میں اللہ کی مدد کا ایک خاص طریقہ یہ ہے......کہ جب ایک جگہ محنت کی جاتی ہے......تو اس کے اثرات دوسری جگہ مرتب ہوتے ہیں......

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے مکی زندگی میں محنت فرمائی......نتیجتاً اس کے اثرات مدینہ پر اتنے مرتب ہوئے......کہ پہلے سال چھ آدمی مسلمان ہوئے......تو دوسرے سال بارہ آدمیوں کا قافلہ مسلمان ہوا۔(۱)

ہجرت کی دعوت:

بعض علماء نے لکھا ہے......کہ اٹھارہ آدمیوں کا قافلہ آیا......ان لوگوں نے آکر حضور ﷺ کا کلمہ پڑھا......اورانہوں نے حضوراکرم ﷺ کو دعوت دی......کہ آپ ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں ......مکہ میں آپ کو پریشانی ہے......تو مدینے میں آپ کو یقیناً سہولت ہوگی......وہاں آپ کے عقیدت مند آپ کے چاہنے والے آپ کی آمد کا تذکرہ کرنے والے آسمانی کتابوں میں پڑھ کر انتظار کرنے والے ہزاروں دیوانے موجود ہیں......جو کہ آپ کا چہرہ دیکھ کر یقیناً آپ پر کلمہ پڑھیں گے مسلمان ہو جائیں گے۔

صحابہ کرام کو ہجرت کا حکم:

رحمت اللعٰلمین نے اپنے صحابہ میں سے کچھ دوستوں کو اجازت عنایت فرمادی۔

---

(۱) پانچ سابقہ سال والے اور سات نئے۔ وہ سات یہ ہیں (۱) حضرت معاذ بن الحارث (۲) حضرت ذکوان بن عبد قیس (۳) حضرت عبادۃ بن الصامت (٤) حضرت یزید بن ثعلبہ (٥) حضرت عباس بن عبادہ (٦) ابو الھیثم مالک تیہان (۷) عویم بن ساعدۃ زرقانی ص ۳۱۳ ج ۱

کہ تم لوگ مکہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کر کے چلے جاؤ...... اور انتظار کرو...... کہ میں بھی مدینہ آجاؤں گا...... پیغمبر خود اس لئے نہیں جاتے...... کہ اللہ کے حکم کا انتظار تھا...... کہ جو نبی اپنی مرضی اور منشاء کے بغیر اپنی زبان سے گفتگو نہیں کرتا...... وہ پیغمبر ﷺ اللہ کی مرضی کے بغیر مکہ کو چھوڑ کر مدینے کیسے چلا جائے...... اس لئے رحمت اللعٰلمین اس انتظار میں رہے۔

مشرکین مکہ کیلئے پریشانی:

اور دوسری طرف مشرکین مکہ کی پریشانیوں میں ایک اور اضافہ ہوا...... کہ ہم تو سوچتے تھے...... کہ محمد ﷺ کی دعوت اور تبلیغ مکہ کی زندگی تک محدود رہے...... اب تو یہ باہر کے علاقوں میں اپنا اثر و رسوخ پیدا کر رہے ہیں...... مدینہ کے لوگ آ کر اسلام قبول کر رہے ہیں...... اس کا نعرہ یہ ہے...... کہ مدینہ کے قرب و جوار کے لوگ بھی اس پیغمبر کا کلمہ پڑھیں گے...... اور اس کے زیر اثر آجائیں گے...... تو یہ اس شخص کی تحریک آہستہ آہستہ بڑھتی بہت دور تک چلی جائے گی...... بہت ہی جلد اس راستہ کو روکنا چاہئے۔

مشرکین مکہ کی اسلام کے خلاف پہلی سازش:

اس پریشانی کے عالم میں مشرکین مکہ نے ایک میٹنگ طے کی...... وہاں پر ایک مقام تھا...... جس کو دارالندوہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے...... اس مکان کو اس دور کے مشرکوں نے رحمت اللعٰلمین کی تشریف آوری سے قبل اہل مکہ کیلئے وقف کیا تھا...... کہ اس مکان میں تم لوگ شوریٰ کا اجلاس بلایا کرو...... یہاں پر بیٹھ کر اپنے فیصلے کیا کرو...... باقی تمام امور شادی بیاہ کے معاملات اس جگہ پر بیٹھ کر کیا کرو۔

چنانچہ اس دارالندوہ میں بہت بڑی میٹنگ بلائی گئی...... جس میں قریش کے تمام سرداروں کو جمع کیا گیا...... تمام وڈیروں کو جمع کیا گیا...... عرب کے وہ تمام قبائل جن کا تعلق مکہ المکرمہ کی سرزمین سے تھا...... تمام لوگوں کو جمع کر کے اس تحریک کو دبانے کا

پروگرام طے کیا گیا...... کہ رحمت للعلمین کی دعوت کیسے روکی جائے...... اللہ کے رسول ﷺ کی تبلیغ کیسے روکی جائے...... اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت کس طریقے سے ٹھنڈی ہوگی ...... صرف اس پروگرام کو طے کرنے کیلئے ایک جامع قسم کی میٹنگ بلائی گئی۔

مشرکین مکہ کے اجلاس کے شرکاء اور تجاویز:

سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں واشگاف یہ الفاظ ملتے ہیں...... کہ اس میٹنگ میں آنے والوں میں شیطان ایک بڑھے شیخ کی شکل میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہے ...... اور اس سے لوگوں نے پوچھا ...... کہ تم کون ہو...... اس نے کہا میں نجد کا ایک شیخ ہوں...... میں مکہ آیا ...... تو مجھے معلوم ہوا ......(۱) کہ آپ لوگوں کا ایک اجلاس ہو رہا ہے...... میں تمہارے مشورے بھی سننا چاہتا ہوں...... اور تمہاری تجویزوں کے مطابق تمہیں اپنی رائے سے بھی آگاہ کرنا چاہتا ہوں...... لہٰذا مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کرلو...... شیطان بھی اس میٹنگ میں ان کے ساتھ شریک ہوا...... ابوجہل بھی اس میٹنگ میں موجود تھا ...... اور بڑے بڑے سردار بھی اس میٹنگ میں موجود تھے...... اجلاس میں طے ہوا...... کہ کیا کرنا چاہئے...... مختلف قسم کی رائے سامنے آئیں۔

مشرکین مکہ کی پہلی تجویز:

کسی نے کہا کہ محمد ﷺ کو معاذ اللہ جلاوطن کردیا جائے...... تاکہ مکہ میں نہ رہے ...... اور کسی اور شہر میں بھیج دیا جائے...... تو جواب دیتے ہوئے...... ابوجہل نے کہا...... بات تو تمہاری درست ہے...... لیکن سوال یہ ہے...... کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان میں چاشنی گفتار کی مٹھاس پیغمبر کی زبان کی شیریں اس قدر ہے۔

---

(۱) طبقات ابن سعد ص ۱۵۲ ج ۱: عیون الاثر ص ۱۷۷ ج ۱

کہ یہ دشمن سے بھی گفتگو کرے......تو اسے بھی اپنا گرویدہ کر لیتا ہے......اپنے تو اپنے ہیں بیگانے بھی اس کے اپنے بن جاتے ہیں ......اگر یہ مکہ چھوڑ کر کسی اور شہر میں گیا......تو وہاں جا کر جب یہ دعوت دے گا......تو دنیا اس کی گرویدہ ہونا شروع ہو جائے گی ......یہ کوئی ترتیب نہیں......کہ اسے اپنے شہر سے نکال دیا جائے......اگر آپ نے اسے باہر کسی شہر میں بھیجا......وہاں اس نے اپنی تحریک چلائی......تو اثرات پھر یہاں پر مرتب ہونا شروع ہو جائیں گے......ہمارے لوگ پھر پھنسنا شروع ہو جائیں گے......یہ تحریک کا انداز اچھا نہیں......اس میں تبدیلی کرو......کوئی اور حربہ تجویز کیا جائے۔

مشرکین مکہ کی دوسری تجویز:

ایک تجویز یہ بھی پیش کی گئی......کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو معاذ اللہ قید و بند کی صعوبتوں میں ڈال دیا جائے......جیل میں ڈال دیا جائے ......ابو جہل تجویز کو رد کرتے ہوئے......کہا یہ بات بھی قابل قبول نہیں......اس لئے کہ تین سال تک شعب ابی طالب کی قید میں ہم محمد رسول اللہ کو دیکھ چکے ہیں ......کہ اس پر جتنی بھی سختیاں آئی ہیں......جتنی مشکلات آئی ہیں ......جتنا اس کو قید میں ڈالا گیا ہے...... جتنا اس کی طاقت کو دبانے کی کوشش کی گئی ہے......اس کی قوت اتنی ابھری ہے......استقامت اتنی ابھری ہے...... جذبات اتنا زیادہ ہوئے ہیں...... استقلال اور استقامت میں اضافہ ہوا ہے......کمی نہیں ہوئی۔

مشرکین مکہ کی تیسری تجویز:

لہذا اس تحریک کو اس انداز میں نہیں دبایا جا سکتا......کہ ہم یہ کہیں......کہ اس کو جیل میں ڈال دیا جائے......پھر جب کسی کو جیل میں ڈالا جاتا ہے......تو ہمیں کھانا دینا پڑیگا ......پانی پہنچانا پڑے گا......اس کے کپڑے پہنچانے پڑیں گے...... جو شخص محمد ﷺ کو ملنے

ئے گا...... اگر پیغمبر ﷺ نے اس شخص کو اتنا کہہ دیا...... قُلْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تو آدمی اس کا اتنا گرویدہ ہو جائے گا...... اس کی زبان سے اتنا متاثر ہو جائے گا...... کہ کلمہ پڑھے بغیر اس کا گزارہ نہیں ہوگا...... لہذا یہ بات بھی قابل قبول نہیں...... نہ اس کو جیل میں ڈالا جائے...... اور نہ ہی اسے ملک بدر کیا جائے۔

پیغمبر اسلام کے قتل کا منصوبہ:

ابوجہل نے کہا اگر تم تجویز قبول کرتے ہو تو میری ایک تجویز ہے...... اس تجویز کو سنو...... وہ یہ ہے کہ محمد ﷺ کو معاذ اللہ قتل کر دیا جائے...... نہ یہ محمد ﷺ رہے گا...... نہ یہ تحریک چلے گی...... (۱) پھر اس پر ایک سوال اٹھا...... کہ اگر اس کو قتل کر دیا گیا...... تو عبد مناف قبیلے کے لوگ بنو قریش بنو ہاشم بنو عبدالمطلب محمد رسول اللہ ﷺ کے گھرانے والے کب ہمیں معاف کریں گے...... اس کے انتقال اس کی موت اس کے قتل کے بعد کیا اس کا انتقام نہیں لیں گے...... یقیناً جذبات ابھریں گے...... قبیلوں میں لڑائی پیدا ہو جائیگی...... یہ انتہائی ہمارے لئے سنگین مسئلہ ہوگا...... اس بڈھے شیخ نجدی نے جو کہتا تھا...... میں نجد سے آیا ہوں...... حقیقتاً وہ شیطان تھا...... اس نے ایک تجویز پیش کی...... کہ تجویز تو ابوجہل کی معقول ہے...... کہ معاذ اللہ محمد ﷺ کو قتل کر دیا جائے...... لیکن اس کے قتل کا آسان طریقہ یہ ہے...... کہ ہر قبیلے کا ایک سردار منتخب کرو...... ہر قبیلے سے ایک نوجوان منتخب کرو...... ان تمام نوجوانوں کی ایک میٹنگ بھی کرو...... اور وہ سب بیٹھ کر یہ طے کریں۔

---

(۱) اس مشورہ میں یہ سرداران شریک تھے (۱) عتبہ بن ربیعہ (۲) شیبہ بن ربیعہ (۳) ابو سفیان بن حرب (۴) طعیمۃ بن عدی (۵) جبیر بن مطعم (۶) حارث بن عامر (۷) نضر بن حارث (۸) ابوالبختری بن ہشام (۹) زمعۃ بن الاسود (۱۰) حکیم بن حزام (۱۱) ابو جہل بن ہشام (۱۲) نبیہ اور پسران حجاج (۱۳) امیہ بن خلف وغیرہ اور ابلیس ملعون سیرت مصطفی ص ۱۲۳،۵۷،۳۵۶: رحمۃ اللعالمین ص ۱۲۶،۱۲۵ ج ۱

ایک رات ہو...... ایک وقت ہو...... رات بھی متعین کردی جائے ...... وقت بھی متعین کر دیا جائے...... یہ تمام قبیلے کے سردار وہاں پر جمع ہوں...... اور یہ سارے کے سارے اکٹھے ہوکر ایک ساتھ محمد رسول ﷺ پر حملہ کریں...... جب حملہ کریں گے...... پیغمبر ﷺ کو اکٹھے ہوکر قتل کریں گے...... تو یقیناً قصاص کا بدلہ نہیں لیا جائے گا...... قتل نہیں کیا جائے گا...... پھر دیعت تم پر واجب ہوجائے گی...... تو اتنی قبیلوں کے لوگ اتنی قوموں کے سردار اتنے وڈیرے مل کر کیا تم محمد رسول اللہ ایک شخص کی دیعت ادا نہیں کرسکتے...... یہ آسان مسئلہ ہوگا اس لئے سب کو جمع کرو...... اور قتل کے منصوبے کو کامیاب بناؤ۔

چنانچہ اس شیطان کے اس منصوبے کے مطابق ان لوگوں نے پھر میٹنگ بلائی...... اور اس میں ایک بات طے اور تجویز کی گئی...... کہ فلاں دن فلاں تاریخ فلاں رات فلاں وقت تمام کے تمام لوگ اس کے مکان کا محاصرہ کریں...... اس کے مکان کے اردگرد کھڑے ہوجائیں...... محمد رسول اللہ ﷺ کو گھر باہر نہ نکلنے دیں...... جب فلاں وقت آئے...... باری باری ایک آدمی اندر کو جائے...... اور جاکر محمد رسول اللہ پر قاتلانہ حملہ کرے...... اور پیغمبر ﷺ کو ختم کردیا جائے۔

ہجرت کا حکم اور پیغمبر اسلام صدیق اکبر کے دروازے پر :

جب اس تجویز کو طے کیا گیا...... اس تجویز کو طے کرنے کے بعد آقا نامدار ﷺ کو اس کا علم نہ تھا...... بذریعہ وحی اللہ کا حکم آیا...... کہ اے محبوب آپ کا دشمن اب اس انداز میں آچکا ہے...... کہ وہ آپ کے قتل کے در پے ہے...... وہ آپ کے قتل کی تجویز طے کرچکا ہے...... وہ آپ کو شہید کرنا چاہتے ہیں ...... محبوب اب آپ کو مکہ میں رہنے کی اجازت نہیں...... اب وہ وقت آیا ہے...... کہ ہجرت کیجئے...... مدینہ طیبہ تشریف لے جائیں ...... اور آج کی رات سفر کرنا ہے...... اللہ کی طرف سے متعین کردیا گیا...... آج رات کے

وقت آپ نے سفر کرنا ہے۔(۱)

محبوب ﷺ کے دروازہ کھٹکھٹانے کا انداز:

حضور اٹھے اور ابوبکر کے دروازے پہ جا کر دستک دی...... دستک کی آواز سے صدیق اکبر نے محسوس کیا...... کہ یہ دروازے کی دستک کا انداز بتاتا ہے ...... کہ آج دروازے پہ محمد رسول اللہ تشریف لائے ہیں...... رازدان نبوت صدیق اس مقام کے تھے...... انداز محسوس ہوا...... کہ محبوب کے دروازہ کھٹکھٹانے کا انداز ہے...... اٹھ کر باہر گئے ...... رسول اللہ سے ملاقات ہوئی ...... حضور ﷺ کو اندر لے کر آئے ...... دوپہر کا وقت اور دھوپ تھی...... حضرت عائشہ کہتی ہیں...... کہ میرے والد نے حضور ﷺ کو چارپائی پر بٹھایا......(۲) بی بی سیدہ عائشہ اور سیدہ اسماء بنت ابی بکر کہتی ہیں ...... کہ ہم نیچے زمین پر بیٹھ گئے ...... میرے والد ابوبکر آقاء نامدار ﷺ کے قدموں میں بیٹھ گئے ...... اور حضور اکرم ﷺ کی خیریت دریافت کی...... تو اللہ کے نبی نے فرمایا...... صدیق آج اللہ کی طرف سے ہجرت کا آرڈر آیا ہے...... اور مجھے اس ہجرت کے آرڈر میں حکم دیا گیا ہے...... کہ میں رات مکہ چھوڑ دوں...... مدینہ کا سفر کروں۔

بے ساختہ محبت سے آنکھوں میں آنسوں:

تو اس پر صدیق اکبر نے فوراً سوال کیا...... کہ اللہ کے حبیب میرے لئے کیا حکم ہے...... فرمایا میرے رب نے میری رفاقت کیلئے ابوبکر تیرا انتخاب کیا ہے......(۳) شاید اللہ جدائی برداشت نہیں کرتا...... منشاء خداوندی یہی ہے...... جہاں پر نبی ہو۔

---

(۱) فتح الباری ص۱۷۷ ج۷ :زرقانی ص ۳۲٤ ج۱ (۲) سیرت النبی ﷺ شبلی نعمانی ص ۱۷۰ ج۱

(۳) سیرت النبی ﷺ شبلی نعمانی ص ۱۷۰ ج۱ :زرقانی ص۲۲٦ ج۱ :سیرت مصطفی ص ۳۵۸ ج۱

صدیق بھی وہاں پر ساتھ ہونا چاہئے ...... اس لئے ابوبکر تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا ...... اماں صدیقہ کہتی ہے ...... اس دن مجھے مسئلہ سمجھ آیا ...... کہ جب حضور ﷺ نے فرمایا ...... کہ ابوبکر تو نے میرے ساتھ چلنا ہے ...... تو میرے ابو اس قدر خوش ہوئے ...... کہ لبوں سے مسکرائے ...... اور آنکھوں سے آنسو آ گئے ...... اس دن مجھے پتہ چلا ...... کہ دنیا خوشی میں رویا بھی کرتی ہے ...... کہ بعض دفعہ اچانک کوئی ایسی خوشخبری مل جائے ...... آدمی کو تصور بھی نہ ہو ...... بات ذہن میں بھی نہ ہو ...... تخیل بھی نہ ہو ...... آپ اچانک بیٹھے ہیں ...... آپ کے تصور میں بھی نہیں ...... ایک آدمی آ کر آپ کو کہتا ہے ...... مولانا یہ ٹکٹ لیجیے ...... آپ عمرہ پر تشریف لے جائیں ...... خوشی کی انتہاء ہو جائے گی ...... بے ساختہ محبت سے آنکھوں میں آنسوں بھر آتے ہیں ...... کہ میں کیا اس قابل تھا ...... میرا مقدر کیسا کھلا ...... کہ آج میں اللہ کے گھر کی جانب جا رہا ہوں ...... صدیق رو پڑے ...... کہ اللہ اکبر کیسا نصیب جاگا ...... کہ خدا نے نبی کی رفاقت میں میرا انتخاب کر دیا ...... اللہ نے مجھے چنا ہے ...... کہ محمد ﷺ کے ساتھ ابوبکر تو نے جانا ہے ...... اور پھر اس کے بعد حضور نے ایک جملہ کہا ...... حضور ﷺ نے کہا ...... ابوبکر ان بچیوں کو ہٹا ...... میں تجھ سے تنہائی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق کا جوابی جملہ:

حضرت ابوبکر صدیق کہتے ہیں ...... میں نے نبی ﷺ کو ایک جملہ کہا ...... اللہ کے محبوب ...... اَھْلِیْ اَھْلُکَ ...... اے اللہ کے محبوب ﷺ یہ خاندان میرا نہیں ...... محمد ﷺ یہ گھرانہ تیرا ہے ...... جو بات میرے سینے میں راز رہے گی ...... وہ بات ان بچیوں کے سینے میں بھی راز رہے گی ...... جیسے صدیق راز دان ہے ...... ویسے صدیق کا سارا خاندان بھی راز دان ہے ...... نہ گھبرائیے!

سیدہ عائشہ کہتی ہے ...... حضور ﷺ اٹھ کر جانے لگے ...... تو میرے باپ نے

پوچھا...... آقا کیا حکم ہے...... میں کس وقت حاضر ہوں ...... میں کس وقت آپ کے دروازے پر آؤں...... میرے لئے کیا حکم ہے...... فرمایا صدیق جیسے اب رب کی منشاء سے آیا تو گھر رہنا...... کسی وقت بھی میں تیرے دروازے پہ آ کے خود دروازہ کھٹکھٹاؤں گا...... پوری کائنات نبوت کے دروازے پہ آئے...... آج پیغمبر تو جا کر صدیق کا دروازہ کھٹکھٹا۔

ہجرت کیلئے سواریاں اور علی کیلئے حکم:

حضرت ابوبکر صدیق فرماتے ہیں...... میں انتظار میں تھا...... اور چار ماہ قبل جو اونٹنیاں میں نے تیار کر رکھی تھیں...... صرف اس غرض کیلئے کہ ایک وقت آئے گا...... میں پیغمبر ﷺ کی رفاقت میں سفر کروں گا...... اور شاید آقا کے ساتھ اللہ نے میرا انتخاب کر دیا ہے...... تو یقیناً یہ میں خدمت میں پیش کروں گا...... تیاری پہلے سے موجود تھی...... ہجرت کے وقت پیغمبر ﷺ نے جناب سیدنا علی ابن ابی طالب کو بلوایا...... اور حیدر کرار کو بلوا کر فرمایا...... کہ اے علی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مجھے حکم ہے......(۱) میں سفر کرنا چاہتا ہوں...... میں مدینہ طیبہ جا رہا ہوں...... فلاں تاریخ تک مدینہ سے تین چار میل کے فاصلے پر قباء کے مقام پر میں تمہارا انتظار کروں گا...... جب تک حیدر تو مجھ سے آ کر نہیں ملے گا...... میں اس وقت تک مدینہ شہر میں نہیں داخل ہوں گا...... لہٰذا تو میرے پاس وہاں پہنچنا...... یہ قوم کی امانتیں ہیں...... جو ان لوگوں نے میرے سپرد کی تھیں...... آج ان قریشیوں کی امانتیں میرے پاس تھیں۔

نبی ﷺ کی صداقت پر کافر کو بھی اتنا پختہ اعتماد:

اللہ کی طرف سے اچانک آرڈر ہوا ہے...... کہ آج رات میں سفر کروں۔

---

(۱) سیرت مصطفی ص ۳۶۰ ج ۱ سیرت النبی ﷺ ص ۱۷۰ ج ۱

اب یہ امانتیں میں تیرے سپرد کرتا ہوں...... یہ فلاں قریشی کی امانت ہے اس کو دے دینا ...... یہ فلاں ہاشمی کی امانت ہے...... یہ فلاں مشرک کی امانت ہے...... یہ فلاں شخص کی امانت ہے۔

مسلمانو کبھی اس بات پر بھی غور کیجئے...... نبوت کے جانی دشمن ہیں...... جان کے درپے ہیں...... قتل کے ارادے کئے ہوئے ہیں...... قتل کے منصوبے بنائے ہوئے ہیں ...... قتل کرنے کے منصوبے بنانے کے باوجود اتنی بڑی دشمنی کے باوجود پیغمبر ﷺ کی دیانت پر نبی ﷺ کی شرافت پر پیغمبر ﷺ کی امانت پر نبی ﷺ کی صداقت پر کافر کو بھی اتنا پختہ اعتماد ہے...... کہ کافر اپنی امانتیں اپنے باپ دادا کے پاس نہیں رکھتے...... ساری امانتیں جمع کر کے محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس رکھتے ہیں...... آج ہم اس پیغمبر ﷺ کے امتی کہلاتے ہیں...... کہ جس کے پاس کبھی کوئی چیز بطور امانت رکھنا...... کوئی آدمی بھی برداشت نہیں کرتا...... اور امانت آئے...... تو ناممکن ہے...... کہ وہ امانت محفوظ رہ جائے...... حضرت علی ابن ابی طالب کو حضور ﷺ نے اپنے بستر پر سلا دیا۔

پیغمبر اسلام کی روانگی:

کتابوں میں لکھا ہے...... کہ حضور ﷺ کو حکم ہوا...... کہ اے محبوب جب رات کو آپ اٹھیں...... تو سورہ یسین کی تلاوت کیجئے...... (۱) فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ...... تک رحمت اللعلمین نے تلاوت کی...... اپنے بستر سے اٹھے...... اور حیدر کرار کو وہاں پر سلا دیا...... اور سلا کر پیغمبر نے جو اپنی سبز رنگ کی چادر تھی...... وہ حضور ﷺ نے علی پر ڈال دی...... علی تو بستر پر لیٹ اور میٹھی نیند کر...... جب تک تو میرے پاس نہیں آئے گا...... تو میں مدینہ نہیں جاؤں گا...... حضرت علی کہتے ہیں...... کہ پہلے تو مجھے خدشہ ہوا۔

---

(۱) صعود الاثر ص ۱۷۹ ج ۱

کہ میں پیغمبر کے بستر پر سو رہا ہوں۔۔۔۔دشمنوں نے قتل کا منصوبہ بنایا ہوا ہے۔۔۔۔شاید میں قتل ہو جاؤں۔۔۔۔لیکن جب حضور ﷺ نے فرمایا۔۔۔۔علی جب تو مجھ سے ملے گا۔۔۔۔تب میں مدینہ جاؤں گا۔۔۔۔تو مجھے یقین ہو گیا۔۔۔۔کہ دشمن میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔۔۔۔جب تک میں محمد ﷺ سے نہیں ملتا۔۔۔۔اس وقت تک مجھے موت نہیں آئے گی۔۔۔۔اس لئے کہ نبی کی زبان سے نکلے ہوئے جملے کبھی غلط نہیں ہوا کرتے۔۔۔۔زمین و آسمان کا نظام بدل سکتا ہے۔۔۔۔لیکن پیغمبر ﷺ کی زبان کا جملہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔

بوقت روانگی پیغمبر کے الفاظ:

سیدنا علی کہتے ہیں کہ میں سو گیا۔۔۔۔رحمت للعٰلمین روانہ ہوئے۔۔۔۔اللہ کے پیغمبر نے یوں مٹی کی ایک مٹھی بھری۔۔۔۔اور اٹھا کر جب آقا دروازے کی طرف تشریف لائے۔۔۔۔آپ نے یوں کر کے مشرکین کی طرف پھینکتے ہوئے۔۔۔۔تین مرتبہ یہ جملے کہے۔۔۔۔شاہت الوجوہ۔۔۔۔شاہت الوجوہ۔۔۔۔شاہت الوجوہ۔۔۔۔اللہ ان کے چہرے اندھے کر دے۔۔۔۔ان کے چہرے سیاہ کر دے۔۔۔۔اللہ ان کی آنکھیں نابینا کر دے۔۔۔۔یہ محمد کو نہ دیکھ سکیں۔۔۔۔ایسا محسوس ہوا۔۔۔۔جیسے آندھی اڑی ہو۔۔۔۔اور ان کے منہ پہ اور چہرے پہ اور آنکھوں میں مٹی پڑ گئی ہو۔

پیغمبر اسلام کو قتل کرنے کی کوشش:

پیغمبر ﷺ اس راستے سے نکل کر چلے گئے۔۔۔۔اور وہ لوگ اس تاک میں کھڑے ہیں۔۔۔۔کہ ابھی محمد شاید باہر نکلے۔۔۔۔باہر نہ نکلے۔۔۔۔تو پھر ہم اندر جا کر حملہ کریں گے۔۔۔۔اور اس وقت تک وہاں تنہا کھڑے رہے۔۔۔۔اور انتظار میں دیکھتے تکتے رہے۔۔۔۔محبوب نکل کر ابوبکر کے دروازے پر تشریف لے گئے۔

حضرت علی سے سوال و جواب:

اور جب کافی وقت گزر گیا.....تو ان لوگوں نے سوچا..... حضور ﷺ باہر تو نہیں نکلے.....اب کسی کو اندر بھیجا جائے.....اندر ایک شخص کودتا ہے..... دیوار پھاند کر اندر جاتا ہے..... جا کر بستر پر دیکھتا ہے.....تو ایک شخص سویا ہوا ہے..... لیکن بڑا فرق ہے..... حضور ﷺ بڑے قد آور انسان تھے.....اور حیدر کرار کا قد چھوٹا تھا..... محبوب کا جسم عام معمول کے مطابق تھا.....رحمت اللعلمین بڑی کھڑی ہوئی جان کے مالک تھے..... حضرت حیدر کرار لطیف اور نحیف جان کے مالک تھے.....تو دیکھ کر اس نے محسوس کیا..... کہ رحمت اللعلمین تو نہیں سو رہے..... یہ کوئی اور شخص ہے..... چہرے سے کپڑا ہٹایا..... حیدر کرار محو خواب تھے.....میٹھی نیند کر رہے تھے..... حضرت علی کو اٹھایا گیا.....اور حضرت علی سے اس نے پوچھا.....علی تم یہاں پر ہو.....اور محمد ﷺ کہاں ہے..... یہ ایک عجیب سوال تھا..... جو اس وقت سیدنا علی ابن ابی طالب سے کیا گیا.....اب اس سوال کا جواب حیدر کرار اس وقت کیا دیتے۔

توجہ اس پر کریں..... بتاؤ رسول اللہ ﷺ کہاں چلے گئے ہیں.....اگر علی ابن ابی طالب بات بتا دیتے ہیں.....تو راز فاش ہو جاتا ہے.....اور نہیں بتاتے.....تو دنیا کہے گی علی نے جھوٹ بول دیا.....(معاذ اللہ) دنیا کہے گی..... علی نے تقیہ کر لیا تھا..... دنیا کہے گی..... حیدر کرار بزدل بن گیا تھا..... حیدر نے جو جملے کہے.....میں نوجوانوں سے کہتا ہوں.....خاص طور پر انہیں یاد کیجئے.....مشرک پوچھتا ہے..... محمد ﷺ کہاں ہے..... حضرت علی فرماتے ہیں..... حضور ﷺ تو چلے گئے.....کیا فرمایا چلے گئے.....دشمن نے دوبارہ کہا..... کہاں چلے گئے.....اب یہ سوال اور عجیب تھا..... یقیناً بتانا پڑے گا..... کہ پیغمبر کہاں چلے گئے..... حضور ﷺ کہاں چلے گئے..... حضرت علی نے فرمایا جہاں جانا تھا.....اب اور حیرت

کن سوال تھا......ابھی ان کا مسئلہ حل نہیں ہوا تھا...... ان کے لئے راز اب بھی فاش نہیں ہوا......پھر انہوں نے پوچھا......کہاں جانا تھا......حضرت علی نے فرمایا جہاں گئے ہیں ......کہاں گئے...... چلے گئے...... یہ ایک عجیب بات ہے......کہاں چلے گئے...... جہاں جانا تھا......کہاں جانا تھا...... حضرت علی نے فرمایا...... جہاں گئے ہیں...... کیا فرمایا...... کہ جہاں گئے ہیں......اب یہ اس انداز کے سوال و جواب تھے......اب یہ حضرت علی کی حاضر جوابی میں سے ہیں......مختلف ان کے ملفوظات اور واقعات ہیں......ان میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے......اس قدر فی البدیہہ جواب دیا......کہ وہ حیرت میں رہ گئے......اور ان کے ذہن میں وہ بات نہ رہی......کہ ہمارا منصوبہ کیا ہے۔

حملہ آور کی ابوجہل سے ملاقات:

اب وہ لوگ باہر نکلے......تو ابوجہل نے کہا کیا بنا......تو انہوں نے کہا بنا تو کچھ بھی نہیں......اندر محمد تو نہیں تھے......حیدر سویا ہوا ہے......علی بچہ سو رہا تھا......ہم نے تو بچہ کو کچھ نہیں کہا......کہا اس سے پوچھ لیتے کہا پوچھا ہے...... اس کے تو جواب بھی انوکھے تھے......ہم حیرت میں واپس آ گئے ہیں......اب بتایئے ہم کہاں جائیں۔

پیغمبر اسلام ﷺ کے ازلی وابدی دشمن کا نظریہ:

وہ ابوجہل پیغمبر ﷺ کا ازلی وابدی دشمن نبی ﷺ کا بدترین دشمن مصطفیٰ کی امت کا فرعون لیکن اس فرعون کو بھی یہ یقین تھا......کہ نبی ﷺ اور صدیق کی دوستی اتنی مظبوط ہے......اتنی گہری ہے......اتنی پکی ہے......کہ اگر علی کو پتہ نہیں......کہ محمد ﷺ کہاں گئے ہیں ......علی نے نہیں بتایا......محمد ﷺ کہاں پر گئے ہیں......اس راز کا پتہ کرنا چاہتے ہو......کہ نبی اب کس جگہ پر ہوں گے......تو تمہیں اور کسی جگہ پر نہیں ملیں گے......محمد ﷺ کو تلاش کرنا چاہتے ہو......تو صدیق کے دروازے پر چلو......دشمن کو یقین تھا......کہ محمد ﷺ ابوبکر کے گھر

پر ہی ملیں گے……رسول اللہ کو تلاش کرنے کیلئے ابو بکر کے دو دروازے پر چلو……اب یہ لوگ وہاں پر آئے……اور اللہ کے پیغمبر ﷺ وہاں سے پہلے ہی روانہ ہو چکے تھے۔

ہجرت کیلئے ساز و سامان:

حضرت سیدہ اسماء بنت ابی بکر صدیق اکبر کی بچی نے رات کو سامان سفر باندھا……سامان تیار کیا بوری باندھنے کے لئے کوئی چیز نہ ملی……اپنے سر کے دوپٹے کے دو ٹکڑے کئے……پیغمبر ﷺ نے اس وقت ایک جملہ فرمایا……ذات النطاقین دو کمر بندوں والی عورت کہ اس کی کمر بند کا ایک کپڑا تھا……(۱) اور وہ کمر میں اس کو باندھ کے کس کے مجاہدے کے ساتھ کام کرتی تھی……سیدہ نے وہ کھولا……اس کے دو ٹکڑے کئے……ایک کے ساتھ سامان باندھا……دوسرے کو اپنی کمر میں باندھ لیا۔

اسماء بنت ابو بکر اور خدمت رسول:

اور بعض علماء نے لکھا ہے……کہ دو حصوں میں سامان تھا……کیونکہ دو اونٹیاں تھیں……علیحدہ علیحدہ رکھنا تھا……سفر لمبا تھا……تو دونوں ٹکڑے اس نے باندھ دیئے…… پیغمبر ﷺ کی زبان سے جملہ نکلا……ذات النطاقین یہ دو کمر بندوں والی ہے……تو ذات النطاقین سیدہ اسماء بنت ابی بکر انہوں نے سامان باندھا……اور حضور ﷺ کو روانہ کر دیا۔

سفر ہجرت میں رہبر:

ادھر ابو جہل پہنچ گیا……حضرت صدیق نے ایک غلام عبداللہ ابن اریقط ایک شخص تھا……جو کہ کافر و مشرک تھا……لیکن اس کو اپنا شریک سفر بنایا……رفیق سفر بنایا……اس سے طے کیا……کہ ہم مدینہ کے اس راستے سے جائیں گے……جو غیر آباد ہے

---

(۱) طبقات ابن سعد ص ۱۵۴ ج ۱ صحیح بخاری باب الهجرت ص ۵۵۵ ج ۱
سیرت النبی ﷺ شبلی نعمانی ص ۱۷۰ ج ۱

تو تم ہماری اس راستے کی رہبری کرنا......(۱) اس راستے سے ہمیں لے کر جانا......تو دو راستے تھے......جو قدیمی راستہ ہے......اس راستے سے نہیں......اسلئے کہ ادھر مشرکوں کا اندیشہ ہے......وہ لوگ اس راستے سے ہمارا پیچھا نہ کرلیں۔

رہبر کی اجرت اور وفاداری:

چنانچہ مزدوری اس شخص سے طے ہوئی......پیسے اس شخص نے لئے تھے......وہ مشرک اور کافر تھا......لیکن کافر ہونے کے باوجود اس نے راز داری سے کام سرانجام دیا ......جب کوئی شخص اس سے پوچھتا......کہاں ہیں......محمد ﷺ یا ابوبکر! وہ شخص کہہ دیتا ہمیں معلوم نہیں ......میں نہیں جانتا......یا میں ان کو تلاش کرنے آیا ہوں......جیسے تم تلاش کررہے ہو......ویسے میں بھی تلاش کررہا ہوں......مجھے وہ لوگ نہیں ملے......اس انداز میں وہ شخص ٹالتا رہا......چنانچہ اس شخص نے بڑی وفاداری کا ثبوت دیا......جہاں ان لوگوں سے اس نے وفاداری کی......تو حضرت ابوبکر صدیق نے ایک ہزار درہم اس سفر کیلئے اس شخص سے طے کیا تھا......جتنا اثاثہ گھر میں موجود تھا......ساری نقدی اٹھا کر ایک تھیلی میں بند کر کے اسے ساتھ لیا......نہ جانے کس وقت کتنی رقم کی ضرورت پڑ جائے۔

اسماء بنت ابوبکر کا اپنے دادا کو جواب:

ابو قحافہ ابوبکر کے بوڑھے والد ضعیف العمر جن کی آنکھوں کی بینائی اس وقت ختم ہوگئی تھی......دوسرے دن اسماء بنت ابی بکر سے پوچھا......کہ تیرا ابا ابوبکر تو اپنے یار کی یاری نبھانے کیلئے اپنے یار محمد ﷺ کے ساتھ چلا گیا......ہمارے لئے بھی کچھ چھوڑ گیا......ہمارا گزارہ کیسے ہوگا......بچی تڑپی نہیں......چیخی نہیں......چلائی نہیں......روئی نہیں......باپ کا شکوہ نہیں کیا۔

---

(۱) بخاری باب الهجرت سیرت النبی ﷺ ص ۱۷۱ ج ۱ (اسکا اسلام لانا معلوم نہیں وفاء الوفاء ص ۱۶۹ ج ۱

کچھ کنکر ایک تھیلی میں بند کر کے دادے کا ہاتھ اس تھیلی پر رکھ کر ایک جملہ کہا...... یوں نہیں کہا ...... کہ اس میں پیسے ہیں ...... ابا جان نہ گھبرایئے...... ہمارے ابو ہمیں لاوارث نہیں چھوڑ گئے ...... جس کے سہارے پہ چھوڑ گئے ہیں ...... اس نے بہت کچھ دے رکھا ہے ...... بچی ہو کر دادے کو اس انداز میں تسلی دلاتی ہے...... ہمارے باپ ایک عظیم سفر کے لئے گئے ہیں ...... آپ نہ گھبرایئے۔

خادمین کی ذمہ داریاں:

سیدہ اسماء بنت ابی بکر فرماتی ہیں ...... حضرت ابو بکر نے اس عبداللہ بن اریکب کو حکم دیا ...... کہ تین دن بعد غار ثور پر اس پہاڑ پر جہاں پر ہمارا قیام ہوگا ...... تم نے وہاں پر پہنچنا ہے ...... غلام حالات کا جائزہ لے کر شام کو رپوٹ پہنچاتا تھا ...... ابو بکر کا بیٹا صبح شام بکریوں کا دودھ نکال کر غار میں پہنچاتا تھا ...... صدیق کی بیٹی اسماء بنت ابی بکر روزانہ کھانا تیار کر کے باپ کو اور پیغمبرﷺ کو کھانا وہاں پہنچاتی تھی۔

اسماء بنت ابی بکر کہتی ہے...... میں نے اپنے ابا سے کہہ دیا تھا...... کہ صبح آپ فکر نہ کرنا کھانا لے کر میں پہنچ جاؤں گی ...... ابھی صبح نہیں ہوئی ...... ابو جہل آتا ہے ...... دروازے پہ دستک دیتا ہے ...... اسماء بنت ابی بکر ابو بکر کی بیٹی ابھی نوعمر بچی تھی ...... یہ نوعمر بچی باہر نکلتی ہے ...... اللہ آپ لوگوں کو مکہ دکھائے ...... آج بھی وہ مقام موجود ہے ...... حرم میں کعبۃ اللہ میں ایک دروازہ موجود ہے ...... جس کا نام باب ابو بکر ہے ...... اس دروازے سے باہر نکلو ...... تو سامنے ایک گلی ہے ...... اس گلی کا نام سوق صدیق ہے ...... اس گلی کے اندر ایک چھوٹی سی مسجد ہے ...... اس مسجد کا نام مسجد ابو بکر ہے ...... وہاں پر ایک دروازہ ہے ...... ایک مکان ہے ...... جو آج کل نئی عمارتوں میں اس مکان کو منہدم کر دیا گیا ہے۔

ہجرت والے مکان کا موجودہ منظر:

پچھلی دفعہ جب میں گیا...... میں نے اس مکان کو دیکھا...... ایک بڑی حویلی اور چاردیواری تھی...... لوہے کا گیٹ لگا ہوا تھا...... اس کے اندر چھوٹی سی مسجد بنی ہوئی تھی...... جس مسجد میں صدیق بیٹھ کر قران کی تلاوت کیا کرتے تھے...... یہ ابوبکر کا مکان تھا...... میں اس راستے سے گزرا...... اور سوق صدیق سے گزرتے ہوئے...... اس دروازے پر جا کے کھڑا ہوا...... میں نے اس دروازے کو دستک دے کر پوچھا تھا...... کہ دروازے آج مکان تو ہے...... مکین کہاں ہے...... یہ دراوازہ پیغمبر ﷺ نے رات کی تنہائی میں اپنے مکان سے آٹھ دس دروازے چھوڑ کر آ کر کھٹکھٹایا تھا...... یہاں سے آ کر صدیق اکبر کو جگایا تھا...... دروازے مجھے اطلاع دو گے...... اب محمد ﷺ کہاں ہیں...... اب ابوبکر کہاں ہیں...... آج مکان موجود تو ہے...... مکین نظر نہیں آتا...... یقیناً دروازہ زبان حال سے کہہ رہا تھا...... کہ دونوں جب یہاں سے روانہ ہوئے وہ مجھ سے تو چلے گئے...... لیکن آپس میں جدا نہیں ہوئے...... وہ دنیا میں بھی اکٹھے رہے...... آج روضے میں بھی اکٹھے ہیں...... کل قیامت کے دن بھی اکٹھے ہوں گے۔

عجیب رفاقت تھی...... عجیب سفر تھا...... تاریخ نے واقعی بڑے عجیب سفر لکھے ہیں...... اور نبوت کی زندگی کے دو سفر جب میں نے واقعہ معراج بیان کیا تھا...... تو میں نے بڑی باتیں اس کی بتائی تھیں...... ایک بات اس وقت بتانا چاہتا ہوں...... وہ آسمانوں کا سفر تھا...... یہ زمین کا سفر ہے...... وہ بلندی کا سفر تھا...... یہ پستی کا تو نہیں ہے...... یہ بھی بلندی ہے...... لیکن یہ زمین کی مسافت کو طے کرنے کا سفر ہے...... ایک ساتھی وہاں پر ایک ساتھی یہاں پر...... وہاں جبرائیل امین یہاں ابوبکر صدیق جہاں جبرائیل چلا براق لے کر آیا...... جہاں صدیق چلا...... اس نے نبوت کو کندھوں پہ اٹھایا...... جہاں جبرائیل چلا

......یہ نبوت کا دروازہ کھٹکھٹانے آیا...... جہاں ابوبکر کی باری آئی......تو یہاں پیغمبر ﷺ دروازہ کھٹکھٹانے آیا...... جہاں پیغمبر ﷺ کی باری آئی...... یہاں پیغمبر ﷺ صدیق کا دروازہ کھٹکھٹانے کے لئے گئے......وہ سفر...... اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا رات کی تنہائی میں ذرا سے حصہ کا سفر تھا...... جب یہ سفر ہوا...... یہ اتنا لمبا سفر ہے......جواب بھی طے نہیں ہوا......اب بھی وہ سفر کی منزلیں نبی اور صدیق ایک ساتھ طے کر رہے ہیں...... جب تک جنت میں قیامت کے پل صراط عبور کر کے جنت ملاء اعلیٰ کے ان بلند مقامات پہ جو اللہ نے نبی اور صدیق کے مقدر میں لکھے ہیں...... جب تک وہاں اکٹھے نہیں پہنچتے...... یہ سفر ختم نہیں ہوگا......وہ ایک عجیب رفیق سفر ہے۔

ستائیس کی رات کی افضیلت:

علماء نے لکھا ہے...... کہ جبرائیل بھی پیغمبر کے اس قرب میں نہیں آسکا...... جو صدیق نے نبی کا قرب حاصل کیا ہے......اس قرب کی نسبت میں جبرائیل سے صدیق بہت آگے ہیں......سیدنا ابوبکر صدیق اللہ کے پیغمبر ﷺ کو لے کر چلتے ہیں......رات کی تنہائی میں چلتے ہیں......صفر المصفر کی ستائیس کی رات تھی......وہ بھی اندھیری......آپ سے ایک اور بات کہتا ہوں...... لیلۃ القدر رمضان کی ستائیس کی رات وہ بھی اندھیری ......اور پیغمبر ﷺ کے لئے رجب کی ستائیس کی رات وہ بھی اندھیری......صدیق کی باری آئی صفر کی ستائیس کی رات یہ بھی اندھیری...... اللہ کا منشاء یہ تھا...... کہ امت کو معراج ملے......تو ستائیس کی رات لیلۃ لقدر کی ہو......نبوت کو معراج ملے......تو رجب کی ستائیس کی رات معراج کی ہو......اور جب ابوبکر کا معراج ہو......تو سفر کی ستائیس کی رات ہو۔

تنہائی کا سفر:

پھر ایک جملہ یاد کیجئے......رات ہو تنہائی ہو......اور رات بھی اندھیری......روشن

رات نہیں..... کہ دوست دوست کو ملنے کیلئے جائے..... تو تنہائی اور علیحدگی چاہتا ہے..... رب کا منشاء بھی یہی تھا..... کہ صدیق محبوب کو تنہا لے کر جا..... اور لکھا ہے..... پہاڑ تک پہنچے..... اب پہاڑ کی بلندی پر چڑھنا تھا..... چھ ہزار فٹ اس پہاڑ کی بلندی ہے..... کہ کم ازکم اس دور میں بھی جو لوگ اس پہاڑ پر چڑھتے ہیں..... تین ساڑھے تین گھنٹے اس پر چڑھتے ہوئے لگ جاتے ہیں..... پھر اس غار تک پہنچتے ہیں..... مکۃ المکرمہ سے جدہ تک ستراسی کلومیٹر کا فاصلہ ہے..... اور سمندر جدہ میں ہے..... مکہ میں نہیں..... اس پہاڑ کی بلندی پر چڑھ جاؤ..... تو وہاں سے جدہ کا سمندر نظر آتا ہے..... اتنی بلند پہاڑ پر جناب ابوبکر صدیق حضور ﷺ کو لے کر گئے ہیں۔

نبوت کے بوجھ کی عظمت:

یہاں ایک اور بات ذہن میں رکھئے..... نبوت کا رعب اور نبوت کا بوجھ اتنا عظیم ہوتا ہے..... کہ دنیا میں کسی کی قوت نہیں..... کہ اسے برداشت کر سکے..... سیدنا علی ابن ابی طالب بتاتے ہیں..... (۱) کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ میری ران پر سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے..... حضور ﷺ پر وحی اتری..... قرآن مجید آیا..... تو اس وقت میری یہ کیفیت تھی..... کہ میری چیخیں نکلنے لگیں..... ایسے معلوم ہوتا تھا..... کہ میرا گھٹنا ٹوٹتا ہے..... میں وحی کے اس بوجھ کو برداشت نہیں کر سکا..... نبوت کا بوجھ کوئی شخص نہیں برداشت کر سکتا..... نبی پوری کائنات کا بوجھ اٹھاتا ہے..... حسن کو کندھوں پر نبوت نے اٹھایا ہے..... حسین کو نبوت نے اٹھایا ہے..... عباس کو نبوت نے اٹھایا ہے۔

تاریخ بتاتی ہے..... ننھے بچوں کو نبوت نے اٹھایا ہے..... دنیا کو نبوت نے اٹھایا ہے..... حتیٰ کہ امت کا بوجھ نبی نے کندھے پہ اٹھایا ہے..... ساری کائنات کا بوجھ نبوت

(۱) کنز العمال ص ٥٦ ج ١٢

کے کندھے پر ہے......اور تنہا ابوبکر ہے......جس کے کندھے پر نبوت کا بوجھ آیا ہے......اس نے اس رات نبوت کا بوجھ اپنے کندھے پہ اٹھایا ہے......محبوب ﷺ کو اپنے کندھے پر اٹھایا......اور اٹھایا کیسے......حضور ﷺ کو یوں اپنے کندھے پر اٹھایا......کہ آقا ﷺ کے پاؤں صدیق کے سینے پر لگے......نبوت کے دونوں ہاتھ صدیق کے سر پر آ گئے......صدیق اکبر تیرا مقدر اتنی عظیم ہے......کہ آج تیرا سر بھی محفوظ ہے......اور آج تیرا سینہ بھی محفوظ ہے......سر پیغمبر ﷺ کے ہاتھوں میں ہے......سینہ پیغمبر ﷺ کے قدموں میں ہے......جس کے وجود سے نبوت کا وجود اس انداز سے ملے......اسکے مقدر کا دنیا میں کون مقابلہ کر سکے گا......اب صدیق لے کر چڑھے......محبوب کو لے کر ان پہاڑوں پر ان چٹانوں پر ان بلندیوں پر چڑھے......جب غار کے دہانے پر پہنچے......قرآن مجید اس بات کی گواہی پیش کرتا ہے......صدیق نے کہا......اللہ کے حبیب ﷺ آپ ٹھہریئے......میں پہلے اندر جاتا ہوں......جا کر میں غار صاف کروں گا......پھر آپ کو اندر بلا لوں گا......ابوبکر پہلے تشریف لے جاتے ہیں......اوپر جا کر ایک پتھر ہے......ڈھلان ہے......پھر نیچے اترنا پڑتا ہے......اندر جانا پڑتا ہے......صدیق جاتے ہیں......صاف کرتے ہیں......سر کی پگڑی اتارتے ہیں......اس کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہیں......جتنے وہاں سوراخ تھے......تمام کو بند کیا......ایک روایت میں آتا ہے......دو سوراخ بچ گئے......ایک روایت میں ہے......کہ ایک سوراخ بچ گیا......جہاں پر صدیق اکبر نے اپنے دونوں پاؤں یا ایک پاؤں سے اپنی ایڑھی وہاں پر لگا دی......اور پھر اس کے بعد سنوار کر زمین ہموار کر کے محبوب کو اندر بلایا......آقا ﷺ اب آپ اندر تشریف لے آئیں۔

محبت صدیق کی جزا اول:

علماء نے ایک نقطہ لکھا ہے......دنیا ایک طرح کی غار ہے......صدیق پہلے گئے

(ہ)ا.....پیغمبر ﷺ بعد میں آئے ہیں..... اس دل کی ایمان والی نماز میں جب تک صدیق کی (مح)بت نہیں جاتی..... نبی ﷺ کی محبت اندر داخل نہیں ہوتی ..... جب تک ابوبکر کا پیار نہیں ہوگا..... اس وقت تک نبی کا پیار نہیں آسکتا..... کون انسان ہے..... کہ نبی ﷺ کے ساتھ (مح)بت کا دعویٰ کرے..... اور صدیق سے دشمنی رکھے..... یہ ناممکن ہے..... اندر بلایا..... اور (ب)لانے کے بعد محبوب ﷺ کو دیکھنے کا ایک یہ بھی تو انداز ہوسکتا ہے..... کہ دوست یوں سامنے بیٹھا ہو..... اور اسے دور سے یوں دیکھا جائے..... محبوب کے چہرے کو دور سے بیٹھ کر آدمی دیکھے..... یہ بھی ممکن ہے..... لیکن جب دور سے دیکھے گا..... تو نظر دائیں بائیں بھی پڑ جاتی ہے..... اور ایک حسین طریقہ اس کو دیکھنے کا یہ ہے..... کہ کسی پر نظر نہ پڑے..... تنہا محبوب پر پڑے..... اور صدیق کا منشاء بھی یہ تھی..... کہ اکیلا محبوب کو دیکھوں..... اس لئے ابوبکر نے دعا مانگی..... کہ اے اللہ دنیا میں جو تین چیزیں مجھے پسند ہیں ..... (۱) ان میں میری سب سے پہلی پسند یہ ہے۔

نبوت صداقت کی گود میں:

اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰہِ..... میری آنکھ ہو..... میں تنہا نبوت کا چہرہ دیکھوں..... میری نظر ہو..... میں تیرے محبوب کا دیدار کروں..... اللہ نے کہا..... صدیق اگر یہ تمنا رکھتا ہے..... تو پھر تنہا سفر کر.....! اس لئے کہ محبوب کو ملنے کے لئے اکیلے جایا جاتا ہے۔

- آدم رب سے ملنا چاہتے ہو..... تو عرفات میں تنہا آؤ۔
- نوح رب سے ملنا چاہتے ہو..... تو طوفان میں تنہا آؤ۔

---

(۱) النظر الی وجهه رسول الله ﷺ (۲) وانفاق مالی علی رسول الله ﷺ (۳) وان یکون ابنتی تحت رسول الله ﷺ منبهات ابن حجر عسقلانی ص ۲۱،۲۲ المطبع فی المحتبالی)

- ابراہیم اپنے مالک سے ملنا چاہتے ہو......تو آگ میں تنہا آؤ۔
- یونس اپنے رب سے ملنا چاہتے ہو......تو مچھلی کے پیٹ میں تنہا آؤ۔
- زکریا اپنے مالک سے ملنا چاہتے ہو......تو آرے کے نیچے تنہا آؤ۔
- یحییٰ اپنے رب سے ملنا چاہتے ہو......تو جام شہادت پا کے تنہا آؤ۔
- کلیم اپنے مالک سے ملنا چاہتے ہو......تو طور پہ تنہا آؤ۔
- محبوب مجھ سے ملنا چاہتے ہو......تو عرش پہ تنہا آؤ۔
- صدیق تو اپنے محبوب سے ملنا چاہتا ہے......تو غار میں تنہا آئیں۔

اکیلا لے کر آئیں......جب آگئے...... اور جب آگئے......وہاں پر بٹھائیں نبوت کو قریب لے کر آئیں......اور اتنا قریب کہ اپنا دامن پھیلائیں ......جھولی پھیلائیں......محبوب کو لِٹائیں بٹھائیں نہیں......لٹائیں اور نبوت کا سر اپنی گود میں رکھیں جب سریوں گود میں آجائے......اب نبوت کے چہرے کو دیکھو کہ اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰه تنہا بیٹھ کے دیکھیں یہ وہ چہرہ ہے...... جسے ایک نظر دیکھنے سے کلمہ پڑھنے پر صحابیت کا اعزاز ملتا ہے......جہنم کی آگ حرام ہوتی ہے...... جنت واجب ہوتی ہے...... صدیق تین دن تین رات تنہا بیٹھ کے دیکھیں اکیلا بیٹھ کے دیکھیں اور اس انداز میں دیکھیں کہ جیسے رحل میں قرآن کا نسخہ کھلا رکھا ہو......اکیلا دیکھنا ہے تو دیکھیں اور کوئی بھی نہیں دیکھے گا۔

کالا موذی شیش ناگ:

یہاں اکیلے بیٹھ کے دیکھیں اس علیحدگی میں مخل ہونے کیلئے شاید کوئی آیا...... ایک کالا موذی شیش ناگ آگیا......اس نے چاہا...... میں اندر داخل ہو جاؤں...... جب حرف شین جس لفظ کے شروع میں آئے گا......تو وہ سب سے زیادہ فتنہ باز ہوگا...... یہ کالا

اندر آ گیا...... آیا نہیں آنا چاہتا تھا...... داخل ہونا چاہتا تھا...... ایک اس دور کا کالا چوڑھا ہے جو نبی اور صدیق کو ایک میدان میں اکٹھا نہیں برداشت کرسکتا...... کالا وہ بھی ہے...... کالا یہ بھی ہے...... ڈسا اس نے بھی ہے...... ڈسا اس نے بھی ہے...... پھر ایک اور بات کہ اندر کیوں نہیں آئے...... کہا راستے بند ہیں...... اندر نہیں آنے دیتے کیوں...... اللہ کا منشاء یہ ہے...... جہاں نبی ﷺ اور صدیق جمع ہوں...... وہاں دشمن کا داخلہ بند ہے...... صدیق کا دشمن نبی ﷺ اور صدیق کے پاس نہیں جاسکتا...... نبی ﷺ اور صدیق غار میں ہوں تب بھی دشمن کا داخلہ بند ہے...... نبی ﷺ اور صدیق آج مزار میں ہیں...... تو تب بھی دشمن کا داخلہ بند ہے...... اندر اس کو جانے کی اجازت نہیں...... تو باہر رہے...... اندر نہیں آنے دیا گیا...... پھر ایک اور بات مکڑی جالا تن لیکن تو رہے...... باہر اندر نہ آ...... صدیق تنہا دیکھے ...... تو درمیان میں مخل نہ بن! محبوب کا دیدار ابوبکر کو تنہا کرنے دے...... کبوتری انڈے دے...... لیکن اندر نہ آئے باہر رہے...... تاکہ صدیق اپنے محبوب کا چہرہ تنہا دیکھے...... اس انداز سے دیکھیں ...... کہ دنیا میں کسی نے نہیں دیکھا...... اکیلا بیٹھ کر محبوب کا دیدار کرے...... ایک طرف تو یہ مسافت طے ہوتی ہے...... میری طرف دیکھیں...... ادھر دوسری طرف جہاں میں نے بات چھوڑی تھی...... میں اسے لے کے آرہا ہوں...... محمد ﷺ نہیں ملے...... کہاں گئے...... حیدر کرار بستر پر سو رہے ہیں......(۱) وہ تو بتاتے نہیں...... اس نے کہا اچھا اگر یہ بات ہے...... تو کون سا یہ مشکل کام ہے...... آؤ اگر محمد ﷺ کو تلاش کرنا چاہتے ہو...... تو صدیق کے دروازے پر چلیں...... اب ابوجہل بھی ساتھ ہے...... ابولہب بھی ساتھ ہے...... عتبہ عتیبہ بھی ساتھ ہیں...... مکہ کے مشرک ساتھ ہیں...... اور سردار بھی ساتھ ہیں...... یہ سارے کے سارے صدیق کے دروازے پہ آنا چاہتے ہیں۔

---

(۱) البدایہ والنہایہ ص ۱۷۶ ج ۳

صدیق کی بیٹی صدیقہ:

جب ابوبکر صدیق کے دروازے پہ آ کے دستک دی گئی...... اندر ابوبکر صدیق نہیں ...... بچی ہے...... اسماء بنت ابی بکر بچی باہر نکلی ...... دروازہ کھولتی ہے...... دیکھتی ہے...... سامنے ابوجہل کھڑا ہے ...... پوچھتی ہے...... کیا بات ہے...... ابوجہل کہتا ہے بتاؤ یہاں پر محمد ﷺ آئے ہیں...... وہ محمد کہاں ہیں...... تیرا ابا ابوبکر کہاں ہے......گھر ہے ......تو اسے باہر بھیجیں...... میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں...... اسماء بنت ابی بکر نے بغیر کسی سوچ و بے چار کے بغیر کسی تصور کے عجیب جملہ کہا...... کہا ابوجہل مجھ سے پوچھتا ہے محمد ﷺ کہاں ہیں...... پھر سن مجھے معلوم ہے......اس وقت محمد ﷺ کہاں ہیں...... میرے ابو ابوبکر کہاں ہیں......لیکن میں یہ راز نہیں بتانا چاہتی...... چھپاتی ہوں...... تیرے سامنے میں ظاہر نہیں کرتی...... میں جانتی ہوں...... کہ تو دشمن ہے......اس نے کہا...... کیا مطلب صاف کہہ دے...... مجھے پتہ ہی نہیں ہے...... بچی نے کہا...... کیوں کہوں...... کہ مجھے پتہ نہیں معلوم ہے...... میں نہیں بتاتی......اوے دنیا کل کو کیا کہے گی...... کہ سچے کی بیٹی تھی......اب جھوٹ بول رہی ہے...... میرے باپ کے نام پر حرف آئے گا...... کہ صدیق کی بیٹی نے جھوٹ بولا تھا۔

میری ماؤ بہنو بیٹیو...... میری آواز اگر آپ تک پہنچ رہی ہے......آج سوچو بعض دفعہ کوئی ایسا غلط کردار کر بیٹھتی ہو...... کہ شرم کی وجہ سے باپ کی پگڑی اتر جاتی ہے...... آنکھیں سرنگوں ہو جاتی ہیں......آنکھیں جھک جاتی ہیں...... ایک وہ ننھی بچی ہے...... جو کافر کے سامنے کھڑے ہو کر کہتی ہے......معلوم ہے...... باپ کہاں ہے......لیکن جھوٹ نہیں بولتی...... میرا ابا صدیق ہے...... بیٹی صدیقہ بنے گی...... جھوٹی نہیں بنے گی۔

میں اگر آج جھوٹ بول دوں......تو دنیا کیا کہے گی......اور جب ابوجہل نے اتنی

بڑی بات سنی......اور وہ مکہ کا سب سے بڑا سردار تھا......اس دور کا حکمران نہیں چھوڑتا......
اس دور کا وہ حکمران کیسے چھوڑ دیتا......اچھا اتنی جرات عورت ہو کے اتنے بڑے جملے بچی
ہو کر اور اس انداز سے میرے سامنے سوال وجواب ہوں غصہ میں تو ویسے بھی تھا......کہ
پیغمبرﷺ کو تلاش کرر ہا تھا......ظالم نے اسماء بنت ابی بکر کو زور سے تھپڑ مارا۔(۱)

کتابوں میں لکھتے ہیں......کہ دھڑام کر کے بچی زمین پر جا پڑی......زمین پر
گری اور زمین پر ایک نوک دار پتھر پڑا تھا...... جو پیشانی پہ لگا......اور پیشانی پھٹ
گئی......پورا چہرہ سیاہ ہو گیا......کان پھٹا بالی دور جا پڑی......ہونٹ پھٹ گیا......دانت
ٹوٹا......اور زمین پہ جا پڑا...... یوں منہ کے بل زمین پہ بچی اسماء گری......اور بلکنے اور سسکنے
لگ گئی......اس قدر زور دار پتھر کی آواز تھی......کہ محلے کے لوگ باہر نکل آئے......
دیکھا زمین پہ اسماء پڑی ہے...... چہرہ سیاہ ہے......کان پھٹا ہوا ہے...... پیشانی سے خون
بہہ رہا ہے...... بچی بلک رہی ہے......ان لوگوں نے ابو جہل کو دھکے دے کر ایک طرف
ہٹایا......ہٹ ظالم ایک طرف ہو...... تجھے شرم نہیں آتی......دشمنی ابو بکر اور محمدﷺ سے
ہے......اور مارتا بچیوں کو ہے...... کچھ تو لحاظ کر اس ظالم کو ایک طرف ہٹایا......اسماء بنت ابی
بکر کو اٹھایا......اور گھر کی طرف روانہ کیا...... بچی گھر جا کے روئی نہیں...... ماتم نہیں کیا
......چیخی چلائی نہیں......باپ کا نام لے کے یوں نہیں کہا خود تو چلا گیا......ہمیں مشکل میں
ڈال گیا......اس بچی نے باپ اور پیغمبرﷺ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرنا تھا......جلدی سے اپنے
دوپٹہ کے ایک حصہ کو آگ میں جلا کر راکھ بنا کر زخموں پر رکھتی ہے......درد سے پٹی باندھتی
ہے......اور جلدی سے کھانا تیار کرتی ہے......کہ نبی اور صدیق غار میں انتظار کر رہے ہوں
گے۔

---

(۱) سیرۃ ابن ھشام ص ۱۷۲ ج ۱

صدیق کی وفاؤں کا دنیا مقابلہ نہیں کر سکتی...... یہ وہ تنہا ابوبکر ہے...... جس نے سب کچھ حضور ﷺ کو دیا ہے...... لیا کچھ نہیں ہے...... صدیق کی زندگی کا یہ عمل مسلسل ہے...... جس نے اپنی پوری زندگی میں پیغمبر ﷺ کے آگے کبھی اپنی رائے نہیں پیش کی...... ہر رائے نبی کی رائے مانی جاتی تھی...... جو پیغمبر ﷺ کا منشاء ہوتا تھا...... وہ صدیق کا منشاء ہوتا تھا...... بچی کھانا تیار کرتی ہے...... کھانا تیار کر کے اسماء بنت ابی بکر حضور اکرم ﷺ کے پاس غار میں پہنچانے کے لئے جاتی ہے۔

جب اسماء بنت ابی بکر پہاڑ پر پہنچی...... چھے ہزار فٹ کی اس پہاڑی کو اسماء بنت ابی بکر نے جب اتنی لمبی مسافت طے کی...... اس پہاڑی پر چڑھی...... ہاتھ میں کھانا لیا ہوا ہے...... رات کا وقت ہے...... تنہائی ہے خوف کا وقت ہے...... کہ دشمن سامنے نہ آ جائے...... لیکن اسماء بنت ابی بکر کی کیفیت یہ ہے...... کہ اسماء نے اپنا چہرہ یوں کر کے بند کر رکھا ہے...... پیشانی پہ پٹی باندھی ہوئی ہے...... خون رچ رہا ہے...... منہ بند ہے...... کہ کہیں میرے باپ کی نظر میرے محبوب پیغمبر ﷺ کی نظر میرے چہرے پر نہ پڑ جائے...... آمنہ کے دریتیم کی نظر میرے زخموں پر نہ پڑ جائے...... نبوت کے سامنے میری مار کا راز فاش نہ ہو جائے...... جب سامنے گئی...... دستر خوان پر کھانا رکھا...... تو آقائے نامدار کی نظر اسماء کی طرف اٹھی۔

حضور ﷺ نے دیکھ کر فرمایا...... بیٹی اسماء خیر ہے...... یہ کیا بات ہے کہ پیشانی پہ یہ خون کیسا رچ رہا ہے...... یہ چہرے پر پٹیاں کیوں باندھ رکھی ہیں...... منہ پر یہ رومال کس لئے باندھ رکھا ہے...... پیغمبر نہیں کھولتی کیا ہوا ہے...... اسماء چپ ہے...... پیارے پیغمبر ﷺ کو اپنی کیفیت بیان کروں...... حضور ﷺ نے صدیق کی طرف دیکھا...... اور فرمایا ابوبکر صدیق اپنی بیٹی اسماء سے پوچھو...... بتاتی کیوں نہیں...... صدیق نے بیٹی کی طرف دیکھا...... اور کہا بیٹی بتا آج نہیں بتائے گی...... پھر کب بتائے گی...... اسماء نے ایک

جملہ کہا.....ابو میں کیا بتاؤں..... بتانے کی بات نہیں.....اگر پوچھنا چاہتے ہو.....تو پھر بتاتی نہیں..... بلکہ چہرہ کھول کے دکھاتی ہوں.....اور جب چہرہ کھولا..... حضور ﷺ کی نظر پڑی..... کہ پورا چہرہ سیاہ ہے..... کان پھٹا ہوا ہے..... بالی نہیں ہے..... پیشانی زخمی ہے.....چہرہ پہچانا بھی نہیں جاتا.....نبوت نے فرمایا.....آئے اسماء کیا ہوا۔

صدیق پوچھتا ہے.....بیٹی کیا ہوا.....کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ابوجہل مردود آیا تھا.....وہ راز پوچھنا چاہتا تھا..... میں نے راز نہیں بتایا..... اس کمینے نے میرے چہرے پہ تھپڑ مارا ہے.....(۱) ظاہر ہے..... کہ وہ بہت بڑا پہلوان ہے..... میں بچی تھی .....میں زمین پر گری.....تو نیچے پتھر پڑا تھا..... جو میری پیشانی پہ لگا ہے..... جو اس پتھر کا نشان ہے.....اس کے تھپڑ کی وجہ سے ہے..... یہ میرا چہرہ سیاہ ہوا ہے..... کان پھٹ گیا ہے.....محبوب محلے کے لوگ آئے.....انہوں نے مجھے چھڑوایا ہے.....میں نے راز نہیں بتایا.....نبوت کی آنکھوں میں آنسوں آگئے۔

حضور ﷺ نے رو کر فرمایا.....ابوبکر اللہ تیرے حال پر رحم کرے.....صدیق آج تو نے وفا کی انتہاء کر دی.....صدیق تو نے وفا کی کمال کر دی..... آج غار میں تو وفا کر رہا ہے.....اور گھر میں تیرا خاندان وفا کر رہا ہے.....محمد ﷺ تیری وفا کے کون کون سے بدلے اتارے گا.....صدیق اب مجھے وہ بات سمجھ آئی..... جب میں نے کہا تھا.....اسماء کو ہٹا عائشہ کو ہٹا میں راز کی بات کرنا چاہتا ہوں..... تو نے مجھے کہا تھا..... محبوب نہ گھبرایئے..... اَهْلِیْ اَهْلُكَ ..... یہ گھرانہ میرا نہیں..... محمد ﷺ تیرا ہے..... جو بات میرے سینے میں راز رہے گی..... وہ ان کے سینے میں بھی راز رہے گی..... یقیناً آج صدیق تو نے وفا کر کے دکھائی ہے.....سیدہ اسماء کہتی ہیں۔

---

(۱) طبری ص ۲۱۷

حضورﷺ نے مجھے قریب بلایا...... تھوڑی سی میں آگے ہوئی...... رحمت اللعلمین نے اپنی رحمت اور شفقت والا ہاتھ میرے زخموں پہ پھیرا...... میرے سارے زخم کافور ہو گئے۔

اسماء کہتی ہے...... نبوت کے ہاتھ پھیرنے کی دیر تھی...... نہ درد رہا...... نہ زخم رہے...... چہرہ اتنا منور ہوا...... کہ چودھویں کا چاند بھی مقابلہ نہ کر سکا...... یہ ایک عجیب سفر کی داستان تھی...... یہ ہجرت کا ایک حصہ ہے...... جسے میں بیان کر رہا ہوں...... کہ پیغمبرﷺ گھر سے نکلے اور غار تک پہنچے...... آج کے حصے میں بس اتنی بات کہتا ہوں...... کہ حضورﷺ غار تک پہنچے...... یہ ایک تفصیلی داستان ہے...... جس کا بقیہ حصہ اگلے جمعہ ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا عَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ہجرت اور نصرت

خطبہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَآئِرِالْاُمَمِ...... بِرِسَالَۃِ مَنِ اخْتَصَّہٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاھِرِ الْحِکَمِ ......وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمْ...... مَا نَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِہٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ ...... اَمَّا بَعْدُ فَاعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ......بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ...... اِلَّا تَنْصُرُوْاہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْھُمَا فِی الْغَارِ اِذْیَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا

صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْم وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ......وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ...... وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ......

تمہید:

لائق صد تعظیم وتکریم......قابل احترام بزرگو......دوستو......اور بھائیو......!

گزشتہ جمعۃ المبارک کے خطبہ میں میں نے ہجرت رسول ﷺ کا ابتدائی مرحلہ کہ اللہ کے نبی کو ہجرت کا حکم ہوا...... آقا نے تیاری کی...... جناب صدیق اکبر کو اس کی اطلاع دی...... پھر آقا اور صدیق دونوں تیار ہو کر غار تک پہنچے...... یہاں تک میں نے گفتگو کی تھی......اس سے اگلے مرحلے میں اپنی گفتگو کو بغیر کسی تمہید کے شروع کرنا چاہتا ہوں۔

ہجرت اور نصرت سے دین کی اشاعت:

دوستو اور بزرگو......! قرآن کریم کی وہ آیت کریمہ جس میں ہجرت کا تذکرہ ہے...... اللہ رب العزت نے اس میں محبوب کو ہجرت کا حکم دیا ہے......اور یہ بات آپ

جانتے ہیں...... کہ ہجرت اور نصرت ان دو چیزوں سے دین دنیا میں پھیلتا ہے...... مہاجر ہجرت کرتا ہے...... ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتا ہے...... اور اس ہجرت کے سفر میں اپنا مال اپنی جان اپنا وقت سب کچھ قربان کرتا ہے

یہی وجہ ہے...... کہ حضرت ابو بکر صدیق کو حضور ﷺ نے کہا تھا...... کہ اونٹنیاں تو تم نے تیار کر رکھی ہیں...... میں بھی اس راستے میں سفر کر رہا ہوں...... اور تو بھی سفر کر رہا ہے ...... اس لئے میں چاہتا ہوں...... کہ سارا سامان تیرا ہو...... میرا کچھ نہ ہو...... تو میں بھی اس سفر میں باقاعدہ اپنا سامان سفر ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔

رب کی قربت:

لہذا ایک اونٹی کی قیمت میں تمہیں ادا کر دیتا ہوں...... تاکہ میں بھی شریک ہو جاؤں...... تیری قربانی اپنی جگہ پر ہے...... اللہ اس کا اجر وثواب دیں گے...... میں جو اس میں حصہ ملاؤں گا...... اور ظاہر ہے...... کہ ہر انسان ثواب کا مستحق ہے...... اور میں نبی اپنے رب کی قربت تم سے بھی زیادہ چاہتا ہوں...... لہذا اسمیں میں بھی شریک ہونا چاہتا ہوں...... یہ ایک ایسی ہجرت ہے...... کہ جس ہجرت کی نصرت اللہ نے خود کی ہے...... یعنی ایک تو یہ ہے...... کہ حضور ﷺ مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے آئے...... مدینہ والوں نے نصرت کی ہے۔

نصرت کا عجیب انتخاب:

لیکن یہ آیت بتاتی ہے...... اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰه...... پیغمبر ﷺ کی ہجرت میں نصرت اللہ ہی کی ہے...... کہ پیغمبر ﷺ مہاجر بن رہے ہیں...... اللہ نصرت کر رہے ہیں...... آقا ہجرت کر رہے ہیں...... اللہ محبوب کی سفر ہجرت میں نصرت کر رہے ہیں...... اور یہ سارے نصرت کے مراحل ہیں...... کہ محبوب جب نکلتے ہیں...... تو مٹھی مٹی کی

بھر کر مارتے ہیں...... سب کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں...... اللہ اپنے محبوب کو وہاں سے لے آتے ہیں...... یہ بھی اللہ کی نصرت کی ایک عظیم علامت ہے...... پھر رحمت کائنات صدیق اکبر کے دروازے تک پہنچتے ہیں...... کسی کو اس کی اطلاع نہیں ملتی...... یہ بھی اللہ کی طرف سے نصرت کا ایک عجیب انتخاب ہے۔

ابوبکر صدیق پہلے سے تیار ہیں...... یہ بھی ایک نصرت ہے...... صدیق نے سامان اور مال پہلے باندھ رکھا ہے...... تیاری کر رکھی ہے...... یہ بھی رب کی طرف سے ایک نصرت ہے...... علی المرتضیٰ حیدر کرار رحمت کائنات کے بستر پر آرام کرتے ہیں...... کافر جب آ کر حضرت علی کو جگاتے ہیں...... حضرت علی سے سوال کرتے ہیں...... وہ جواب دیتے ہیں ...... تو وہ سوال کرنے والے شک میں رہ جاتے ہیں...... پریشان ہو جاتے ہیں...... پھر ان کے پاس کوئی جواب نہیں رہتا...... یہ بھی اللہ کی طرف سے نصرت کا ایک عظیم کرشمہ تھا...... اور یہ قدرت کا اظہار تھا...... یہ سارے فیصلے اللہ نے محبوب کی ہجرت کی نصرت کیلئے کیے...... کہ پیغمبر ﷺ آپ چل رہے ہیں...... تو قدم قدم پر ہماری نصرت آپ کے ساتھ رہے گی...... اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰه ...... اللہ نے آپ کی مدد کی...... کہ جس وقت یہ لوگ آپ کی مدد نہیں کر سکے...... کسی کے اختیار میں نہیں تھا...... وہ لوگ خود پریشان تھے...... کیا کر سکتے تھے ...... اس وقت اللہ کی مدد آپ کے شامل حال ہوئی...... نبی جب غار کے اندر گئے...... تو وہاں نصرت کے بہت سے مناظر اللہ کی طرف سے آئے...... ایک یہ ہے...... کہ نبی کریم جس وقت اندر اترے ہیں...... پہلے صدیق اکبر گئے ہیں...... پھر محبوب تشریف لائے ہیں...... اور اسی نقطے کو قرآن نے بیان کیا ہے...... اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جس وقت پیغمبر ﷺ گھر سے نکلے تو اکیلے تھے...... ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ ...... محمد ﷺ اس وقت دوسرے تھے...... تو ان دو میں سے جو دو آدمی غار میں گئے...... یعنی

جب غار میں جانے کا وقت آیا......تو ابوبکر پہلے گئے ہیں......محمد ﷺ دوسرے نمبر پر گئے ہیں......صدیق محبوب کو باہر کھڑا کر کے اندر تشریف لے گئے......سارے راستے صاف کیے......کنکریلی زمین سب برابر کر کے سیدھی کی......جتنے سوراخ وہاں تھے......ان سب کو بند کیا......وہاں بہت بڑا سانپ اژدھا رہتا تھا......اس کا بھی خوف و خطرا اپنے مزاج کے مطابق ختم کیا......اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر ان سوراخوں میں دیئے۔

ایک روایت میں یہ ہے......کہ اپنا کرتہ پھاڑا ہے......ایک روایت میں یہ ہے......کہ اپنے سر کی پگڑی مبارک پھاڑی ہے......وہ سارے سوراخ بند کر دیتے ہیں......اور پھر مولانا ادریس کاندھلوی نے لکھا ہے......کہ دو سوراخ باقی رہ گئے تھے......جن میں ابوبکر صدیق نے اپنے دونوں پاؤں دے دیئے......ایک روایت ایک پاؤں کی بھی ملتی ہے......اسی طریقے سے سارے راستے بند کرنے کے بعد اب محبوب کو نیچے بلایا......پہاڑی کے اوپر چڑھ کر پھر نیچے غار کی طرف اترنا پڑتا ہے......یعنی آدمی کھڑے ہو کر بھی نہیں جا سکتا......بیٹھ کر بھی نہیں جا سکتا......جب تک کہ آدمی چت لیٹ کر پاؤں آگے کر کے آہستہ آہستہ زمین سے نہ چپکے......وہ ایسی تنگ اور تاریک جگہ ہے......غار کے اندر چلے جانے کے بعد غار والا آدمی تو باہر والے کو دیکھ سکتا ہے......لیکن باہر والا آدمی اندر غار والے کو نہیں دیکھ سکتا......جب تک وہ اپنے پاؤں کی جگہ پر نہ بیٹھے......اور بیٹھ کر اتنا نیچے جھک جائے......اپنے پاؤں کی جگہ پر اپنا سر رکھے یا پھر غار کے اندر جھانکے......پھر عین ممکن ہے......کہ کوئی آدمی وہاں سے نظر آ جائے......اور یہ آپ جانتے ہیں......کہ جو آدمی اندھیرے میں بیٹھا ہو......روشنی والا اس کو نہیں دیکھ سکتا......اور وہ جو اندھیرے والا ہے......وہ روشنی والے کو آسانی سے دیکھ سکتا ہے......اب غار کی جگہ اندھیری ہے......اور باہر کی جگہ روشن ہے......کافر وہاں تک پہنچے ہیں۔

بلند پہاڑی پر رحمت کائنات کو اپنے کندھوں پر بٹھانا:

لیکن اللہ نے جو اپنے محبوب کی حفاظت کی ہے...... ساری وہ نصرت کے مناظر تھے...... مکڑی کو حکم دیا ہے...... کہ یہاں پر تو جالا تن دے...... کبوتری کو حکم دیا ہے...... کہ تو یہاں پر انڈے دے...... نبی اور صدیق دونوں غار کے اندر چلے گئے ہیں...... محبوب ابوبکر صدیق کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں...... یہ دونوں کے دونوں آپس میں یہاں پر اکٹھے ہیں...... اور یہ جتنی منازل ابوبکر صدیق نے طے کی ہیں اور کسی نے طے نہیں کیں...... چھے ہزار فٹ کی بلند پہاڑی پر رحمت کائنات کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر لے گیا۔

ابوبکر کا سینہ نبوت کے قدموں میں:

علماء نے لکھا ہے...... وہ نظارہ بھی عجیب تھا...... جب اپنے کندھے پر بٹھایا ہے...... محبوب کا جسم اطہر ابوبکر کے کندھے پر تھا...... رحمت کائنات کے دونوں قدم صدیق کے سینے پر تھے...... محبوب کے دونوں ہاتھ ابوبکر کے سر پر تھے...... یوں سمجھ لیجئے...... ابوبکر کا سینہ نبوت کے قدموں میں محفوظ تھا...... ابوبکر صدیق خود رحمت کائنات کے سایہ میں محفوظ تھے...... ابوبکر صدیق کا سر نبوت کے ہاتھوں میں تھا...... یوں سمجھ لیجئے...... کہ صدیق کا سر بھی نبوت کے کنٹرول میں ہے...... صدیق کا وجود بھی نبوت کے کنٹرول میں ہے...... صدیق کا سینہ بھی نبوت کے کنٹرول میں ہے...... اب ابوبکر کا اپنا کوئی عمل نہیں ہے...... اب جو کام کرے گا...... وہ وہی کرے گا...... کہ جو نبی کے منشاء والا ہوگا۔

وحی الٰہی کا بوجھ:

پھر اللہ کی خصوصی مدد اور رحمت اس جگہ یہ ہے...... کہ یہ نبوت کا بوجھ اٹھانا سب سے مشکل کام ہے۔

مختلف روایات صحابہ کرام کی ملتی ہیں...... کہ وحی جب نبی کریم پر اترتی تھی......

آقا کے چہرہ اطہر پر پسینے کے آثار جسم پر کپکپی کی کیفیت پانی جیسے چہرے سے پسینے کے موتی ٹپکنا شروع ہو جاتے تھے...... حیدر کرار فرماتے ہیں...... ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ میری گود میں سو رہے تھے...... آپ کا سر مبارک میرے گھٹنے پر تھا...... وحی نبی پر اتری ہے...... علی پر نہیں اتری ہے...... لیکن اس وحی کا بوجھ اتنا تھا...... کہ میرا گھٹنا پھٹ رہا تھا...... یہ کیفیت تھی...... میری پوری امت کا اہم ترین بوجھ نبوت کے کندھے پر آیا ہے۔

نبوت کا بوجھ:

حضور ﷺ نے عباس کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہے...... حسن وحسین کو اپنے کندھوں پر اٹھایا ہے...... نبوت نے بچوں کو کندھے پہ اٹھایا ہے...... یا یوں کہو...... کہ پوری امت کا بوجھ نبی کے کندھے پر ہے...... مگر ہجرت کی رات نبی کا بوجھ صدیق کے کندھے پر ہے...... صدیق کو رب چنتے ہی اسلئے ہیں...... کہ نبی پہ آنے والی مشکلات میں نبوت کا سب سے قریبی ساتھی بنے...... صدیق نے اس بوجھ کو اٹھایا ہے...... دنیا اختلاف کرتی ہے...... بحثیں کرتی ہے...... خلافت بلافصل کے جھگڑے کرتی ہے۔

نبوت اور صداقت کے درمیان فاصلہ:

میں کہتا ہوں...... یہ رات ہی ایسی تھی...... جس نے یہ مسئلہ حل کر دیا...... کہ لوگو غور کر کے دیکھ لو...... اوپر نبی ہے...... نیچے صدیق ہے...... درمیان میں کوئی فاصلہ نہیں...... اسی کو تو بلافصل کہا جاتا ہے...... کہ نبوت اور صداقت کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں۔

قرآن نے بھی اسی کو نقل کیا ہے...... مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ...... اوپر نبی ہے...... ساتھ صدیق ہے...... اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ...... پہلے نبی ہے...... پھر نیچے صدیق کا تذکرہ ہے۔

وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ نبی ہے...... وَصَدَّقَ بِهٖ...... ابوبکر صدیق ہے...... نبی

اور صدیق کے درمیان فاصلہ کوئی نہیں...... نبوت کے نیچے صداقت ہے...... اس لئے پیغمبرﷺ کے جانے کے بعد پوری امت کا بوجھ صدیق کے کندھے پر آیا ہے...... یہ ہجرت بھی یہ عمل ظاہر کرتی تھی۔

نبی کی تنہائیوں کا گواہ:

اگر آپ غور سے سمجھیں...... تو یہ سارا سفر جتنا بھی حضورﷺ نے طے کیا...... ایک ہی رفیق ہجرت سیدنا صدیق اکبر تھا...... مسئلہ سمجھانے کے لئے بات کرتا ہوں اگر خدانخواستہ اللہ کی تقدیر کا فیصلہ غالب ہوتا...... کہ اس سفر میں حضور اللہ کو پیارے ہو جاتے...... رحمت کائنات کے چلے جانے کے بعد دنیا میں سیدنا صدیق کے علاوہ کون سا شخص ایسا تھا...... کہ جو نبی کی ان تنہائیوں کا گواہ ہوتا...... اور پیغمبر کے بعد وہ سارے معاملات سمیٹتا...... جو نبی اس کو بتا کر گئے تھے...... وہ سوائے صدیق کے اور کوئی نہیں تھا...... اس لئے کہ سفر کا ساتھی جو اسی کو بنایا تھا...... حیدر کرار کی عظمتوں کو سلام پیش کرتے ہیں...... انکی جرات و بہادری لائق تحسین کہ واقعی اس بستر پہ سوئے...... جس کے باہر ہزاروں تلواریں ننگی لے کر کھڑے ہیں...... یقیناً کہ کسی وقت بھی علی اگر باہر اٹھ کر آتے...... شاید کسی کی تلوار کی زد میں آجاتے...... اور عین ممکن یہ تھا...... کہ اگر وہ کافر اندر چلے جاتے...... اور جا کے قاتلانہ حملہ کرتے...... علی المرتضی جو ضامن تھے...... یہیں پر شہید ہو جاتے...... جان جاں آفریں کے حوالے ہو جاتی...... اس سے بڑی بہادری علی اور کیا پیش کرتے...... لیکن یہ ساری بہادری بہادری تو ہے...... محبت تو ہے...... نسبت تو ہے...... تعلق تو ہے...... مگر یہ خلافت نہیں ہے...... اس لئے کہ جب کسی پر مشکل مرحلہ آتا ہے...... اس نے جس کو اپنا وارث اور جانشین بنانا ہوتا ہے...... اگر آقا کے تصور میں بھی یہ بات ہوتی...... کہ میرے بعد علی آئے گا...... اللہ کے نبی کو اللہ کی طرف سے کسی حوالے سے کوئی حکم ہوتا...... وحی کی جھے

قسمیں ان میں سے کسی قسم کے ذریعے سے خواب کے ذریعے سے القاء کے ذریعے سے الہام کے ذریعے سے جناب فرشتے کے ذریعے سے کسی بھی طریقے سے محبوب کے تصور میں بھی یہ بات ہوتی...... کہ میرے بعد علی جانشین بنیں گے...... صدیق نہیں ہونگے...... تو حضور ﷺ علی کو کبھی بستر پر نہ سلاتے...... اس لئے یقین تھا...... کہ میں جا رہا ہوں...... میرے ساتھ جو چلے اللہ اس کو بچائے گا۔

پیغمبر کے ساتھ چلنے والوں کے محافظ:

• وَاللّٰہُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ...... اے پیغمبر ﷺ ہم تیرے بھی محافظ ہیں...... اور جو تیرے ساتھ چلے گا...... اس کے بھی محافظ ہیں...... ایک آدمی یوں کہے...... جی میں اس گاڑی کی حفاظت کروں گا...... اس کو کچھ نہیں ہوگا...... اب ظاہر ہے...... جو اس گاڑی کے اندر بیٹھا ہے...... وہ بھی تو محفوظ ہو گیا ہے...... جب نبی محفوظ ہے...... تو جو نبی کے ساتھ چل رہا ہے...... وہ خود بخود محفوظ ہو رہا ہے...... اگر علی کے متعلق تصور بھی ہوتا...... کہ اس نے میرے بعد خلافت سنبھالنی ہے...... نبی اس کو مقتل گاہ پہ لٹاتے...... نہ اٹھاتے...... اور ساتھ لے جاتے...... جس کو خلیفہ بنانا تھا...... ساتھ لے گئے ہیں...... جس کو نہیں بنانا تھا...... اسے وہاں سلا دیا...... اور ہمیشہ اپنے سفر کا ساتھی اس آدمی کو بنایا جاتا ہے...... جس پر سو فیصد اعتماد ہو...... کہ میرے یہ تمام معاملات میری عدم موجودگی میں سنبھال سکتا ہے...... اور ان کو اچھے طریقے سے سرانجام دے سکتا ہے...... جناب سیدنا صدیق اکبر نے اس رفاقت میں جو حق ادا کیا ہے...... آدمی اس کا تصور نہیں کر سکتا...... ایک تو یہ ہے...... کہ صدیق نبی کو لے کر اوپر گئے...... اس جگہ پر اللہ کے نبی نے وہ دعا دی ہے...... رَحِمَ اللّٰہُ عَلٰی اَبَابَکْرٍ حَمَلَنِیْ اِلٰی دَارِ الْھِجْرَہ ...... اللہ صدیق کے حال پر رحم فرما...... اس نے مجھے ہجرت کی رات اٹھایا...... دار الہجرت کی طرف مجھے لے کر گیا۔

دارالہجرت کے دومفہوم:

حَمَلَنِیُ اِلٰی دَارِ الْھِجُرَہ ...... کے دومفہوم ہیں......اور دونوں صدیق پہ فٹ آتے ہیں......ایک تو یہ ہے...... کہ صدیق نے ہی مجھے اٹھانے کا انتظام کیا...... کہ اونٹنیاں لے کے آیا......اور اتنا لمبا سفر مدینہ کا کیا......اور دوسرا مفہوم یہ ہے...... کہ یہ جو چھے ہزار فٹ غارثور تک جانے کی بلند پہاڑی تھی......اس کے علاوہ اور کوئی نہ تھا...... یہی تو تھا ......جس نے اس پر مجھے اپنے کندھوں پہ اٹھایا......اس مشکل میں ساتھ دینے والا لے کر چلنے والا اللہ کے نبی اس کے لئے دعا کر رہے ہیں۔

پیغمبر کو تلاش کرنے والے سراغی:

علماء نے لکھا ہے...... کہ وہ جو سراغی تھے...... پاؤں تلاش کر رہے تھے...... ہماری قوم نے آج ترقی کر لی ...... پہلے انسان چوروں کو تلاش کرتے تھے......اب چونکہ ہم ترقی یافتہ قوم ہیں......اب ہم نے کتوں پہ اعتماد کیا ہے...... کتے ہمارے پاؤں تلاش کرتے ہیں......کیسی بد بخت قوم ہے......کیا ہماری بدنصیبی ہے......انسانوں پہ اعتماد ختم ہو رہے ہیں...... کتوں پہ یقین کر لیا ہے...... کتے ہمارے فیصلے کرتے ہیں...... کتے ہمارے چور تلاش کرتے ہیں...... پتہ نہیں عین ممکن ہے......کہ کتوں کی سربراہی میں پھر ہم زندگی گزاریں...... جانور ہم پہ مسلط ہو رہے ہیں......اس کی وجہ پتہ ہے کیا ہے......اس لئے کہ ہمارے اعمال جانوروں جیسے ہیں...... اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ...... چہرے انسانوں کے ہیں......اور عمل جانوروں کے ہیں...... اَعْمَالُكُمْ عُمَّالُكُمْ تو جیسے اعمال ہوں گے...... ویسے تم پر حاکم مسلط کئے جائیں گے......حکمران بھی تمہارے اعمال بھی تمہارے وڈیرے بھی تمہارے پھر جیسی کیفیتیں ہماری ہیں...... ویسے ہی لوگ ہم پر مسلط ہو رہے ہیں......اب تو سارے کام جانور کرنا شروع ہو گئے ہیں...... سراغی تلاش کر رہا تھا

پاؤں دیکھتے ہوئے...... جب اس جگہ پر آیا...... کہنے لگا بھائی تمہارا مقصود محمد کو تلاش کرنا ہے...... ابوبکر کو تو نہیں یہ جو پاؤں اوپر جارہے ہیں...... یہ محمد ﷺ کے نہیں...... یہ ابوبکر کے ہیں...... لہٰذا ادھر محمد ﷺ نہیں گیا...... محمد رسول اللہ ﷺ کسی اور راستے پر ہیں۔

پیغمبر اسلام کی نشاندہی:

ابوجہل وہاں پر موجود تھا...... تو وہ کمینہ ابوجہل جس کو حضور ﷺ نے فرمایا تھا...... میری امت کا سب سے بڑا فرعون ہے...... لیکن وہ لعنتی ابوجہل نبی اور صدیق کی یاری پر اتنا زیادہ اعتماد کرتا تھا...... کہ اس نے کہا بے شک اگر ادھر پاؤں نبی کے نہیں جارہے...... صدیق کے جارہے ہیں...... لیکن مجھے یقین ہے...... جس نے محمد ﷺ تک پہنچنا ہو...... وہ صدیق کے قدموں پر چلے...... اس راستے پر جاؤ گے...... تو نبوت کا پتہ چلے گا...... ورنہ نہیں چلے گا...... اب تلاش کرتے کرتے غار کے دہانے پر پہنچے...... بڑی عجیب کیفیت تھی...... غار کے جب قریب گئے...... تو وہ جو باقی جتنے لوگ تھے...... وہ اس سراغی کے گلے پڑ گئے...... تو پاگل ہے...... ہمیں یہاں لے کر آیا ہے...... کہتا ہے...... ادھر پاؤں جاتے ہیں...... ادھر کہاں آتے ہیں...... مدتیں گزر گئیں...... ہم لوگ یہاں پر آیا کرتے ہیں...... بکریاں چرایا کرتے ہیں...... یہ مکڑی کا جالا پتہ نہیں...... سالوں سے تنا ہوا ہے...... یہاں پر کبوتری نے انڈے دے رکھے ہیں...... یہاں سے جو آدمی جاتا...... پتہ تو چلتا...... یہ جالا ٹوٹتا انڈے ٹوٹ جاتے...... ایک سائیڈ پر کھسک جاتے...... گر جاتے...... کسی نہ کسی کا نشان ہوتا...... یہاں پر اندر کون جاتا ہے...... تو سراغی بھی کام کا نہ نکلا...... تجھے تو اتنا ہی پتہ نہیں چلتا...... کہ ہمارا دشمن کس طرف گیا ہوگا...... اس نے کہا پاؤں تو یہاں تک آتے ہیں...... اب یہ اوپر کھڑے ہو کر آپس میں باتیں کر رہے ہیں...... اور اندر نبی اور صدیق دونوں بیٹھے ہیں۔

اور کتابوں میں لکھا ہے...... کہ حضرت ابوبکر صدیق نے ان کے غالبا پاؤں دیکھے...... عتبہ ساتھ تھا...... اور ابوبکر صدیق نے اس کے پاؤں کو پہچان کر حضور ﷺ کو کہا محبوب ان لوگوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے...... یہ کھڑے ہیں...... اگر دیکھ لیا اور نیچے آگئے...... تو ہم تو پکڑے جائیں گے...... اس وقت یہ آیت کریمہ اتری...... اللہ کے نبی نے اپنے ساتھی کو تسلی دیتے ہوئے کہا...... اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (الخ)...... گھبرا نہ خوف نہ کھا غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

خوف اور حزن کا معنی:

علماء نے لکھا ہے...... عربی زبان میں ایک لفظ خوف ہے...... ایک حزن ہے...... خوف کا معنیٰ ڈرنا ہے...... حزن کا معنیٰ غم کھانا ہے...... خوف کا تعلق اپنی ذات کے ساتھ ہوتا ہے...... حزن کا تعلق دوسرے کے ساتھ ہے...... صدیق یہ نہیں کہتا...... محبوب مجھے خوف ہے...... دشمن سامنے آگیا...... صدیق کو اپنی جان کا کوئی خوف نہیں تھا...... وہ تو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر نبوت کے ساتھ چل پڑا تھا...... احساس اس بات کا تھا...... کہ جو امانت رب نے میرے سپرد کی ہے...... جس امانت کو میں لے کر چل رہا ہوں...... کہیں دشمن اس تک نہ پہنچ جائے...... مجھے غم اس کا ہے...... میرا محبوب مجھ سے ضائع نہ ہو جائے...... اس لئے پیغمبر ﷺ نے کہا...... لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا...... گھبرا نہ اللہ ہمارے ساتھ ہے...... اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے۔

ایک بہت بڑا مؤرخ گزرا ہے...... اس نے ایک واقعہ لکھا ہے...... کہ اس سفر میں حضور ﷺ کے عجیب و غریب معجزات ظاہر ہوئے...... اور یہ سارے کے سارے اللہ کی نصرت کے آثار تھے...... ان میں یہ واقعہ بھی اس نے لکھا ہے...... کہ جب نبی کریم ﷺ کو

ابوبکر صدیق نے یہ بات بتائی...... اور پریشانی کا اظہار کیا...... تو حضرت ابوبکر صدیق کو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا...... گھبرا نہ وہ تو صرف ان کے پاؤں نظر آتے ہیں...... وہ تو باہر ہیں...... حضرت ابوبکر صدیق نے کہا میں پریشان کیوں نہ ہوں...... مجھے تو یہ خطرہ ہے ...... کہ کہیں آپ کی جان ضائع نہ ہو جائے...... حضور ﷺ نے مسکرا کر فرمایا...... ادھر دوسری طرف دیکھ! صدیق کہتے ہیں...... کہ میں نے جب دوسری طرف دیکھا...... تو مجھے ایسے لگا...... جیسے غار پھٹی ہو...... اور آگے بہت بڑا سمندر ہو...... اور اس سمندر میں ایک کشتی ہے...... اور اس کشتی میں ایک ملاح ہے...... اور وہ بالکل انتظار میں کھڑا ہے...... حضور ﷺ نے فرمایا...... یہ ادھر آئیں گے...... تو ہم ادھر چلے جائیں گے۔

محبوب کی حفاظت:

لیکن انہوں نے آنا تو نہیں تھا...... اللہ کی تقدیر کا فیصلہ تھا...... وہ وہیں سے پیچھے ہٹ گئے...... تلاش کر کے مایوس اور نامراد اور ناکام ہو کر چلے گئے...... اللہ کی مدد ایک عجیب انداز سے تھی...... کہ اللہ نے ہر موڑ میں اپنے محبوب کی اس سفر میں مدد کی تین دن اور تین رات تک نبی اور صدیق اس غار میں رہے۔

سیدنا صدیق کا گھرانہ اور خدمت رسول:

اور تینوں دن صدیق کا خاندان نبوت کی غلامی میں رہا ہے...... سیدہ اسماء بنت ابی بکر صبح شام کھانا تیار کر کے لے آتی تھیں...... ابوبکر کا بیٹا دودھ لے کے آتا تھا...... غلام روزانہ بکریاں لے کے آتا تھا...... تاکہ پاؤں کے نشانات ختم ہو جائیں...... اور پھر جا کے سورۃ حال سے واقف ہو کر مکہ والوں کے حالات یہاں آ کر بتاتا تھا...... صدیق بھی غلامی میں ہے...... بیٹا بھی غلامی میں ہے...... بیٹی بھی غلامی میں ہے غلام بھی غلامی میں ہے ...... اکیلا ابوبکر نہیں غلام بنا...... بلکہ ابوبکر کا پورا خاندان بھی غلام بنا ہے۔

سیدنا صدیق کا گھرانہ اور اعزازِ صحابیت:

اور یہ یاد رکھو...... اللہ نے اسکا صلہ ابوبکر کو دیا ہے...... صدیق کے قبیلے کے جتنے لوگ صحابیت کے اعزاز سے مشرف ہوئے ہیں...... اتنا اور کسی کا قبیلہ صحابیت کے اعزاز سے مشرف نہیں ہوا...... صدیق خود صحابی بنا ہے...... بیٹا صحابی بنا ہے...... باپ صحابی بنا ہے...... پوتا صحابی بنا ہے...... ماں صحابیہ بنی ہے...... بیوی صحابیہ بنی ہے...... بیٹیاں صحابیہ بنی ہیں...... حتیٰ کہ داماد صحابی بنے ہیں...... نواسے صحابی بنے ہیں...... صدیق کے قبیلے کے دس افراد یا دس پشتیں یا دس جہتیں اور سمتیں کہ جن میں مختلف طبقات کے دس افراد ایسے تھے...... جن کو نسبت ابوبکر سے تھی...... اس نسبت کی وجہ سے اللہ نے انہیں صحابی بنا دیا...... یہ سات غلام ایسے تھے...... کہ جن کو ابوبکر نے خرید کر آزاد کیا تھا...... اور ساتوں کے ساتوں صحابی رسول بنے...... حضرت بلال ان میں شامل ہیں...... عامر بن فہیرہ ان میں میں شامل ہیں...... ابوفقیہہ ان میں شامل ہیں...... یہ بڑے بڑے صحابہ جن کو ابوبکر صدیق نے آزاد کرایا تھا...... غلامی سے نجات دلائی تھی...... یہ سارے کے سارے صحابی رسول بنے...... یہاں ایک بات اور عجیب ہے...... وہ یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق فرمایا کرتے تھے...... کہ مجھے اپنی زندگی میں تین چیزیں سب سے زیادہ پسند ہیں۔

سیدنا صدیق کی تین تمنائیں:

اَلنَّظَرُ اِلیٰ وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰہ ......(۱) میری آنکھ ہو میں نبی کا چہرہ دیکھوں...... میری بیٹی ہو...... میں رسول اللہ کے نکاح میں دے دوں...... اِنْفَاقُ مَالِیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ...... اللہ مجھے مال اور دولت دیں...... میں اللہ کے نبی کے قدموں میں لٹا دوں...... مال قربان کروں...... اولاد قربان کروں...... اپنے آپ کو یوں قربان کروں......

(۱) منبهات لابن حجر عسقلانی

کہ ہر وقت میری نگاہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر پڑی رہے......اور یہ تینوں تمنائیں اللہ نے صدیق کی پوری کیں......دو تمناؤں کا پورا ہونا آسان تھا......تیسری مشکل تھی پہلی چیز یہ تھی......کہ میرا مال محبوب تجھ پر قربان ہو......جیسا مال صدیق نے قربان کیا......ایسا مال کسی نے قربان نہیں کیا......دینے کے اعتبار سے تو لوگوں نے تہائی مال بھی دیا ہے......حضرت عثمان نے پورے پورے لشکر کا سامان بھی دیا ہے۔

خصوصیاتِ عائشہ:

لیکن اس انداز سے دینا......کہ گھر کو جھاڑو دے دینا اس انداز سے دینا......کہ اپنا لباس اتار کر پھٹے ہوئے ٹاٹ کے ٹکڑے پہن لینا اس انداز سے دینا......کہ محبوب کو خوش کرنے کے لئے گھر کی دیواروں پر ہاتھ مار کر سوئی اور دھاگہ اٹھا کے نبی کے قدموں میں دے دینا......اس انداز کی قربانی سوائے صدیق کے دنیا میں کسی نے نہیں دی۔

پہلی چیز تو یہ تھی......یہ صدیق کی پہلی تڑپ تھی......کہ میرا مال محبوب پر قربان ہو......دوسری تڑپ یہ تھی......کہ میری اولاد نبی کے قدموں میں آئے میری بیٹی نبی کی غلامی میں آئے......صدیق کی بیٹی صدیقہ جیسی نبی کے قدموں میں آئی ہے......ایسی بیٹی کسی کی نہیں......دس صفات بخاری شریف میں سیدہ عائشہ صدیقہ کی لکھی ہوئی ہیں۔

اماں عائشہ صدیقہ کہتی ہیں......وہ میری خصوصیات تفردات ہیں......جو مجھ سے پہلے یہ اوصاف کسی بیوی کے حصے میں نہ آئیں......وحی میرے بستر پر اترتی تھی......جبرائیل کے سلام میرے پاس آئے ہیں......اللہ کے سلام میرے پاس آئے ہیں......محبوب سب سے زیادہ مجھ سے خوش اور راضی ہوتے تھے......میرے منہ سے مسواک چبایا ہوا نبوت نے آخری لمحات میں اپنے منہ مبارک سے لگایا ہے......جہاں سے میں پانی پیتی تھی وہیں سے محبوب پانی پیا کرتے تھے......ازواج مطہرات میں سے صرف یہ سیدہ عائشہ

ہیں...... جو دو ہزار دو سو روایتیں پیغمبر ﷺ کی نقل کرتی ہیں...... قرآن کی حافظہ ہیں...... قاریہ ہیں...... عالمہ ہیں...... پیغمبر ﷺ کی درسگاہ اصحاب صفہ کی ایک بڑی عظیم معلمہ ہیں...... نبوت کے بعد اس نے پیغمبر ﷺ کی میراث کے تمام مسائل سنبھالے ہیں...... پوری امت کو تعلیم دی ہے...... دس صفات حدیث کی کتابوں میں لکھے ہیں...... جو عائشہ کے حصے میں ہیں...... جیسی بیٹی ابوبکر کی نبی کے پاس آئی ویسی بیٹی کسی کی نہیں۔

سیدنا صدیق کی چاہت:

اب تیسری بات صدیق کی تھی...... اَلنَّظَرُ اِلیٰ وَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہ...... محبوب میری آنکھ ہو...... تیرا دیدار کروں...... یہ بات کچھ عجیب تھی...... صدیق یہ چاہتا تھا...... جیسے اکیلا میرا مال آیا...... اور میری ہی نظر ایسی ہو...... اور کسی کی نہ ہو...... کہ میں اکیلے ہی بیٹھ کے دیکھوں...... اور کوئی نہ دیکھے...... آقا مسجد میں ہیں...... تو سب برابری سے دیکھ رہے تھے...... لیکن صدیق چاہتا تھا...... اَلنَّظَرُ اِلیٰ وَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہ ...... میری آنکھ نبی کے چہرے پر ہو...... اور کوئی اس وقت نہ ہو...... نہ کوئی دیکھ سکے...... نہ کسی کی نظر نبی کے چہرے پر پڑے...... اور نگاہ صرف چہرے پر ہو...... اور کہیں نہ جائے...... اور کسی کو نہ دیکھوں...... صرف نبی کو دیکھوں...... بس اب یہ تمنا کیسے پوری ہو...... ادھر صدیق کی دعا بھی تھی...... اور ادھر رب کی طرف سے ہجرت کا اعلان بھی ہو گیا

ہجرت کی حکمتوں میں ایک یہ تھی...... کہ صدیق کو یہ اعزاز نصیب ہونا تھا...... صدیق تیری تمنا پوری کرنا چاہتے ہیں۔

اوئے جو کسی کی قربت چاہتا ہے...... کسی کے قریب ہوتا ہے...... کسی سے محبت کی انتہا ہو جاتی ہے...... تو اس کی محبت میں قریب ہونے کے لئے سب کو چھوڑنا بھی پڑتا ہے۔

قربت کے انداز:

آدم جب رب کی قربت میں میدان عرفات میں آیا ہے......آدم تو اکیلا ہو اور کوئی نہ ہو۔

نوح اللہ کی قربت چاہتا ہے......تو طوفان میں اکیلا چل۔

ابراہیم تو رب کی قربت چاہتا ہے......آگ کے چیخے میں اکیلا جا۔

یونس اللہ کی قربت چاہتا ہے......مچھلی کے پیٹ میں اکیلا آ۔

زکریا اللہ کی قربت چاہتا ہے......آرے کے نیچے اکیلا آ۔

اسماعیل اللہ کی قربت چاہتا ہے......چھری کے نیچے اکیلا آ۔

جو جس کی قربت چاہتا ہے......وہ تنہا وہاں جا رہا ہے...... اللہ نے کہا محبوب جب تو میرے قریب ہو رہا ہے ......عرش پہ تو اکیلا آ......جبرئیل تو رب کی قربت چاہتا ہے......تو جبرئیل سدرہ پہ اکیلا آ اور کوئی نہ ہو......ابوبکر جب تو میرے محبوب کی قربت چاہتا ہے......پھر میرے محمد ﷺ کو کندھے پر اٹھا کے اکیلا آ اب غار میں تنہا آ اور کوئی نہ ہو۔

غار کی تنہائی کے لمحات:

اَلنَّظَرُ اِلیٰ وَجہِ رَسُوْلِ اللّٰہ ......میری آنکھ نبی کے چہرے پر ہو اور کوئی اس وقت نہ ہو اور جب اندر آ گیا ہے......تو مکڑی باہر رہے...... جالا تن اندر نہ آنا......صدیق اکیلے ہی دیکھے گا...... کبوتری انڈے دے...... باہر رہے...... اندر آنے کی اجازت نہیں ......کہ صدیق محبوب کو اکیلے ہی دیکھنا چاہتا ہے......صدیق نے بھی وہ سارے طریقے اور ساری عنایتیں جو اللہ کی طرف سے صدیق کے قلب اطہر پر اتر رہی تھیں......سب راستے ہموار ہوئے۔

دنیا کا اصول:

دیکھنے کا ایک طریقہ یوں بھی ہوتا ہے...... صدیق تو پہلے سامنے بیٹھ کر آقا کا دیدار کرنے لگے...... تو چہرے پر بھی نظر جارہی ہے...... پتھروں پر بھی نظر جارہی ہے...... سوراخوں پر بھی نظر جارہی ہے...... مکڑی کے جالے پر بھی نظر جارہی ہے...... کبوتری کے انڈوں پر بھی نظر جارہی ہے...... باہر کافروں کے پیر نظر آرہے ہیں...... چہرہ بھی نظر آتا ہے...... وہ بھی نظر آرہے ہیں...... صدیق نے کہا...... یہ دیکھنے کا مزہ نہیں آرہا...... اکیلا ہی دیکھوں...... میری نظر ہو اور نبی کا چہرہ ہو اور کچھ نہ ہو...... اور یہ دنیا کا اصول ہے......
نزاکت نازنینوں کو سکھانے سے نہیں آتی...... خدا جب حسن دیتا ہے...... نزاکت آ ہی جاتی ہے...... آداب محبت خود آدمی نہیں سیکھتا...... محبت خود ہی آداب محبت سکھا دیتی ہے...... رب نے سلیقہ سکھایا ہے...... کہ صدیق اب اگر اس مرتبے کو پاتا ہے...... تو ایسا کر تو دامن پھیلا کے بیٹھ گودی بنا۔

نبوت کا سر صدیق کی جھولی میں:

اب آقا کو کہے...... کہ وہ محبوب تیری گود میں آرام کریں...... نبوت کا سر اپنی جھولی میں رکھ...... یوں سامنے دیکھتا تھا...... اب سامنے نہیں...... اب سر کو یہاں گود میں لے آ...... اَلنَّظَرُ اِلیٰ وَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہ...... اب تیری نظر اِدھر اُدھر نہیں جائے گی...... اب تو اپنی نگاہ تو نبی کے چہرے پہ ڈال...... پیغمبر ﷺ کے حسن و جمال کو دیکھ...... نبوت کے خدو خال کو دیکھ...... نبوت کی زلفوں کو دیکھ...... نبوت کے رخساروں کو دیکھ...... نبوت کے ہونٹوں کو دیکھ...... نبوت کے چہرے کو دیکھ...... اب جی بھر کر دیکھ۔

بعض وجدانی باتیں:

اللہ تیری وہ خصوصیت پوری کرنا چاہتے ہیں...... یہ جو تیری تمنا تھی...... کہ۔ اَلنَّظَرُ

اِلٰی وَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہ...... میری نظر ہو...... اور نبی کا چہرہ ہو...... تیسری کوئی چیز نہ ہو...... اب تو ہی بیٹھ کے دیکھ...... اور کوئی نہیں دیکھ سکتا...... یہاں پر تنہا بیٹھ کے دیکھ...... اور اگر مجھے اپنے ذوق میں ایک جملہ کہنے دو۔

بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں...... جو بڑی وجدانی ہوتی ہیں...... صدیق یوں بیٹھ کے دیکھ...... اور تین دن دیکھ ایک لحہ دو لحہ چار لمحے گھنٹہ دو گھنٹے نہیں...... ایک دو دن نہیں...... تین دن رات دیکھ کیوں ہم علماء سے سنا کرتے ہیں کہ قرآن مجید پڑھنے میں آداب یہ ہیں ایک یہ ہے کہ ورتل القرآن ترتیلا قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو دوسرا یہ ہے کہ کم ازکم تین دن میں ایک ختم قرآن مجید کا کرو...... تین دن کا حکم ہے ورنہ تو پانچ چھے گھنٹوں میں بھی قرآن ختم ہو جاتا ہے...... اور کوئی بڑی بات نہیں...... دس منٹ میں ایک طالب علم اگر اچھی روانگی والا ایک پارہ پڑھے...... تو ایک گھنٹے میں چھے پارے پڑھے جائیں...... کہ سات گھنٹوں میں پورا قرآن ختم ہو جاتا ہے...... لیکن حسن یہ ہے...... سکون سے ٹھہر ٹھہر کے ترتیل سے پڑھو...... اور تین دن میں پڑھو...... یہ مستحب اور افضل ہے۔

وجود محمد ﷺ مجسمہ قرآن:

اور اماں عائشہ صدیقہ کہا کرتی تھیں...... لوگو جیسے الحمد سے والناس تک تیس پارے قرآن ہے...... ایسے ہی سر سے پاؤں تک وجود محمد ﷺ مجسمہ قرآن ہے...... یہ علم قرآن ہے اور وہ عملی قرآن ہیں۔ یہ اجمال قرآن ہے...... وہ تفسیر قرآن تھے...... یہ متن قرآن ہے...... وہ تشریح قرآن ہیں۔ یہ ذکر قرآن ہے...... وہ مذکر قرآن ہے...... یہ وعظ قرآن ہے...... نبی واعظ قرآن ہے۔ یہ ہدایت قرآن ہے...... پیغمبر ﷺ ہادی قرآن ہے یہ خاموش قرآن ہے...... نبی بولتے قرآن ہیں

جناب والا یہ وہ قرآن ہے...... جو میری اور آپ کی الماریوں میں رکھا

ہوا ہے......اور وہ وہ قرآن ہے...... جو عائشہ صدیقہ کے حجرۂ اقدس میں آرام کر رہے ہیں...... اوئے قرآن یہ بھی ہے......قرآن وہ بھی ہے...... جیسے اس قرآن کو تم پڑھتے ہو......حکم ہے ......تین دن پڑھو...... وہاں رب نے صدیق کو کہا......اس کو تو ساری دنیا پڑھے گی......محمد ﷺ مجسم قرآن ہیں صدیق اس کو تو بیٹھ کر پڑھ......تین دن تین رات پڑھ رتیل سے پڑھ......ٹھہر ٹھہر کر پڑھ......اس قرآن کو بھی پڑھ...... چہرے پہ بھی نگاہ ڈال

مازاغ البصر بھی پڑھ...... والضحیٰ بھی پڑھ......نبوت کے رخسار بھی پڑھ......

واللیل بھی پڑھ......نبوت کی زلفوں کو بھی دیکھ...... مازاغ البصر بھی پڑھ......نبوت کی نگاہ بھی دیکھ......اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ بھی پڑھ......پیغمبر ﷺ کا سینہ بھی دیکھ......ثِیَابَكَ فَطَهِّرْ بھی پڑھ......اسی طریقے سے نبوت کا قلب اطہر بھی پڑھ......نبوت کا لباس بھی دیکھ......اس قرآن کو بھی پڑھتا جا......اس قرآن کو بھی پڑھنا تیرے مقدر میں ہے......وہ الماریوں میں رکھا ہوا......قرآن پوری امت پڑھے......محمد ﷺ وہ قرآن ہے...... جسے صدیق نے پڑھا ہے......اَلنَّظَرُ اِلٰى وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰه ......علماء مجھے اجازت دیں......تو ایک اور خصوصیت بتاتا ہوں...... کہ یہ خصوصیت صرف صدیق کے گھرانے میں ہے......کہ یا تو صدیق نے اس کو پڑھا ہے یا پوری پوری رات صدیقہ نے اس کو پڑھا ہے جب آقا عائشہ صدیقہ کے حجرے میں ہوتے تھے عائشہ اس کی تلاوت کرتی تھیں نبوت کے خد و خال کو دیکھتی تھیں نبوت کے حسن و جمال کو پڑھا کرتی تھیں......اَلنَّظَرُ اِلٰى وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰه ...... یہ ایک تمنا تھی...... جو صدیق کی پوری ہوئی......تین دن رات حضور ﷺ یہاں ٹھہرے۔

ایک عالم دین کے چہرہ دیکھنے کا ثواب:

لیکن یہ بات یاد رکھو...... یہ محب اور محبوب جہاں بھی اکٹھے ہوں......دشمن نہیں برداشت کر

سکتا..... آقا اندر تھے..... صدیق ساتھ تھے..... اور سر مبارک صدیق کی گود میں ہے.....
حضور ﷺ آرام کر رہے ہیں..... اور یوں سمجھو..... کہ صدیق تلاوت کر رہا ہے..... عبادت
کر رہا ہے..... میاں نبی کے امت کے عالم کا چہرہ دیکھنا عبادت سے کم نہیں۔(۱)

صدیق کی عبادت کا مقابلہ:

اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰه..... حضور ﷺ نے فرمایا..... میری امت کے کسی عالم کو اس نیت سے دیکھتے ہو..... کہ اس کے سینے میں میرے نبی کا علم ہے..... یہ دیکھنا بھی عبادت ہے..... صدیق کی اس عبادت کا کون مقابلہ کرے..... جو صرف نبی کو دیکھتا ہے..... پندرہ صدیوں بعد کسی پیر اور مولوی کو دیکھتے ہو..... تو عبادت سمجھتے ہو..... جس نے دن رات نبی کے چہرے کو دیکھا ہے..... اس کی عبادت کا کیا مقام ہوگا۔

اب صدیق جب اس حسن و جمال کو پڑھتا تھا..... تو کہتے ہیں..... کہ اس غار میں ایک کالا موذی رہتا تھا..... اس کالے نے بھی چکر لگانا شروع کئے..... ادھر سے بھی آیا..... ادھر سے بھی آیا..... ہر طرف سے راستے بند تھے..... ایک جگہ اسے نرم سی محسوس ہوئی..... اس کمینے نے وہیں ڈسا..... توجہ سے بات کو سمجھنا..... جگہ جو نرم تھی..... خیال یہ تھا..... کہ تھوڑا سا رگڑا دوں گا پاؤں ہٹ جائے گا..... میں اندر چلا جاؤں گا۔

سیدنا صدیق کی آنکھ کے اس قطرے کی قیمت:

لیکن اسے یہ پتہ نہیں تھا..... کہ پاؤں کی ایڑھی نرم ضرور ہے..... لیکن یہ استقلال واستقامت کا اتنا کوہ گراں ہے..... اتنا بڑا ہمالیہ ہے..... کہ دنیا تو دب سکتی ہے..... نظام کائنات تو بدل سکتا ہے..... صدیق کا پاؤں نہیں ہل سکتا۔

---

(۱) عن معاوية بن حيدة: من استقبل العلماء فقد استقبلني، ومن زار العلماء فقد زارني، ومن جالس العلماء فقد جالسني فكانما جالس ربي عز وجل (كتاب الفردوس الاخبار ص ۲۵۷ ج ٤

صدیق نے پاؤں اور جمادیا...... اب اس زہر نے اثر کیا...... آنکھوں سے آنسوں آئے آنکھوں سے آنسوں بن کر نیچے اترنے لگے...... صدیق نے جلدی سے سر پہ ہاتھ مارا...... کہ کپڑے سے آنسو پونچھوں...... آقا کی آنکھ نہ کھلے...... محبوب کو آرام رہے...... لیکن عجیب بات تھی...... پگڑی کو پہلے پہاڑ کے سوراخوں میں دے چکے تھے...... پھر خیال آیا...... کہ کرتے سے بند کروں اس بارے میں دو روایتیں ہیں...... ایک ہے کہ کرتہ پھاڑ کے دے دیا تھا...... بغیر کرتے کے تھے...... دوسرا یہ ہے...... کہ کرتا یوں جھولی میں تھا...... اور حضور ﷺ کا سر کرتے کے اوپر تھا...... اب کرتے کو کھینچیں...... تو نبی جاگتے ہیں...... اور نبی کو جگانا یہ بات برداشت نہ تھی...... ہاتھوں سے آنسوں پونچھنے لگے...... تو اللہ کی تقدیر کا فیصلہ تھا...... ابوبکر ہاتھ روک تیرے اس آنکھ کے اس قطرے کی قیمت لگانا چاہتے ہیں۔

دو صحابیوں کے قطروں کی قیمت:

نبی کے صحابہ میں دو آدمی ایسے ہیں...... جن کے قطروں کی اللہ نے قیمت لگائی...... ایک عثمان کے خون کے قطرے کی قیمت جس کی پوری زندگی قرآن کے ساتھ گزری ہے...... کلمہ پڑھا...... تو سامع قرآن...... زندگی گزاری...... تو قاری قرآن...... دور حکومت گزرا...... تو ناشر قرآن...... جب دنیا سے رخصت ہوئے...... تو شہید قرآن......

اللہ نے اس کے خون کی قیمت لگائی...... جب خون کے قطرے قرآن نے اپنے دامن میں لئے...... تاکہ قیامت کے دن قرآن عثمان کے خون کی گواہی پیش کرے......

ایک صدیق کی آنکھ کا قطرہ تھا...... جو ہر وقت نبی کے دیدار میں بے تاب تھا...... جب اس محبت کے عروج پہ پہنچا...... تو امتحان بھی وہیں ہوا...... اب یہ آنسو آئے...... اور رخ انور رسول پر جب گرے...... محبوب کی آنکھ کھل گئی...... حضور ﷺ نے فرمایا...... کیا ہوا صدیق اپنی جگہ پر پکا ہے...... اس موذی کو جو پیچھے ہٹائے ہوئے تھے۔

جوصدیق کا دشمن وہ نبی کا دشمن:

اور یہ بھی بڑی عجیب بات ہے...... کہ ہمارے بعض جاہل پاگل قسم کے لوگ اپنی تقریروں میں کہتے ہیں...... کہ تین سو سال سے یہ سانپ بیٹھا ہوا تھا...... پھر سانپ کو پتہ چل گیا تھا......(۱) کہ حضور ﷺ ہجرت کریں گے...... یہاں آ کے ٹھہریں گے...... وہ حضور ﷺ کے دیدار کے لئے کھڑا تھا...... یہ بالکل جھوٹ ہے اس کی پہلی وجہ یہ ہے...... کہ اس کو پہلے پتہ کیسے چل گیا تھا...... دوسری بات یہ ہے...... نورالحسن شاہ بخاری کہا کرتے تھے...... پاگلو جو صدیق کا دشمن ہو...... وہ نبی کا خیر خواہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ڈسے صدیق کو...... اور تم کہو...... نبی کی محبت میں دیکھ رہا تھا...... نبی کے رفیق کا دشمن ہے...... نبی سے محبت ہے...... یہ کیا محبت ہے...... یہ نہیں ہو سکتا...... ڈسا کیوں...... اس لئے...... کہ اس موذی اور بے ایمان نے نبی اور صدیق کو اکٹھا دیکھ کے برداشت نہیں کیا...... آج کے بد بخت اور بے غیرت بھی نبی اور صدیق کو اکٹھا دیکھ کے برداشت نہیں کرتے...... اس بے غیرت نے بھی نبی اور صدیق کو اکٹھا دیکھ کے برداشت نہیں کیا...... لیکن صدیق نے تو یہ عمل ظاہر کیا...... کہ جہاں نبی اور صدیق اکٹھے ہیں...... وہاں موذیوں کے داخلے بند کیے ہیں...... وہ اندر آنا بھی چاہتا تھا...... تو صدیق نے نہیں آنے دیا...... کپڑے بھی پھاڑ کے دیئے...... سوراخ بھی بند کئے ہیں...... اپنے پاؤں کی ایڑھیاں بھی دے دی ہیں۔

---

(۱) یہ واقعہ بکھرے موتی کتاب میں کہ سانپ حضرت عیسیٰ کے حواریین میں سے تھا اس نے خواہش ظاہر کی تھی کہ میں نبی آخر الزمان کو دیکھوں اس نے اللہ سے درخواست کی وہاں سے جواب ملا اس حالت اور اس صورت میں تو نہیں دیکھ سکتا تم چاہو تو ہم تم کو سانپ بنادیں حضور ﷺ ہجرت کریں گے آپ غار میں ٹھہریں گے وہ غار میں ٹھہرا رہا وہ سانپ جو کئی صدیوں سے وہاں ٹھہرا ہوا تھا اس نے کہا اللہ کے نبی اب دیدار کا وقت آیا تم نے پیر ازالیا تفصیل کے لئے یہ واقعہ دیکھیں۔ (بکھرے موتی ص ۲۰۶ ج ۱ مطبوعہ مکتبہ مدنیہ راولپنڈ

)اس واقعہ کا کوئی حوالہ معتبر کتاب سے موجود نہیں

لہ بٹھادیا...... کہ جہاں نبی اور صدیق کا تعلق ہوگا...... وہاں یہ کالا دشمن نہیں آسکے گا
اس لئے جہاں تم ہو وہاں نہیں آسکے گا...... تمہاری نسل میں اس کا کیا کام ہے......
فاقہ کے بیٹھ گئے...... صدیق کیا ہوا کہا ایسا لگتا ہے...... پاؤں پہ کسی چیز نے ڈسا ہے۔

ا کے لعاب دہن کا اثر:

حدیث میں آتا ہے...... حضور ﷺ نے فرمایا...... گھبرانہ...... اگر ڈسنے والا سانپ ہیں سے آگیا ہے...... تو تریاق تو پہلے سے موجود ہے...... لعاب دہن رحمت کائنات نے لگایا...... اللہ نے صدیق کو شفاء عطا کی...... یہ ایک مستقل عنوان ہے...... اس پر پھر کبھی میں گفتگو کروں گا...... اس وقت جو اگلی بات کہنا چاہتا ہوں...... اس کی طرف توجہ کریں......
تین دن آقا یہاں رہے...... اور اسماء بنت ابی بکر تینوں دن رسول اللہ کے پاس اور اپنے باپ ابوبکر کے پاس کھانا لے کر آتی ہے...... کتابوں میں لکھا ہے...... کہ سیدہ اسماء کی حالت یہ تھی...... پیشانی پہ پٹی باندھی ہوئی تھی...... ماتھے پہ خون رس رہا تھا...... ہونٹ پھولے ہوئے تھے...... دانت ٹوٹا ہوا تھا...... کان پر تھپڑ لگنے کی وجہ سے بالی دور جا پڑی...... اب اسماء کا چہرہ اس کی وجہ سے متاثر تھا...... کہ پہنچانی نہ جاتی تھیں...... تو اسماء نے اپنا منہ لپیٹا ہوا تھا...... اور لپیٹ کر اس چھے ہزار فٹ کی بلند پہاڑی پہ آئی...... جب کھانا سامنے آکے رکھا...... اللہ کے نبی کی نگاہ اسماء کے چہرے پہ پڑی...... حضور ﷺ نے فرمایا...... بیٹی اسماء یہ چہرہ چھپا ہوا کیوں ہے...... منہ لپٹا ہوا ہے...... خیر ہے کیا ہوا ہے...... اسماء چپ پھر فرمایا بیٹی بتا کیا بات ہے...... بی بی خاموش ہے۔

علماء نے لکھا ہے...... حضور ﷺ نے یوں ابوبکر کی طرف دیکھا...... ابوبکر نے نہایت ادب سے اپنا سر نیچے کر لیا...... حضور ﷺ نے فرمایا...... ابوبکر بتاتے نہیں کیا بات ہے...... صدیق اپنی بیٹی سے پوچھ کیا راز ہے...... بتاتی کیوں نہیں...... حضرت ابوبکر صدیق

نے کہا...... بیٹی بتا دے...... اب نہیں بتائے گی...... تو کب بتائے گی...... اسماء نے کہا ابو میں بتاؤں...... یا چہرہ کھول کر دکھاؤں۔

ابوجہل کا ظلم:

کتابوں میں لکھا ہے...... اسماء نے جب اپنے چہرے سے کپڑے کو ہٹایا...... تو پورا چہرہ اس تھپڑ کی وجہ سے سیاہ تھا...... نشان تھا...... کان پھٹا ہوا تھا...... ہونٹ پھولا ہوا تھا...... دانت ٹوٹا ہوا تھا...... اسماء بول نہیں سکتی تھی...... کہا ابوجہل ظالم آیا تھا...... اس نے مجھے تھپڑ مارا ہے...... اس کے ساتھ محلے کے لوگ جمع تھے...... اتنی زوردار طمانچہ تھا...... وہ سارا واقعہ سنایا...... محبوب میں نے اپنا راز نہیں بتایا...... اس وقت میں نے کھانا تیار کیا...... اور خدمت میں لے آئی ...... حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے...... حضور ﷺ نے فرمایا...... ابوبکر اللہ تیرے حال پر رحم کرے...... محمد ﷺ تیری کس کس وفا کا بدلہ دے گا...... صدیق غار میں تو وفا کر رہا ہے...... گھر میں تیرا خاندان وفا کر رہا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا...... ابوبکر مجھے اب تیری وہ بات یاد آتی ہے...... جس وقت میں نے کہا تھا...... ان بچوں کو اٹھا میں نے راز کی بات کرنی ہے...... تو تو نے کہا تھا...... اهلی اهلك ...... یہ میرا خاندان نہیں...... پیغمبر ﷺ تیرا خاندان ہے...... جو بات میرے سینے میں راز ہے...... وہ ان کے سینے میں بھی راز رہے گی...... واقعی وفا کی انتہاء ہوگئی ہے...... راز کو راز بنا کر پیش کیا...... یہ ایک دوسری قسط ہجرت کے حوالے سے ہے۔ آگے ایک مستقل سفر ہے...... انشاء اللہ آئندہ جمعہ میں شروع کروں گا...... حضور ﷺ کے مدینے کے داخلے تک اگلے جمعہ گفتگو ہوگی...... اللہ ہم سب کو حضور ﷺ کی سچی محبت نصیب کرے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن

ہجرت رسول ﷺ اور اس کی برکات

خطبہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَآئِرِالْاُمَمِ...... بِرِسَالَۃِ مَنِ اخْتَصَّہٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاہِرِ الْحِکَمِ ......وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ...... مَا نَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِہٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ ...... اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ......بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ......وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ رَؤُوْفٌ بِالْعِبَادِ......عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَّاءَ قَالَ لَمَّااَقْبَلَ النَّبِیُّ ﷺ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ تَبِعَہٗ سُرَاقَۃُ بْنُ مَالِکٍ جُعْشَمٍ فَدَعَاعَلَیْہِ النَّبِیُّ ﷺ فَسَاخَتْ بِہٖ فَرَسُہٗ قَالَ اُدْعُ اللّٰہَ لِیْ وَلَآاَضُرُّکَ فَدَعَالَہٗ قَالَ فَعَطِشَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَمَرَّبِرَاعٍ قَالَ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ فَاَخَذْتُ قَدَحًا فَحَلَبْتُ فِیْہِ کُثْبَۃً مِّنْ لَّبَنٍ فَاَتَیْتُہٗ فَشَرِبَ حَتّٰی رَضِیْتُ(۱) ......صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمِ...... وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ...... وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاہِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ...... وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تمہید:

لائق صد تعظیم وتکریم......واجب الاحترام بزرگو......دوستو اور بھائیو!......

ہجرت کا ایک حصہ جسے میں نے گذشتہ جمعہ کو بیان کیا تھا......کہ دونوں عظیم المرتبت شخصیتیں اور ہستیاں گھر سے نکلیں......اور غار تک پہنچیں......ان میں ایک انبیاء کے سردار اور ایک امت کے سردار تھے......ان دونوں نے غار ثور میں تین دن تک قیام کیا۔

(۱) صحیح البخاری ص ۵۵۵ ج ۱

تین دن اور تین راتیں وہاں پر گزاریں...... غار کے اندر کے انوکھے نرالے عجیب وغریب مختلف قسم کے واقعات سیرت کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں...... ان میں سے بہت سارے واقعات میں نے آپ حضرات کے سامنے گزشتہ جمعوں میں گوش گزار کئے ہیں۔

سیدنا صدیق اکبر کی بے تابی کا عالم:

ان میں ایک اور عجیب واقعہ جو سیرت حلبیہ میں نقل ہے...... وہ یہ ہے...... کہ حضرت ابوبکر صدیق حضور ﷺ کی محبت میں اس بے تابی کے ساتھ تین دن رات پہرہ دیتے رہے...... کہ محبوب کو آرام کرایا...... اور صدیق خود جاگتے رہے...... آدمی زیادہ جاگے...... تو فطری طور پر آدمی کو خشکی بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔

مقام صدیق خدا کی نظر میں:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا صدیق کیا بات ہے...... تم پر تو خشکی کے آثار ہیں...... کہا اللہ کے نبی مجھے پیاس بہت لگ رہی ہے...... حضور ﷺ نے فرمایا...... اچھا اٹھو...... اس غار کے اس کونے میں جاؤ...... غار کھلی تھی...... فرمایا وہاں پر ایک پانی رکھا ہوا ہے...... وہ تم پی لو...... ابوبکر صدیق کہتے ہیں...... جب میں وہاں پر پہنچا...... تو جیسے کوئی پتھر کا پیالہ ہو...... اس طریقے سے ایک پیالہ ہے...... اور اس میں پانی رکھا ہوا ہے...... میں نے اس پانی کو اٹھا کر جب اپنے منہ کے قریب کیا...... اور حضور ﷺ نے فرمایا...... صدیق یہ تیرے لئے ہے ...... اور تو نے یہ پینا ہے...... جب میں نے وہ پیالہ اپنے منہ کے قریب کیا...... تو میں حیران ہو گیا...... کہ مشک وزعفران کی خوشبو سے بھی زیادہ خوشبودار اور دودھ سے بھی زیادہ سفید شہد سے بھی زیادہ میٹھا تھا...... میں نے جب اس کو پینا شروع کیا...... تو زندگی میں میں نے ایسا پانی کبھی نہ پیا تھا۔

جنت کی نہروں کا پانی:

حضور ﷺ نے فرمایا...... سارا پانی پی لو...... فرمایا میں نے سارا پانی پی لیا...... اور اس کے بعد میں نے پیالہ وہاں رکھ دیا...... رحمت کائنات نے فرمایا...... کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس فرشتہ کو حکم دیا ہے...... کہ جو جنت کی چار نہروں پر اللہ کی طرف سے مامور اور متعین ہے...... اور جو نہروں کے چلانے کا نظام اللہ نے اس فرشتہ کے قبضے میں دیا ہوا ہے...... اللہ نے اس کو حکم دیا ہے...... کہ جنت کی ان چاروں نہروں کا مغز کہ جنت کے اندر شہد کی نہر بھی ہوگی...... دودھ کی نہر بھی ہوگی...... سفید پانی کی نہر بھی ہوگی...... شرابا طہورا کی نہر بھی ہوگی...... اور ان چاروں کا مجموعہ حوض کوثر ہوگا...... اور جو حوض کوثر ہے...... یہ اس کے پانی کی خاصیت ہے...... کہ وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا ہوگا...... شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا...... اور دودھ سے زیادہ سفید ہوگا...... ایک مرتبہ پئے گا...... تو پھر کبھی اسے پیاس کا احساس نہیں ہوگا...... فرمایا اللہ نے اس فرشتے کو حکم دیا ہے...... کہ ان نہروں کے پانی کو اکٹھا کر کے ابوبکر صدیق کے حصے میں رکھ دے۔

سیدنا صدیق اکبر کہتے ہیں...... کہ میں نے یہ پانی لیا...... تو اللہ کے محبوب نے جب یہ بات بتائی...... تو حیرت سے ابوبکر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا...... کہ اے اللہ کے رسول کیا اللہ کے نزدیک میرا یہ مقام ہے...... کہ دنیا میں مجھے ایسا پانی پلایا گیا ہے۔

امت محمدیہ کیلئے واجب:

حضور ﷺ نے فرمایا...... ابوبکر اللہ تجھ سے جو دین کی خدمت کا کام لے رہے ہیں...... میری محبت اور وفا کا جو تجھ سے کام لے رہے ہیں...... اور یہ جو تیری قربانیاں ہیں...... اس کا صلہ اللہ نے تجھے دنیا میں بھی عطاء کیا ہے...... آخرت میں بھی عطاء کرے گا...... اور ساتھ ہی یہ فرمایا...... کہ میری امت پر اللہ نے واجب کیا ہوا ہے...... کہ ہر وہ شخص جو

مجھ محمد کا کلمہ پڑھے......وہ ابوبکر کا احترام ضرور کرے......(۱) اگر صدیق کی عزت نہیں کرے گا......(اگلا جملہ بڑا سخت ہے) اگر چہ ستر نبیوں کی عبادتوں کے برابر اس آدمی کی عبادتیں ہوں......ابوبکر کی محبت اس کے دل میں نہیں ہے......تو وہ جہنم کا ایندھن بنے گا...... جنت میں نہیں جائیگا۔

سیدنا ابوبکر کہتے ہیں......کہ تین دن رات وہاں گزرے......یہ جو میں نے ایک جملہ کہا ہے......کہ ستر نبیوں کی عبادت قطعاً آپ اس سے کوئی اور مفہوم نہ لے لینا...... نبی کی عبادت کا بہت اونچا مقام ہے...... عام آدمی نبی جیسی کیسے عبادت کر سکتا ہے...... ایک بات! دوسرا یہ ستر نبیوں کی عبادتیں ایک طرف کیا ابوبکر کا شان اس سے بھی زیادہ ہے...... یہ بات نہیں ہے......اس مفہوم کو ذرا حوصلے کے ساتھ سمجھئے۔

ایک بات تو یہ ہے......کہ عبادت کا ایک انداز یہ ہوتا ہے......مثلاً نبی کریم ﷺ نے تہجد کی آٹھ رکعتیں پڑھیں......اب یہ نبی کی عبادت ہے......ایک آدمی روزانہ ساری ساری رات نوافل پڑھے......بیس رکعتیں بھی کھڑے ہو کر پڑھے......آٹھ کی بجائے جناب سولہ رکعتیں پڑھ لیتا ہے......بیس رکعتیں پڑھ لیتا ہے......اب ظاہراً تو وہ نبی جیسی عبادت کر رہا ہے......کہ پیغمبر ﷺ نے بھی وہ عبادت کی ہے......اس نے بھی عبادت کی ہے......نبی نے بھی اس دن روزہ رکھا ہے......اس نے بھی پیغمبر ﷺ کی اقتداء میں اسی دن روزہ رکھا ہے......اس طریقے سے اللہ کے نبی کے ارشاد کا مقصد یہ تھا......کہ اگر مختلف عبادتیں ستر نبی کرتے رہیں...... اور یہ آدمی ان نبیوں کی اداؤں کو پورا کرنا شروع کردے......وہ ساری کی ساری ادائیں پوری کرنا شروع کردے......اور ان کی اتباع کرنا شروع کردے......ستر نبیوں والی عبادتیں اکیلے کرنا شروع کردے۔

---

(۱) سیرت حلبیہ

یہاں بقیہ نبوت کے درجے کو تو نہیں پہنچ سکتا...... لیکن رکعتیں وہاں بھی دو پڑھی گئیں...... یہاں بھی دو پڑھی گئیں...... روزہ وہاں بھی ایک رکھا گیا...... یہاں بھی ایک رکھا گیا...... اس والے سے ان کی اتباع تو کہلائے گی...... یعنی ستر نبیوں کی اتباع بھی کر لے...... لیکن محمد کے صدیق کی محبت اس کے سینے میں نہیں ہے...... یہ جہنم کا ایندھن بنے گا...... یہ جنت میں نہیں جاسکتا...... اس لئے اصحاب رسول کی محبت ایمان کی جان ہے...... یہ ایک مستقل عنوان ہے...... اس موضوع کو میں ابھی میں نہیں چھیڑتا۔

تین دنوں کے بعد غار ثور سے روانگی:

صدیق اکبر کہتے ہیں...... تین دن کے بعد ہم وہاں غار سے نکلے...... اللہ کے نبی کی خدمت میں اب جو اگلا سفر شروع ہوتا تھا...... اونٹنیوں پر سواری کی گئی...... چار آدمیوں کا قافلہ چلا...... سیدنا ابوبکر صدیق جناب سرور کونین امام الانبیاء تیسرا آدمی ابوبکر صدیق کا غلام عامر بن فہیرہ اور چوتھا آدمی عبداللہ بن اریکب نامی ایک شخص تھا...... جس کو صدیق اکبر نے پیسے دیئے تھے...... (۱) یہ شخص اس وقت مسلمان نہیں تھا...... نام اس کا یقیناً اسلامی ہے...... عبداللہ ابن اریکب حضرت ابوبکر صدیق نے اس کو کہا تھا...... تمہاری ذمہ داری یہ ہے...... کہ جس راستے سے آج ہم سفر کرنا چاہتے ہیں...... ایک مدینے کا عام مشہور راستہ ہے جو اس وقت وہ لوگ طے کیا کرتے تھے...... وہ بدر والا راستہ تھا...... بدر کے راستے سے جاتے تھے...... ایک دوسرا راستہ تھا...... جو بالکل پہاڑی علاقہ تھا...... سنگلاخ راستہ تھا...... تنگ و تاریک راستہ تھا...... عام لوگ اس راستے سے سفر نہیں کر سکتے تھے...... ہاں جو خواص حضرات یا جو چھپے ہوئے لوگ سفر کرتے ہیں...... وہ لوگ اس راستے سے سفر کرتے۔

---

(۱) اس شخص کو راستہ طے ہونے کرکے لیا گیا تھا مدینہ کی طرف یہ سفر ربیع الاول بروز دوشنبہ ۱۶ ستمبر ۶۲۲ء کو روانہ ہوئے (البدایہ والنہایہ ص ۲۴۷ ج ۲ اردو)

یا اس قسم کے لوگ جو راتوں کو قافلے لے کر جایا کرتے تھے...... وہ لوگ اس قسم کے راستے سے سفر کرتے...... کیونکہ رہبری کے طور پر وہ اس راستے کو جانتے تھے...... حضرت ابوبکر صدیق نے اسے کہا تم نے ہمیں عام مشہور راستے سے نہیں لے کر جانا...... اس لئے کہ اللہ کی امانت میرے پاس ہے...... میں چاہتا ہوں...... یہ امانت محفوظ رہے...... ایسا نہ ہو کہ کوئی دشمن ہمیں دیکھ لے ہمیں اس خاص راستے سے لے کر جانا اس راستے سے ہم سفر کرنا چاہتے ہیں۔

مدینہ کا کٹھن راستہ:

اب وہ اس راستہ کو وہی شخص صرف عبداللہ ابن اریکب جانتا تھا...... آج کل جہاں مکۃ المکرمہ سے مدینہ طیبہ جائے ...... اور جو موجودہ شاہراہ بنی ہوئی ہے...... اس سڑک کا نام بھی شاہراہ ہجرت ہے...... اسی راستے سے اللہ کے نبی نے سفر کیا تھا...... آج جو دوست حج کر کے آئے ہوئے ہیں...... یا جن لوگوں کو یہ سعادت نصیب ہوتی ہے...... وہ اس راستے کو بھی جا کر دیکھیں...... مکۃ المکرمہ سے مدینہ طیبہ اگرچہ اس راستے کی نسبت یہ شاٹ کٹ راستہ ہے...... راستہ تو تھوڑا ہے...... لیکن وہ بدر کا راستہ سیدھا تھا وہاں پر راستہ بھی تھا...... سڑک بھی تھی...... اور سواری کے چلنے کا انتظام بھی تھا...... لیکن یہ جو راستہ جہاں سے اب عبداللہ بن اریکب حضور اکرم ﷺ اور صدیق اکبر کو لے کر جانا چاہتے تھے...... اس راستے سے جو لوگ اب بھی گزرتے ہیں...... وہ اس حقیقت کو سمجھتے ہیں ...... کہ سعودی حکومت نے اربوں کھربوں روپیہ ڈالر اور ریالوں کے حساب سے اس پہ خرچ کر کے بڑے لمبے لمبے پل تعمیر کئے...... ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ تک وہاں بڑے مضبوط پل بنا کر ان کے اوپر سڑک بنائی ہے...... اب آج سے چودہ سو سال پہلے کا تصور ذہن میں رکھو...... کہ جب کوئی راستہ نہیں تھا...... بڑے اونچے پہاڑ تھے...... محبوب ایک پہاڑ سے نیچے اترتے

ہوں گے...... پھر دوسرے پہاڑ پر چڑھائی چڑھتے ہوں گے...... سینکڑوں ہزاروں میل فٹوں کی بلندی پر جانا ہوتا تھا...... پھر نیچے اترنا پڑتا تھا...... اب یہ سارا سنگلاخ راستہ پہاڑوں کا راستہ تنگ وتاریک راستہ بے راہ راستہ جس پر کوئی ایسی شاہراہ متعین نہیں ہے...... اس راستے سے وہ لے کر گیا تھا۔

اور یہی وہ راستہ اللہ کو اتنا پسند آیا...... محبوب کا وہ سفر اتنا عظیم بنا...... کہ اب تک جتنے لوگ اب جاتے ہیں...... اب یہ ساری دنیا اس راستے سے سفر کرتی ہے...... کبھی مکے سے مدینے جاتے ہوئے...... تھوڑا سا یہ تصور کر لیا کرو...... ۔اس لئے اس سڑک پہ ہر جگہ لکھا ہوا ہوتا ہے...... صَلُّوْا عَلَى النَّبِيِّ اُذْكُرُوْا اللّٰه ۔

اللہ کے نبی پر درود پڑھتے جاؤ...... اللہ کا ذکر کرتے جاؤ...... قرآن کی تلاوت کرتے جاؤ...... یعنی ہر جگہ پہ بورڈ لگے ہوئے۔ ہوتے ہیں...... اور یقیناً جو لوگ اس وقت مدینے کی طرف جا رہے ہوتے ہیں...... ان کی زبان پر درود وسلام کے ترانے بھی ہوتے ہیں...... اور مدینے کا سفر بھی طے ہو رہا ہوتا ہے...... پھر تھوڑا سا اگر یہ تصور ہو...... کہ پندرہ صدیاں پہلے وہ قافلہ جو نبی اور صدیق پر مشتمل تھا...... امام الانبیاء جس کی قیادت کر رہے تھے...... صدیق اکبر جس میں خدمت کے طور پر ساتھ تھے...... عامر بن فہیرہ غلامی کے انداز میں اس میں شامل تھے...... عبداللہ ابن اریکب جو رہبری کے طور پر کام کر رہا تھا......(۱) یہ قافلہ جہاں سے گزرا تھا...... اب جتنے حاجی جاتے ہیں...... ۔اس راستے سے گزرتے ہیں...... اگر یہ تصور کر لیا جائے...... تو یہ حقیقت ہے...... کہ رسول اللہ کی راہ پر چلنے کا ایک حسین منظر آنکھوں میں گھومتا ہے...... وہ ایک محبت سی پیدا ہوتی ہے...... کہ پندرہ صدیوں پہلے نبی جہاں سے گزرے تھے آج ہر امتی کو وہاں سے گزرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے

---

(۱) البدایہ والنہایہ ص ۱۸۱ ج ۳

حسین ترین راستہ ہے...... اُس وقت سنگلاخ ترین راستہ تھا...... آج بہترین شاہراہ ہے...... اُس وقت تنگ وتاریک راستہ تھا...... آج سیدھا راستہ ہے...... پندرہ صدیوں پہلے ہزاروں فٹ پہاڑوں کی بلندی پر چڑھ کر اترتے تھے...... پھر چڑھتے تھے...... پھر اترتے تھے...... پھر چڑھتے تھے...... پھر اترتے تھے۔

اللہ کے نبی نے یہ صفر المظفر کے مہینے میں صفر کے آخری دنوں میں یہ سفر شروع کیا...... تقریباً دس بارہ روز تک یہ سفر طے ہوتا رہا...... ربیع الاول کے مہینے میں بارہ تاریخ کو اللہ کے نبی مدینے کے قریب قباء کے مقام پر پہنچے ہیں...... اب آپ اندازہ کریں...... اتنا لمبا راستہ کتنا عجیب تھا۔(۱)

حضور ﷺ کی نشاندہی پر انعام:

اسی راستے میں کئی واقعات پیش آئے...... سب سے پہلا مرحلہ یہ پیش آیا...... کہ حضور ﷺ جونہی غار سے باہر نکلے...... ایک شخص سراقہ بن مالک نامی اس کو یہ لالچ تھا...... کہ ایک اونٹ ملے گا...... جو محمد رسول اللہ ﷺ کی نشاندہی کریگا...... اسے بہت بڑی سرداری کا اعزاز دیا جائے گا...... ان اونٹوں کے لالچ میں ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر آیا...... اور جونہی قریب آیا...... ابوبکر صدیق کہتے ہیں...... میں حیرت میں رہ گیا...... کہ اس کے گھوڑے نے اگلے پاؤں اتنے اونچے کئے...... کہ بالکل کھڑا ہو گیا...... جس طریقے سے گھوڑا جذبات میں یا بعض دفعہ بے سکونی میں آکر پاؤں اوپر کر لیتا ہے...... اپنے دونوں پاؤں جب اس نے کھڑے کئے...... تو سراقہ وہاں سے دھڑام زمین پہ نیچے جا گرا۔

---

(۱) فتح الباری ص۱۶۸ ج۱۔ ۸ ربیع الاول ۱۳ نبوت بروز دوشنبہ ۲۳ ستمبر ۶۲۲ مطابق تشری ۳۸۲ یہود تھی کہ آپ مقام قباء میں پہنچے دیکھئے سرور المحزون شاہ ولی اللہ۔ الصحیح البخاری ص ۵۵۵ ج ۱۔ تفسیر علامہ ابی السعود ص ۱۵۲ ج ۸۔ زاد المعاد ص ۲۵ میں ۱۲ ربیع الاول کو دوشنبہ لکھا ہے یہ غلط ہے رحمۃ للعالمین ص ۱۳۶ ج ۱۔

اٹھا اس نے گھوڑے کی لگام کو پکڑا...... اسی نے جھٹکا دیا...... گھوڑا سیدھا ہوا...... پھر یہ بڑھنے لگا...... اب گھوڑا زمین میں نیچے دھنسا...... وہ گھٹنوں تک زمین کے اندر نیچے چلا گیا

سراقہ بن مالک کا رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں گر جانا:

حضرت ابوبکر صدیق کہتے ہیں...... کہ میں حیرت میں تھا...... کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے...... میں نے اللہ کے نبی کو کہا...... قَدْ اَدْ رَكَ السُّرَاقَه

محبوب یہ سراقہ بن مالک تو ہمارا مخالف ہے...... تین دن ہم چھپے رہے...... اس نے تو ہمیں دیکھ لیا ہے...... اللہ کے نبی نے پھر اس پر نظر ڈالی...... اب یہ تیسری مرتبہ جب رحمت کائنات کی یہ نگاہ پڑی...... اب گھوڑا بھی زمیں میں دھنس گیا...... اور سراقہ بھی نیچے زمین پر گرا...... پھر اٹھا تو اس کے جسم پہ جیسے چوٹیں لگ جاتی ہیں...... اس کو چوٹ لگی...... چہرہ خاک آلود ہو گیا...... اور گھوڑے کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں آ کر گر گیا۔

اس نے کہا...... مجھے اللہ کے لئے معاف کر دیجئے...... میں آپ کی دشمنی مول نہیں لینا چاہتا...... میرے لئے دعا کیجئے...... میں بھی بچ جاؤں...... میرا گھورا بھی سلامت بچ جائے...... میں آیا تو کسی اور کام کے لئے تھا...... میں اس لالچ میں پھنس کے آیا ہوں...... کہ سو اونٹوں کا انعام مجھے ملے گا...... لیکن مجھے معلوم نہ تھا...... میرے ساتھ کیا ہوگا...... اللہ کے نبی نے اس کی طرف دیکھ کر مسکر کر فرمایا...... سراقہ تو اونٹوں کی لالچ میں مجھے گرفتار کرنے کے لئے آیا ہے...... میں تو تجھے اپنے غلاموں کی فہرست میں دیکھ رہا ہوں۔

سراقہ تو میری دشمنی کے لئے آیا ہے...... میں تو تجھے اپنے یاروں کی صف میں دیکھ رہا ہوں...... سراقہ تو مجھے ختم کرنے کے منصوبے میں آیا ہے...... میں تو کسریٰ شہنشاہ

کے کنگن تیرے ہاتھوں میں دیکھ رہا ہوں..... سراقہ بن مالک کہتا ہے..... میں حیران ہو گیا
..... اللہ نے اس کو عظمت بخشی..... دل مسلمان ہو گیا۔(۱)

سراقہ بن مالک کا قبول اسلام:

بعض علماء نے لکھا ہے..... کہ وہیں پر اس نے کلمہ پڑھ لیا..... لیکن اہل مکہ کے سامنے چھپا کے رکھا..... بعد میں اس نے فتح مکہ کے بعد اظہار کیا..... بعض علماء کہتے ہیں..... کہ وہاں سے اسی وقت دلی طور پر مطمئن ہو کر مسلمان ہو کر وہاں سے چلا گیا..... اب جب یہ واپس گیا..... تو راستے میں اور کافر اس کو ملے..... جو اس طرف آ رہے تھے..... دل اس کا مطمئن ہو چکا تھا..... کلمہ یہ پڑھ چکا تھا..... رسول اللہ ﷺ کا گرویدہ بن چکا تھا..... اب اس سراقہ بن مالک کو انہوں نے کہا..... کہ بھائی ہم ادھر محمد ﷺ کو تلاش کرنے کے لیے جا رہے ہیں تو اس دور میں وہ لوگ کافر تھے..... لیکن کافروں میں بھی بعض دفعہ صداقت تھی..... اور یہ تو ویسے بھی کلمہ پڑھ چکا تھا..... اللہ کے نبی کا چہرہ دیکھنے کے بعد اس کی زبان پر جھوٹ کا آنا ناممکن تھا..... انہوں نے پوچھا تو کہاں گیا تھا..... اب یہ ان کو بتانا نہیں چاہتا تھا..... کہ میں کہاں گیا تھا اور یہ راز بھی بتانا نہیں چاہتا تھا..... کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے دیکھا ہے..... لیکن جھوٹ بھی نہیں بول سکتا تھا..... یہ کہتا کہ میں نے نہیں دیکھا۔(۲)

---

(۱) سراقہ اپنے دادا جعشم کی نسبت سے سراقہ بن جعشم مشہور ہے سراقہ بن جعشم مدلجی کنانی ہے علاقہ رابغ پر اسکا قبیلہ قابض تھا الاستیعاب میں ہے کہ جب سراقہ واپس ہونے لگا تو نبی علیہ الصلوۃ نے فرمایا سراقہ اس وقت تیری شان کیا ہو گی جب تیرے ہاتھوں میں شاہی کنگن پہنائے جائیں گے سراقہ واقعہ احد کے بعد مسلمان ہو گئے حضرت عمر فاروق کے عہد میں جب مدائن فتح ہوا اور کسری کا تاج مرصع زیورات فاروق اعظم کے سامنے پیش ہوئے تو امیر المومنین نے سراقہ کو بلایا اور اس کے ہاتھوں میں سوار کسری کے کنگن پہنائے اور زبان سے فرمایا اللہ اکبر اللہ کی شان بڑی ہے کہ کسری کے کنگن سراقہ عرابی کے ہاتھوں میں پہنائے

(۲) صحیح البخاری ٥٥٤ ج ١ عن عائشہ۔ مستدرک حاکم ص ٦ ج ٣۔ فتح الباری ص ١٨٧ ج ١

سراقہ بن مالک کی کافروں سے ملاقات:

اب کافروں نے پوچھا سراقہ تو کہاں گیا تھا...... یہ ان کو کہتا ہے...... کہ تم ادھر کہاں محمد ﷺ کو تلاش کرنے جارہے ہو...... انہوں نے کہا...... ہاں کہنے لگا...... تم اس کو تلاش کرنے نہ جاؤ...... میں اسے دیکھ آیا ہوں...... (آپ جملہ نہیں سمجھ رہے) تم اسے تلاش کرنے نہ جاؤ میں اسے دیکھ آیا ہوں...... یہ نہیں کہا...... میں دیکھ آیا ہوں...... محمد ﷺ نہیں ملے...... میں دیکھ آیا ہوں...... یہ بات تو سچ تھی...... کہ وہ دیکھ کے آیا تھا...... اب اس نے ایسی کنایۃً بات کہی ایسے مفہوم سے گفتگو کی...... کافر یہ سمجھے...... کہ شاید یہ کہتا ہے...... کہ میں دیکھ آیا ہوں...... محمد ﷺ نہیں ہیں...... یہ اپنی جگہ پر سچ کہہ رہا تھا...... کہ تم محمد ﷺ کے پیچھے نہ جاؤ...... میں دیکھ آیا ہوں۔

اب وہ کافر وہیں سے واپس چلے گئے...... یہ بھی اللہ کی مدد کا ایک حسین شاہکار تھا...... اِلَّا تَنْصُرُوْا فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ ...... اللہ نے کیسی مدد کی...... اس کی زبان سے کلمے بھی وہ کہلوائے...... کہ وہ اپنی سچائی پر مبنی رہا...... لیکن دشمن اس کا مفہوم نہ سمجھ سکے...... وہ وہاں سے واپس چلے گئے...... چار آدمیوں کا جب یہ قافلہ چلتا تھا۔

ایک روایت میں یہ ہے...... کہ ایک اونٹنی پر نبی ﷺ اور صدیق اکٹھے بیٹھے تھے...... دوسری اونٹنی پر عبداللہ ابن اریکب اور عامر ابن فہیرہ جو حضرت ابوبکر کا غلام تھا...... اس سفر میں ساتھ تھا...... وہ ساتھ تھے...... اب ظاہر ہے...... کہ آقا جس اونٹنی پر سوار ہوں...... تو اس نے آگے ہی چلنا تھا...... اب یہ قافلہ چل رہا تھا...... تو بات عام پھیل چکی تھی...... کہ کوئی محمد ﷺ کی اطلاع ہمیں آکر دے...... ہم سے انعام لے لے...... اونٹوں کا انعام لے لے...... نقدی انعام لے لے...... جو چاہے منہ مانگا انعام لے لے۔

کافروں کا حضرت ابوبکر صدیق سے پوچھنا:

یہ قافلہ چل رہا تھا...... آگے ایک اور دشمن درمیان میں آگیا...... اور وہ آکر حضرت ابوبکر صدیق سے پوچھتا ہے...... بلکہ پیچھے سے آتا ہے...... گھوڑا بھگاتے ہوئے ...... بڑی تیز رفتاری سے آکر ابوبکر صدیق جس اونٹنی پر حضور ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے...... آگے رحمت کائنات تھے...... پیچھے ابوبکر تھے...... تو اس نے پیچھے آکر ابوبکر کے سامنے ہوا...... تو ابوبکر کو دیکھ کر کہتا ہے...... یہ شخص کون ہے...... یہ آدمی جو تمہارے ساتھ ہے...... یہ کون ہے...... اس لئے کہ ہمیں اس کی تلاش ہے...... جس کا نام محمد ﷺ ہے...... اب ابوبکر سمجھ گئے...... کہ اس کو یہ تو پتہ نہیں...... کہ حضور ﷺ کون ہیں...... اگر میں یہ بتاتا ہوں...... کہ یہ میرے نبی محمد ﷺ ہیں...... تو راز فاش ہوتا ہے...... یہ کہتا ہوں...... مجھے پتہ نہیں...... تو یہ جھوٹ ہوتا ہے...... اور صدیق کی زبان سے تو جھوٹ نکل نہیں سکتا۔

حضرت ابوبکر صدیق کا فروں کو جواب:

اب اس نے حضرت ابوبکر صدیق سے پوچھا یہ کون ہے...... حضرت ابوبکر صدیق نے برجستہ ایک عجیب عربی کا جملہ کہا...... رَجُلٌ يَّهْدِيْنِىْ اِلَى السَّبِيْلِ......(۱) یہ وہ آدمی ہے...... جو مجھے راستہ دکھا رہا ہے...... اب وہ یہ سمجھا...... کہ عرب کا رواج ہے...... کہ جب لوگ سفر کرتے ہیں...... کسی آدمی کو پیسے دیتے ہیں...... کہ تو مجھے منزل مقصود پہ پہنچا کے آ...... شاید ابوبکر کو یہ راستہ دکھانے والا ہے...... یہ راہی ہے...... یہ سفر کر رہا ہے...... یہ کسی اپنی منزل پہ جانا چاہتا ہے...... اس آدمی کو اس نے پیسے دیے ہوں گے...... یہ وہی راستہ دکھانے والا ہے...... صدیق کے دل ودماغ میں وہ بات تھی...... رَجُلٌ يَّهْدِيْنِىْ اِلَى السَّبِيْلِ...... ہدایت کا راستہ دکھانے والا...... اللہ کا راستہ دکھانے والا قرآن کا راستہ دکھانے والا جنت کا راستہ دکھانے والا یہ وہ شخص ہے...... جو مجھے وہ راستہ دکھا رہا ہے۔

---

(۱) صحیح البخاری ص ۵۵٦ عن انس ابن مالک

اب کافر ششدر رہ گیا...... حیرت میں تھا...... وہیں سے واپس چلا گیا...... یہ بھی اللہ کی مدد کا شاہکار تھا...... اِلَّا تَنْصُرُوْا فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ...... کہ جب تم مدد نہ کر سکے...... تو اس وقت اللہ نے محبوب کی مدد کی۔

تیسرا واقعہ اسی راستے میں ایک اور پیش آیا...... یہ چند ایک واقعات پیش کرتا ہوں...... تا کہ آپ کو سمجھ آ جائے...... کہ یہ کتنا کٹھن سفر تھا...... اللہ کی مدد اس سفر میں کیسے شامل حال رہی...... آگے چلے راستے میں ایک جھونپڑی آئی...... رحمت کائنات کے سفر کی ترتیب یہ ہوتی تھی...... کہ کوشش یہ کرتے...... کہ رات کو سفر کیا جائے...... دن کے اجالے میں اتنے وقت تک سفر کیا جائے...... جتنے تک سورج کی گرمی نہ ہو...... عرب کی دھرتی کی گرمی آپ سب لوگ جانتے ہیں...... بڑی سخت ہوتی ہے...... ہمارے ہاں ان کے مقابلہ میں گرمی کچھ نہیں ہوتی...... پھر ان کی عادت یہ تھی...... کہ کسی درخت کے نیچے کسی پہاڑ کی آڑ میں کسی جگہ پر قافلہ رک جاتا...... سارے دن کی گرمی اور دوپہر وہاں پر گزارتے شام کا تھوڑا سا فاصلہ چلتے رات کو کچھ حصہ چلتے...... پھر کہیں جا کر تھوڑا سا آرام کرتے...... پھر رات کے آخری پہر میں اگلے سفر کے لئے تیار ہو جاتے...... امام الانبیاء اور صدیق اکبر کے اس سفر کی یہ ترتیب تھی...... اب یہ قافلہ جب چل رہا تھا...... چلتے ہوئے ایک جگہ پہنچے...... گرمی کا وقت تھا...... گرمی شروع ہو گئی۔

حضور ﷺ کا ام معبد کے گھر پہنچنا:

نبی کریم نے ایک درخت کے نیچے آرام کیا...... وہاں جا کر بیٹھے...... ابوبکر صدیق بھی ساتھ ہیں...... اور وہ دونوں آدمی ساتھ ہیں...... اونٹنیاں اپنی وہاں پر باندھ دیں...... سامنے ایک جھونپڑی نظر آئی...... نبی کریم نے صدیق اکبر کو کہا...... ان جھونپڑی والوں کے پاس جاؤ...... اور ان سے پتہ کرو...... کہ ان کے پاس پینے کا پانی ہو...... تو پانی

لے آؤ...... تاکہ ہماری پیاس ختم ہو جائے...... حضرت ابوبکر صدیق کہتے ہیں...... میں جب وہاں پہنچا...... ایک ضعیف نحیف کمزور بوڑھی سی عورت وہاں پر بیٹھی تھی۔(۱)

کتابوں میں اس عورت کا نام ام معبد لکھا ہے...... حضرت ابوبکر صدیق اس عورت ام معبد سے جا کر ملے...... اس نے صدیق کے چہرے کو دیکھا...... پوچھا تم کیا چاہتے ہو...... میں نے کہا...... ہم مسافر ہیں...... میرے ساتھ میرے ایک سردار ہیں...... میں انکا غلام ہوں...... پیاس میرے آقا کو لگی ہوئی ہے...... ہمیں پانی کی ضرورت ہے...... اس نے کہا میرے شوہر بکریاں چرانے گیا ہے...... وہ جب شام کو آتا ہے...... تو وہ کہیں سے کسی چشمے سے پانی کا ڈول بھر کے لاتا ہے...... اس پانی کو پی کر ہم گزارہ کرتے ہیں...... ورنہ بکریوں کے دودھ پہ ہمارا گزارہ ہے...... ہم اس جنگل میں یہاں پرا کیلے بیٹھے ہوئے ہیں...... پانی تو میرے پاس نہیں...... صدیق اکبر نے آکر بتایا...... محبوب اس کے پاس پانی نہیں...... حضور ﷺ نے فرمایا...... اچھا کوئی بکری ہو...... تو وہ دیدیں...... تاکہ اس کا ہم خود دودھ نکال لیں...... اب اس عورت نے کہا...... میرے پاس بکریاں نہیں...... بکریاں میرا مالک لے گیا...... ہاں ایک بکری ایسی ہے...... جو دودھ نہیں دیتی...... اتنی نحیف کمزور اور دبلی ہے...... وہ تمہارے کسی کام کی نہیں...... حضرت ابوبکر صدیق کو حضور ﷺ نے فرمایا...... اس کو کہو...... وہ بکری دیدے...... اب اس بڑھیا نے کہا...... اپنے آقا اور مالک کو کہو...... میری جھونپڑی میں آجائے۔

نبی کریم درخت سے اٹھ کر اس جھونپڑی میں تشریف لائے اس بڑھیا نے وہ بکری رسول اللہ کے سامنے پیش کی اللہ کے نبی نے اس بکری پر اپنی رحمت والا ہاتھ پھیرا اور اس کے لئے دعا کی بس دعا کرنے کی دیر تھی کہ بکری کا جسم فربہ ہونا شروع ہو گیا

---

(۱) رحمۃ العالمین ص ۱۳۱ ج ۱ ۔ زاد المعاد ۳۰۷ ج ۱

اور اس کے تھنوں سے دودھ نکلنا شروع ہو گیا...... حضرت ابوبکر صدیق کو حضور ﷺ نے فرمایا...... اب اس کا دودھ نکالو...... صدیق کہتے ہیں...... میں اس عورت کو کہہ کر گیا...... کہ برتن لاتا کہ میں دودھ نکالوں...... ایک برتن بھر گیا...... وہ دوسرا لائی میں نے اس کو بھر دیا...... وہ تیسرا لائی وہ بھر گیا...... اب عورت دیکھ کر ہکی بکی اور حیران ہے...... کہ یہ کیا ماجرہ ہے...... یہ دو آدمی کون ہیں...... میری بکری میں کیا خوبی آ گئی ہے...... کہ اتنا دودھ کہاں سے آیا ہے...... اب جب دودھ سے برتن بھر گئے...... اب اسی بڑھیا نے کہا...... آپ میرے لئے مہمان ہیں...... آپ دودھ پی لیجئے...... میں آپ سے اس کا کوئی معاوضہ نہیں لینا چاہتی......(۱) حضرت ابوبکر صدیق کہتے ہیں...... میں نے وہ دودھ کا پیالہ اللہ کے نبی کو پیش کیا...... حضرت ابوبکر صدیق کہتے ہیں...... محبوب دودھ پی رہے تھے...... مصباح نے یہاں پر پیغمبر ﷺ کے لئے ابوبکر صدیق کا ایک جملہ نقل کیا ہے...... جو حدیث کی اور کتابوں میں بھی ہے...... اور اس روایت کو نقل کیا ہے۔ ابوبکر صدیق کہتے ہیں...... شَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَتّٰى رَضِيْتُ۔ دودھ آقا پیتے تھے...... سینہ میرا ٹھنڈا ہو رہا تھا...... جیسے چھوٹا بچہ کوئی چیز کھائے...... دودھ پئے...... میٹھی چیزیں استعمال کرے...... ماں باپ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں...... کہ ہمارا بچہ کھا رہا ہے...... بچہ کھانا نہ کھائے...... بے تابی ماں باپ کو ہوتی ہے...... کیا ہو گیا...... یہ کھانا کیوں نہیں کھاتا ہے...... پانی کیوں نہیں پیتا...... چیز کیوں نہیں کھاتا۔

ام معبد کے شوہر کی خواہش:

صدیق اکبر کہتے ہیں...... اس وقت میری یہ کیفیت تھی...... شَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَتّٰى رَضِيْتُ۔(۲)

---

(۱) سیرت مصطفی ص ۳۸۸،۳۸۷ ج ۱ ۔ ابن سعد ص ۱۵۵ ج ۱ ۔ مستدرک حاکم ص ۱۱ ج ۳ ۔ تہذیب الکمال ص ۲ ج ۱ ۔ الاصابہ ص ۳۱۰ ج ۱

(۲) صحیح البخاری ص ۵۵۷ ج ۱

اوئے دودھ پلا کے ماں اپنے بچے کے لئے اس سے بہتر جملہ نہیں کہہ سکتی..... جوابوبکر صدیق نے رسول اللہ ﷺ کو کہا۔ شَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَتّٰى رَضِيْتُ ۔

دودھ آقا پیتے تھے..... سینہ میرا ٹھنڈا ہورہا تھا..... شام ہوئی..... ابھی تک وہ ابو معبد نہیں آیا تھا..... نبی کریم نے اس سفر کو آگے چلانا شروع کر دیا..... یہ قافلہ جب چل پڑا..... شام کے وقت جب ابومعبد گھر پہنچا..... اس عورت کا شوہر گھر کے قریب آیا..... تو اس کی آنکھیں پھاڑی ہوئی..... حیرت کے انداز میں ایسے دیکھتا ہے..... دائیں بائیں اور جیسے کوئی چیز آدمی سونگھتا ہے..... اس طریقے سے اپنی ناک سے سونگھنے کا احساس پیدا کرتا ہے اور سانس لیتا ہے۔

جب گھر کے اندر پہنچا..... تو بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا..... یہ بتا آج ہمارے گھر میں کوئی اہم مہمان تو نہیں آیا تھا..... عورت کہنے لگی..... کیا مطلب اس نے کہا کسی مہمان کی آمد کی خوشبو میں محسوس کرر ہا ہوں..... اس نے کہا..... دو آدمی آئے تھے..... ایک ان میں ایسا تھا..... دوسرا ایسا تھا..... ایک سردار تھا..... ایک غلام تھا..... سامنے اس درخت کے نیچے آکے دونوں بیٹھے تھے..... اور یہاں پر پھر اسی آقا نے غلام کو بھیجا تھا..... پانی منگوایا تو پانی میرے پاس نہیں تھا..... پھر دودھ منگوایا..... بکری میں دودھ نہیں تھا..... پھر میں نے اسکے آقا کو ادھر بلوایا..... وہ ہمارے گھر میں آئے..... انہوں نے بکری پہ ہاتھ پھیرا..... بکری صحت یاب وفربہ ہوگئی..... دیکھو بکری کتنی خوبصورت اور موٹی تازی لگتی ہے..... اس کے تھن دودھ سے بھر گئے..... پھر گھر میں اس کے دوسرے دوست نے دودھ نکالنا شروع کیا..... سارے برتن بھر گئے..... میرے گھر میں اتنی رحمت آگئی..... کہ بیماری دور ہوگئی..... اللہ کا فضل ہم پہ اترا..... پھر میں نے بھی دودھ پیا ہے..... اس جوان نے بھی دودھ پیا ہے..... اس کے سردار نے بھی دودھ پیا ہے..... اور وہ عجیب نوجوان تھا..... جب وہ اپنے مالک کو دودھ پلاتا تھا..... دودھ وہ آقا پیتا تھا..... خوش وہ غلام ہورہا تھا..... ایسی

عجیب محبت جو میں نے ان میں دیکھی ...... ایسی محبت میں نے کسی اور میں نہیں دیکھی اس نے پوچھا...... اب کہاں ہیں ...... کہنے لگی ...... جب شام ہونے کا وقت قریب آیا...... اب وہ قافلہ اس راستے سے یوں چل پڑا...... اسی وقت ابو معبد کی آنکھوں میں آنسو آ گئے...... اس نے کہا...... تجھے پتہ نہیں ...... آج تک ہم نے یہاں پر جنگل میں ڈیرہ کیوں ڈالا ہے...... میں نے اپنی آسمانی کتابوں میں پڑھا تھا...... آخر الزمان پیغمبر ﷺ جب مکے سے ہجرت کر کے مدینے کی طرف جائیں گے...... وہ اس راستے میں سے گزریں گے۔

ابو معبد اور ام معبد میاں بیوی کا قبول اسلام:

میں نے اپنی کتابوں میں ایک درخت کا تذکرہ پڑھا تھا...... میں اسی درخت کی تلاش میں تھا...... میں جب یہاں پر پہنچا ...... مجھے اثرات محسوس ہوئے...... کہ یہی وہ درخت ہے...... جس کے نیچے آ کر وہ امام الانبیاء آرام کریں گے...... اس لئے تو میں نے سامنے جھونپڑی بنا لی تھی ...... کہ ہم یہاں پر بیٹھیں گے...... وہ آقا ادھر ٹھہریں گے ...... میرے تصور میں یہ تھا...... کہ شاید وہ رات کا قیام کریں گے...... مجھے معلوم نہ تھا...... وہ دن کا وقت یہاں پر گزاریں گے ...... ابو معبد یہ کہنے کے بعد پوچھتے ہیں...... کہ اب وہ رحمت کائنات کہاں گئے...... جس کی انتظار میں اتنی مدت سے ہم نے یہاں پر ڈیرہ ڈالا تھا...... وہ یہاں پر آئے بھی صحیح گھر میں بھی آئے ...... بکری نے فیض حاصل کیا...... ہمارا گھر ماموِر منور ہوا...... ہائے ہم محروم ہو گئے ...... اٹھ اب ہمارے بیٹھنے کا مقصد پورا ہو گیا ہے...... اب اس جھونپڑی کی ضرورت نہیں...... اب اس جنگل میں رہنے کی ضرورت نہیں...... وہ محمد ﷺ مدینے کی طرف چلے گئے ہیں...... ہمیں بھی مدینے جانا چاہئے...... آقا ابھی قباء کے مقام پہ پہنچے...... ابو معبد اور ام معبد میاں بیوی کا جوڑا وہاں پہ پہنچا...... دونوں نے پہنچ کر کلمہ بھی پڑھا...... رسول اللہ ﷺ کی غلامی کو حاصل کیا...... اسلام قبول کر کے صحابیت کے

شرف میں مشرف ہوگئے......اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ ......(۱)اللہ رب العزت کی مدد کے آثار دیکھو......اللہ کیسے مدد کرتا ہے......بندہ رب کا بنے......اللہ سارے راستے آسان کردیتے ہیں......اس حوالے کا ایک واقعہ اور ہے......جس کو میں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں......آپ حیران ہوجائیں گے......جیسے مکۃ المکرمہ میں یہ بات عام تھی...... جو رسول اللہ کا راز بتائے......ایک سو اونٹوں کا انعام حاصل کرے......زندہ یا معاذ اللہ محمد کو شہید کر کے محمد کی گردن لے آئے ایک سو اونٹ کا انعام حاصل کرلے......یہ افواہ صرف مکے میں نہیں...... بلکہ اس کا مدینے والوں کو بھی پتہ چل گیا......کہ مکے والوں نے انعام لگادیا ہے......اللہ کے نبی سفر کر کے وہاں سے روانہ ہوچکے ہیں......اہل مدینہ قباء کے مقام پر آتے تھے......اور آکر رسول اللہ ﷺ کا انتظار کرتے تھے......راستہ یہی تھا...... کہ ہم آکر آقا کا اپنے مہمان کا اعزاز واکرام کریں۔

حضرت بریدہ اسلمی کا قبول اسلام:

نبی کریم ﷺ ابھی مدینہ کے قریب پہنچنے والے تھے......کہ ایک شخص اس کا نام بریدہ اسلمی تھا بریدہ اس کا نام تھا......اسلمی بنو اسلم قبیلے سے اس کا تعلق تھا......اس لئے اس کو بریدہ اسلمی کہا جاتا تھا یہ شخص بغیر کسی کو بتائے اندر ہی اندر چوری چوری اپنے دل کے اندر سوچا کہ تلوار میں اپنے ہاتھ میں لے لوں اور میں جاکر کوشش کرتا ہوں کہ مدینے پہنچنے سے پہلے معاذ اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کی گردن قلم کردوں انعام مل جائے گا......یا یہ ہے کہ مجھے پتہ چل جائے محمد ﷺ کہاں ہیں میں اس راز کو پھر فاش کر کے اہل مکہ کو اطلاع بھیج دوں تو میں انعام کا مالک بن جاؤں گا یہ شخص جب وہاں سے آیا مدینے سے باہر نکل کر کافی فاصلے پر ابھی مدینے پہنچنے تک ایک بہت بڑی منزل رہتی تھی......تو اللہ کے نبی جونہی سامنے آئے

---

(۱) زرقانی ص۳۵۰۔۱ فتح الباری ص۱۸۹ ج۷

تو اس نے تلوار نیام سے نکالی......رسول اللہ کے قریب آ کر اس نے اللہ کے نبی سے گفتگو شروع کی...... گفتگو میں اس کا جذباتی اور جلالی انداز تھا...... جیسے کوئی آدمی کسی سے غصے سے بات کرتا ہے......اس کا لب ولہجہ یہ تھا...... کہ میں اس غصے سے بولوں گا...... یہ مجھے سخت جواب دیں گے......تو میں وار کرنے کا گویا موقعہ تلاش کرلوں گا......اب جونہی وہ آیا اور اس نے بڑی سختی سے بات کرنے کا ارادہ کیا......اللہ کے نبی نے اسے مسکرا کر کہا......تمہارا نام کیا ہے......اس نے کہا میرا نام بریدہ ہے۔

حضور ﷺ نے مسکرا کر فرمایا...... بریدہ تو برد سے ہے......اور برد کے معنی ٹھنڈک کے ہیں......تجھ میں تو ٹھنڈک ہونی چاہیے......تو اتنا گرم کیوں ہے......اب یہ جملہ نبی کی زبان سے نکلا تھا......اور کسی عام آدمی کی زبان سے تو نہیں...... یہ لفظ اگر عام آدمی کو بھی کہہ دیا جائے......تو اس میں بھی ان لفظوں سے بڑی تبدیلی آتی ہے...... اب یہ لفظ تو نبی کی زبان سے نکل رہے تھے......فرمایا میاں تیرا نام بریدہ تو برد سے ہے...... اور برد کا معنی ٹھنڈی چیز ہے...... عجیب بات ہے......تجھ میں اتنے جذبات ہیں...... تجھے تو ٹھنڈا ہونا چاہیے۔

کتابوں میں آتا ہے......اس کی تلوار نیچے جھک گئی......اس کی گردن بھی جھک گئی...... یہ بھی نبوت کا ایک معجزہ ہے......حضور ﷺ نے فرمایا......تیرا قبیلہ کون سا ہے...... اس نے کہا......جی میں بنو اسلمی قبیلے سے ہوں ......فرمایا اسلمی اسلم اسلام سے ہے...... اسلام کا معنی تو اللہ اور اللہ کے نبی کی بات کو ماننا ہے......تو ہماری دشمنی کیسے کرتا ہے...... تجھے تو محمد ﷺ کا کلمہ پڑھ لینا چاہئے...... پہلے جملے سے مزاج کی گرمی ختم ہوئی......اور دوسرے جملے سے دل سے کفر نکلا...... کہنے لگا......اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

کلمہ پڑھ کر اسلام کی شان اور سعادت سے مالا مال ہوا ......حضور ﷺ نے

فرمایا..... بریدہ اب تو واقعی مسلمان ہو گیا ہے..... اور ٹھنڈے مزاج کا ہو گیا ہے..... اب یہ اللہ کے نبی کے ساتھ چلا ۔

علماء نے لکھا ہے..... پھر اس کے ہاتھ میں ایک پرچم تھا..... رسول اللہ نے اس کو کہا..... اب یہ پرچم تو اپنے ہاتھ میں تھام ہمارے قافلے کے آگے آگے تو چل..... رسول اللہ ﷺ کا علم بردار بن پرچم لے کر اسلام کا چل جب مدینے کے قریب پہنچے..... تو سب سے پہلے تیری زبان سے اللہ اکبر کی صدا نکلنی چاہئے ۔

مسجد قباء کا سنگ بنیاد:

جب نبی کریم کا یہ قافلہ قباء کے مقام پر پہنچا..... یہاں پر پہنچنے کے بعد اللہ کے نبی نے سب سے پہلا کام یہ کیا تھا..... کہ مسجد قباء کا سنگ بنیاد رکھا..... اس مسجد کو قرآن نے ..... اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى ..... تقوی والی مسجد کہی..... کہ جس کی بنیاد تقویٰ وطہارت پر ہے ..... اور تقویٰ پر بنیاد کیوں نہ ہوتی..... کہ پہلا پتھر امام الانبیاء نے رکھا ہے..... دوسرا پتھر صدیق اکبر نے رکھا ہے..... نبی سے بہتر بھی کائنات میں تقوے والا کوئی نہیں..... صدیق سے بہتر بھی کوئی نہیں..... (۱) وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ..... وہ سچائی لانے والا یہ تصدیق کرنے والا..... اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ..... دونوں تقوے کے اعلیٰ مقام پر ہیں..... اب جو اتنے بڑے متقی جس مسجد کی بنیاد رکھیں..... پھر اس مسجد کا نام مسجد تقوی ہی ہونا چاہئے..... اس لئے اس مسجد کو..... اُسِّسَ علَى التَّقْوٰى ..... کہا گیا ہے۔

علماء نے لکھا ہے..... کہ مسجد قباء تو اس لئے مشہور ہے..... کہ اس جگہ کا نام قباء تھا..... اس مقام پہ مسجد نبوی بنی ہے..... ورنہ حقیقت میں یہ مسجد تقوی ہے.....

(۱) صحیح البخاری ص ۵۵۵ ج ۱

کہ ایک متقی نبی ایک متقی صدیق پھر تیسری مسجد کا تقوی جس کو قرآن نے اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی کہا..... یہ تقوے والی مسجد تھی..... جس کا سنگ بنیاد دو عظیم المرتبت شخصیات نے رکھا ہے..... اس جگہ پر بھی دو تین عجیب واقعات پیش آئے..... ان میں سے ایک واقعہ یہ پیش آیا..... کہ محبوب بھی سفر کے تھکے ہوئے تھے..... صدیق بھی تھکے ہوئے تھے۔

سب سے پہلا میزبان:

یہاں ایک صحابی تھے..... سیدنا کلثوم ابن ہدم حضور ﷺ کا یہ پہلا میزبان ہے..... جو قباء کے مقام پر ہے..... مدینے کے میزبان سیدنا ابو ایوب انصاری ہیں..... اس کلثوم ابن ہدم نے مدینہ طیبہ میں قباء کے مقام پر حضور ﷺ کی ضیافت کی..... اللہ کے نبی اس کے مکان پر اس کی جھونپڑی میں آ کے قیام فرمایا..... آرام کیا..... لیکن پوزیشن یہ ہوتی تھی..... کہ مدینے کے لوگ استقبال اور اعزاز اور زیارت کے لئے آتے تھے۔(۱)

مقام قبا پر سیدنا علی کی انتظار:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا..... نہیں بھائی میں کسی کی انتظار میں ہوں..... میرا ایک ساتھی پیچھے رہ گیا ہے..... میں اس کو چھوڑ کے آیا ہوں..... اور وہ جناب علی ہیں..... جن کو حضور ﷺ نے فرمایا تھا..... کافروں کے قرضے اور ان کی امانتیں واپس کرنے کے بعد تم مجھے قباء کے مقام پر آ کر ملنا..... جب تک تو نہیں پہنچے گا..... اس وقت تک میں محمد رسول اللہ ﷺ وہاں سے آگے مدینے کی طرف سفر نہیں کروں گا۔

حضور اکرم ﷺ نے یہاں قیام فرمایا..... مدینے کے لوگ جب آئے تھے..... تو نبی اور صدیق دونوں دوست تھے اتفاق کی بات ہے..... کہ دونوں کی عمر میں صرف دو سال کا فرق ہے..... دنیوی عمر کے لحاظ سے اب صدیق پر نبوت کی وفاداری خدمت گزاری.....

---

(۱) سیرت ابن ھشام ص۱۷۴ ج۱۔رحمۃ العالمین ص۱۳۶ ج۱

اطاعت شعاری محبت اور پیار کا رنگ اتنا چڑھا ہوا تھا...... کہ تیسرا آدمی پہچان بھی نہیں سکتا تھا...... کہ ان میں نبی کون ہے اور صدیق کون ہے...... اب یہ دونوں اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے

صدیق عکس کمال محمد است:

اور یوں بھی بعض دفعہ ہوتا ہے...... کہ سورج کے سامنے آئینہ ہو...... تو جیسے سورج وہاں نظر آتا ہے...... ویسا یہاں بھی نظر آتا ہے...... جیسے بعض دفعہ یوں ہوتا ہے...... کہ سامنے آئینہ لگا ہوا ہو...... یہاں سے کوئی گاڑی گزر رہی ہو...... اور سامنے آدمی اس میں دیکھ رہا ہو اس گاڑی کا عکس اس میں پڑے...... تو پتہ ایسے چلتا ہے کہ شاید وہاں سے بھی وہی گاڑی گزر رہی ہے...... شاید سامنے کوئی سڑک بنی ہوئی ہو...... حالانکہ یہ بات نہیں گاڑی یہ ہوتی ہے...... وہ نہیں ہے صدیق کا سینہ شفاف اتنا تھا...... کہ آئینہ اس کا مقابلہ نہ کرے...... اب جب یہ پاکیزہ سینہ مقدس سینہ صاف ستھرا سینہ نبوت کے سامنے آتا...... تو محمد ﷺ تو نبوت کے سورج تھے...... اب سورج کا پرتو جب اس شیشے میں پڑتا...... صدیق کے سینہ پہ پڑتا...... تو نبوت کا عکس ابوبکر صدیق پہ اتنا پڑتا تھا...... کہ جو اداء نبی کی ہوتی تھی...... وہی اداء صدیق میں پیدا ہو جاتی تھی...... دونوں ایک دوسرے سے محبت میں لگے ہوئے تھے...... اسلئے مدینے کے جب لوگ آتے...... تو بعض دفعہ تو کسی نے حضور ﷺ سے پہلے سلام کیا...... اور بعض دفعہ کوئی آدمی انجانے میں پہلے ابوبکر کو مصافحہ کرتا...... پھر رسول اللہ کو مصافحہ کرتا...... اب صدیق جان گئے...... کہ یار لوگ پہچان نہیں رہے...... کہ آقا کون ہے...... اور غلام کون ہے...... ابوبکر صدیق اٹھے...... اور اپنی چادر لی...... اور چادر لے کر کھڑے ہو کر اللہ کے نبی پر یوں سائبان بنا کر کھڑے ہو گئے...... اور پورا دن یوں چادر تان کر سائبان بنا کر کھڑے رہے...... تا کہ آنے والے لوگوں کو پتہ چلے...... میاں غلام خدمت کیا کرتا ہے...... آقا مخدوم ہوا کرتا ہے...... یہ جو نیچے بیٹھے ہیں...... یہ سردار ہیں...... جو

اور چادر تان کے کھڑا ہے...... یہ صدیق اکبر ہے...... یہ غلام ہے...... اب جب لوگ آتے...... تو پہلے رسول اللہ کو سلام کرتے...... پھر ابوبکر کو سلام کرتے...... اور یہ اعزاز ابوبکر کے حصے میں آیا ہے...... میں یوں کہہ دوں تو بے جا نہیں...... کہ نبی کی محبت کی چادر اہل بیت پر بھی آئی ہے...... تطہیر کی چادر علی پر بھی نبی نے ڈالی ہے...... فاطمہ پر بھی ڈالی ہے...... حسن حسین پر بھی ڈالی ہے...... وہ نبوت کی چادر سب پہ آئی ہے...... یہ صدیق ہے...... جس کی چادر صرف نبی پر آئی ہے...... جو نبی کی چادر میں آئے...... وہ بھی خیر ہے...... اور نبی جس کی چادر میں آئے...... وہ بھی خیر ہے...... نبی جسے چادر میں چھپائے...... وہ بھی امان میں ہے...... اور نبی جس کی چادر میں چھپ جائے...... وہ بھی اللہ کی امان میں ہے۔(۱)

قابل قدر دوستو......! ایک تو یہ واقعہ وہاں پیش آیا...... دوسری بات یہ کہ نبی کریم سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا انتظار کیا...... تیسرے دن تک حضرت علی وہاں پہنچے...... حضرت علی جب آئے...... تو علی کا عالم یہ تھا...... کہ دونوں پاؤں پھٹے ہوئے تھے ......اور سفر کی وجہ سے ان سنگلاخ پتھروں پر چلنے گزرنے کی وجہ سے زخمی تھے...... یہاں آ کر ساتھ کے ایک مقام میں بیٹھ گئے اور اللہ کے نبی انتظار میں تھے...... یہاں ایک محبت بھرا جملہ بتا دیتا ہوں...... جب اللہ کے نبی نے محسوس کیا علی پہنچ جانا چاہیئے تھا...... مگر ابھی تک پہنچے نہیں...... تو رسول اللہ کی محبت اور بے تابی کا عالم یہ تھا...... حضور ﷺ کی زبان سے یہ جملہ نکلا...... اللہ مجھ محمد ﷺ کو اس وقت تک موت نہ دینا...... جب تک میں علی کو دیکھ نہ لوں...... یہ ماں باپ اولاد کے حوالے سے اتنی محبت رکھتے ہیں...... کہ بچہ کہیں کام پر جائے اور کہے کہ میں کام سے چار بجے آ جاؤں گا...... اب چھے سات بج جائیں عام آدمی کو اس کا احساس نہیں ہوتا...... کوئی اس کی ماں کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دیکھے کہ اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے

(۱) فاقبل ابوبکر حتی ظلل علیه بردائه صحیح البخاری ص ۵۵۵ ج ۱

حضور ﷺ نے چونکہ علیؓ کو ہاتھوں سے پالا تھا...... اپنے دامن اور گود میں پالا تھا......اسی لئے محبت کی انتہاء کا یہ عالم تھا...... کہ فرمایا اللہ مجھے علی دکھادے......حضرت علی تشریف لائے......حضور ﷺ کو بتایا گیا......حضور ﷺ اٹھ کر حضرت علی کی طرف گئے...... جا کر بیٹھے......تو حضرت علی اٹھے ......اور سلام کیا...... ملاقات کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا...... کیسے سفر رہا......حضرت علی نے اپنے پاؤں کے تلوے دکھائے ......کہ حضرت پاؤں زخمی ہو چکے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے......کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلیوں پر اپنا لعاب دہن اپنی چاروں انگلیوں پر ملا......لگانے کے بعد حضرت علی کے پاؤں کے تلوؤں پہ حضور ﷺ وہ ہاتھ بھی پھیرتے رہتے تھے......اور شفاء کی دعا بھی کرتے رہے......سیدنا علی کہتے ہیں...... نبوت کے لعاب دہن اور ہاتھ لگنے کی تاثیر تھی......کہ میرے زخم کافور ہو گئے......پاؤں میں اتنی استقامت اللہ نے عطا کر دی......کہ پھر اس کے بعد میں جس میدان میں گیا ہوں...... میرے قدم آگے تو بڑھے ہیں...... پیچھے کبھی نہیں ہٹے......یہ اللہ کے نبی کی دعا کی تاثیر تھی۔

حضور کے استقبال میں اشعار:

اب رحمت کائنات مسجد نبوی اور مدینے کی طرف چلے ہیں...... جمعہ کا دن تھا...... جس وقت حضور ﷺ قباء سے مدینے کی طرف گئے......یہی راستے میں ایک مسجد ہے...... اُس کا نام مسجد جمعہ ہے......اس دن حضور ﷺ نے پہلا جمعہ اسی مسجد میں ادا کیا......لوگ جاتے ہیں......وہاں پر برکت کے لئے نوافل ادا کرتے ہیں......اب اللہ کے نبی جب مدینے کی طرف جانے لگے......تو کتابوں میں لکھا ہے......چھوٹی چھوٹی بچیاں اور چھوٹے چھوٹے بچے دائیں بائیں اور کوئی آگے پیچھے رسول اللہ کی اونٹنی کو گھیر لیتے ہیں......اور ان بچیوں کی زبان پر یہ ترانہ ہے۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوِدَاعِ وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَادَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

أَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا جِئْتَ مِنْ أَمْرِ الْمُطَاعِ وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَادَعَا لِلّٰهِ دَاعِ (۱)

لوگو ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے...... اللہ نے ثنیا کی وادیوں سے ہمیں چودہویں کے چاند سے زیادہ حسین دیا ہے...... جو ہمیں اپنے دین کا راستہ دکھانے والا ہے...... ادھر یہ بچیاں اشعار پڑھ رہی تھیں۔

حضور کی اونٹنی مامور من اللہ:

ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے...... محبوب کی آمد پر ان بچیوں نے دف بھی بجائے...... خوشی کا اظہار بھی کیا...... یہ بچیاں اور بچے اور جوان بھی گلیوں میں نکل آئے...... سارا قافلہ اس اونٹنی کے ساتھ تھا...... اللہ کے نبی نے فرمایا...... ہر شخص کہتا تھا...... محبوب میری ضیافت قبول کیجئے...... میری مہمان نوازی قبول کیجئے...... میں آج آپ کو اپنی خدمت کے لئے اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں...... میں آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہوں...... اللہ کے نبی نے فرمایا...... میں کسی کا دل نہیں توڑنا چاہتا...... میری اونٹنی مامور من اللہ ہے...... یہ نبوت کی اونٹنی ہے...... اللہ کے حکم سے چل رہی ہے...... میں اپنی اونٹنی کی مہار کو اونٹنی کی گردن پر ڈال دیتا ہوں...... میں بھی اس کو نہیں پکڑتا...... تم بھی اس کو چھوڑ دو...... اس اونٹنی کو اپنے حکم سے چلنے دو...... میرے مالک کی مرضی پہ چل رہی ہے...... اس کے حکم سے چلنے دو...... جس جگہ جس کے مکان کے سامنے میری اونٹنی جا کر بیٹھے گی...... وہ جگہ میری ہوگی...... میں اسی آدمی کا مہمان بنوں گا...... میں اسی کے پاس جا کر ٹھہروں گا۔(۲)

صحابہ کرام ساتھ ہیں...... مدینے کے وہ لوگ جن میں سینکڑوں کی تعداد میں لوگ قباء کے مقام پر مسلمان ہو چکے تھے...... دو مرتبہ قافلے مدینے سے مکے جا چکے تھے۔

---

(۱) سیرت مصطفی ۱۰۶ ج ۱۔ رحمۃ العالمین ۱۱۱ ج ۱ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور (۲) فتح الباری ۱۹۸ ج ۱

اور جو اسلام قبول کر کے آئے ہوئے تھے...... یہ سارے کے سارے لوگ استقبالیہ کمیٹی میں کھڑے تھے...... اللہ کے نبی کا اعزاز کر رہے تھے...... استقبال کر رہے تھے۔

حضرت ابوایوب انصاری کا مقدر جاگنا:

کتابوں میں لکھا ہے...... جس کے گھر سے اونٹنی گزر جاتی...... اس کا دل دہل جاتا...... اس کے گھر سے چیخوں کی آواز آنا شروع ہو جاتی...... عورتیں بھی روتیں...... مرد بھی روتے...... کہ آج ہم محروم ہو گئے...... اللہ کے نبی کی مہمانی ہم نہ کر سکے ...... دوسرا مکان آتا...... لوگ اس آس اور امید میں ہوتے ...... یہ کس کا مقدر کھلتا ہے ...... کس کا نصیبہ جاگتا ہے...... کس کا مقدر ہے...... آج محبوب کس کے مہمان ہوں گے...... اونٹنی چلتی چلتی جس وقت ابوایوب انصاری کے مکان کے سامنے آتی ہے...... وہاں پر جا کر بیٹھ گئی...... اللہ کے نبی اترے...... اترنے کے بعد فرمایا کہ یہ حجرہ مکان کس کا ہے...... ابوایوب انصاری باہر نکلتے ہیں...... سلام پیش کرتے ہیں...... کہا محبوب میں آپ کا خادم ہوں...... میں آپ کا غلام ہوں...... میں اسی انظار میں تھا...... اور مجھے یقین تھا...... کہ اللہ کے نبی یہاں پر آ کے اتریں گے...... اس نے کہا اتنی صدیاں گزر چکی ہیں...... یہاں سے ایک بادشاہ گزرا تھا...... اس بادشاہ کو نبی وقت نے کہا تھا...... کہ آخر الزماں نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کی جگہ ہے...... اس نے اسی مدینہ شہر کو سب سے پہلے فتح کیا تھا...... پھر اس نے اس کو آباد کیا تھا...... یہاں پر اس نے آپ کے نام ایک وصیت نامہ لکھا تھا اور آپ کے ہاتھ پر اس نے کلمہ پڑھنے کا اعلان کیا تھا آپ کی نبوت کا اقرار کیا تھا...... اور کہا تھا...... یہ جگہ میں آپ کے لئے وقف کر کے جا رہا ہوں...... کہ آخر الزماں نبی یہاں آ کر رہیں گے...... وہ خط نسل بعد نسل ہمارے خاندانوں میں چلا آیا ہے...... اور اس نے کہا وہ یہ خط ہے۔

اللہ کے نبی اس بادشاہ کا غلام بھی پیش کرتا ہوں ......اور اسی دور کے اسی بادشاہ کے پاس جو چالیس سے زیادہ محدث علماء تورات وانجیل کے حافظ جن لوگوں نے اس درخت کی نشاندہی کی تھی ...... یہ ان کے دستخط موجود ہیں ......وہ سارے آپ کا کلمہ بھی پڑھتے تھے......آپ کی نبوت کا اقرار بھی کرتے تھے......اور پھر ہمارے آباء اجداد میں سے جس آدمی کے ذمے یہ خط لگا تھا......اس کی نسل میں سے میں ہوں۔

میں یہ خط آپ کے پاس لے کے آیا ہوں...... یہ ابوایوب انصاری محمد ﷺ کا خادم ہے......جب تک زندگی رہے گی...... میں آپ کی خدمت میں رہوں گا...... یہ مکان بھی آپ کا ہے...... یہ جگہ بھی آپ کی ہے۔

اسی جگہ پر سب سے پہلے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی...... یہ مکان ڈبل منزل تھا...... یہ بھی ایک عجیب بات ہے......(۱)حضور اکرم ﷺ نے فرمایا......ابوایوب انصاری میرا اوپر نیچے اترنا آنا جانا مشکل ہے......تم اوپر ٹھہرو......اور میں نیچے ٹھہروں گا، حضرت ابوایوب انصاری کہنے لگے نہیں آقا میرا دل چاہتا ہے ......آپ اوپر رہیں...... سردار ہیں......میں غلام ہوں...... نیچے رہوں گا۔آپ نے فرمایا......میری یہ مجبوری ہے......لوگ ملنے کے لئے آئیں گے......سیکھنے کے لئے آئیں گے ...... پھر بار بار اوپر سے نیچے آنا جانا مشکل ہے......حضرت ابو ایوب انصاری نے بدل نخواستہ اس حکم کو قبول کرلیا......

بدل نخواستہ اس حوالہ سے نہیں کہہ رہا تھا......کہ اس کا دل نہیں کرتا تھا...... بدل نخواستہ کا مطلب یہ نہیں......کہ اس کا دل نہیں چاہتا تھا...... یہ ظاہراً یہ بات خلاف ادب لگتی تھی...... لیکن نبی کا حکم تھا......انکار نہیں ہوسکتا تھا کچھ دن تو وہاں رہے پھر حضرت ایوب نے اپنے مکان کا علیحدہ انتظام کیا یہ جگہ اللہ کے نبی کے پاس رہ گئی اس جگہ پر مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی

---

(۱)صحیح البخاری ٥٥٦ ج ٧

ساتھ ہی وہ پلاٹ تھا...... جو اللہ کے نبی نے خریدا اور پھر یہاں پر مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی۔

حضرت ابو ایوب انصاری کی محبت کا عجیب واقعہ:

ایک واقعہ بڑا عجیب پیش آیا...... سخت سردی کا موسم تھا...... رات کا وقت تھا...... ابو ایوب انصاری اوپر سوئے ہوئے تھے...... ان کے بچے بھی ساتھ تھے...... پانی کا گھڑا وہاں پر بھرا ہوا تھا...... اچانک پانی گر گیا...... گھڑا ٹوٹا اب ظاہر ہے...... کہ اسی پانی نے چھت کے نیچے جاتا تھا...... چھتیں اس وقت لکڑیوں کی ہوتی تھیں...... اور آج کل جیسا ماڈرن دور نہیں تھا...... کہ پانی نیچے نہ جائے...... نیچے اللہ کے نبی آرام کر رہے تھے...... سخت سردی کے عالم میں ابو ایوب انصاری کے پاس کوئی رضائی اور کپڑے نہ تھے...... حتیٰ کہ اپنا کرتہ بھی اتار لیا...... فوراً اس پانی کے اوپر ڈالا...... اور اس پانی کو اس نے سمیٹ لیا...... تاکہ رسول اللہ ﷺ تک پانی کا ایک قطرہ بھی نہ پہنچے...... سخت سردی کے عالم میں کپڑے سارے بھیگ گئے...... رضائی ساری پانی سے بھر گئی...... پوری رات سسک سسک کے اس صحابی رسول نے رات گزاری...... نہ اللہ کے نبی کو جگایا...... نہ پانی کا ایک قطرہ نیچے زمین پہ بہانہ رسول اللہ ﷺ پر جانے دیا۔

یہ ایک عجیب محبت تھی...... اصحاب رسول کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہ مدینۃ الرسول تک پہنچنے کا ایک سفر تھا...... جو میں نے آپ کے سامنے بیان کیا۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

خطبہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَآئِرِ الْاُمَمِ......o بِرِسَالَةِ مَنِ اخْتَصَّهٗ مِنَ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاهِرِ الْحِکَمِ ......وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ...... مَا نَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِهٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ ...... اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ......o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ...... والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضو عنه ......وقال الله تبارك وتعالیٰ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ......قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ......اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَاَشَدُّهُمْ فِیْ اَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ وَاَصْدَقُهُمْ حَیَاءً عُثْمَانُ وَاَقْضَاهُمْ عَلِیٌّ...... (۱)وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَا دَارُ الْحِکْمَةِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا(۲)وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِیًا مَّهْدِیًّا وَاهْدِ بِهٖ(۳) او کَمَا قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ...... صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ o وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ o وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ oوَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

---

(۱)مشکوٰۃ شریف ص٥٦٦ ج٢ (٢) مشکوٰۃ شریف ص٥٦٤ ج٢، کنزالعمال ص٦٤ ج١٢، ترمذی ص٢١٣ ج٢

(٣)مشکوٰۃ شریف ص٥٧٩ ج٢، ترمذی ص٢٢٤ ج٢

اشعار:

در فشانی نے تیری قطروں کو دریا کردیا
دل کو روشن کردیا آنکھوں کو بینا کردیا
کس کی حکمت نے کیا یتیموں کودر یتیم
اور غلاموں کو زمانہ بھر کا مولا کردیا
زندہ ہوجاتے ہیں جو مرتے ہیں ان کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کردیا
اللہ نے زینت بخشی ہے افلاک کو روشن تاروں سے
اسلام نے رونق پائی ہے محبوب خدا کے یاروں سے
ہوتے ہیں خفا کیوں سن کر پوچھو تو ذرا اغیاروں سے
تعریف صحابہ ثابت ہے قرآن کے تیسوں پاروں سے
ابوبکر و عمر ہیں سمع و بصر عثمان و علی ہیں قلب و جگر
حضرت کے ہیں منظور نظر ہو کیوں نہ محبت چاروں سے
ہیں مرتبے ان کے سب سے بڑے جو بدر واحد میں جاکے لڑے
واللہ تجلی پھیلی ہے دنیا میں انہی ماہپاروں سے
احساس صداقت رکھتا ہوں آئین عدالت رکھتا ہوں
آنکھوں میں حیا دل میں غیرت توفیق شجاعت رکھتا ہوں
اسلام سے مجھ کو الفت ہے ایمان کی حلاوت رکھتاہوں
ابوبکر و عمر عثمان و علی چاروں سے محبت رکھتاہوں

تمہید:

لائق صد تعظیم وتکریم ...... علماء کرام ...... واجب الاحترام برادران اسلام ......

بزرگو دوستو اور بھائیو!

آج کا یہ عظیم الشان اجتماع سیدنا علی المرتضیٰؓ اور سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ کی سیرت طیبہ کے حوالے سے علیؓ و معاویہؓ کے عنوان سے انعقاد پذیر ہے ...... یہ عنوان واقعۃً ایک انوکھا ...... نرالا عنوان ہے ...... اور پھر بالخصوص کسی ایسی شخصیت پر گفتگو کرنا ...... کہ جو اتنی عظمتوں والے ہوں ...... کہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ...... مجھے ان سے کیا نسبت ہے ...... کہ میں ان پر گفتگو کر سکوں ...... سچی بات یہ ہے ...... کہ وہ آسمان رشد و ہدایت کے درخشندہ اور تابندہ ستارے ہیں ...... کہ ان تک پہنچنا ان کے متعلق گفتگو کرنا ان کے فضائل و مناقب بیان کر کے یہ سوچنا ...... کہ شاید میں ان کا حق ادا کر دوں گا یہ خام خیالی ہے

صحابہؓ سے محبت نسبت رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے:

سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ ان شخصیات پر گفتگو سے پہلے بطور مقدمہ ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں ...... کہ حضرت علیؓ ہوں ...... یا حضرت معاویہؓ ہوں ...... سلمانؓ ہوں ...... یا ابو ہریرہؓ ہوں ...... ابن مسعودؓ ہوں ...... یا ابو بکر صدیقؓ ہوں ...... عمر بن خطابؓ ہوں ...... یا عثمان بن عفانؓ ہوں ...... طلحہؓ ہوں ...... یا زبیرؓ ہوں۔

ان سب لوگوں سے ہم محبت و عقیدت اس لیے رکھتے ہیں ...... کہ یہ سب رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں ...... قومیت کی وجہ سے نہیں ...... ان کی شخصیات کی وجہ سے نہیں ...... برادری کی وجہ سے نہیں ...... ان کی ذات کی وجہ سے ہم ان کا احترام نہیں کرتے ...... اس لیے احترام نہیں کہ سیدنا معاویہؓ بنو امیہ کے جلیل القدر خاندان کے تھے ...... اس لیے احترام

نہیں...... کہ حضرت علیؓ قریشیوں کے سرداروں میں سے ایک سردار کے بیٹے تھے...... اس لیے احترام نہیں...... کہ فلاں صحابیؓ فلاں علاقے سے آیا تھا...... ان سب کو جو قدر مشترک ایک نسبت اور عظمت حاصل ہے...... وہ اللہ کے نبی ﷺ کی صحابیت کی ہے۔

کائنات میں دو جماعتیں اللہ کا انتخاب:

صحابیت کتنا بڑا اعزاز ہے......؟ اس پر ایک جملہ میں کہتا ہوں...... اسے دل پر لکھیں...... اور ذہن نشین کرلیں...... کہ کائنات میں دو جماعتیں ایسی ہیں...... جن کو براہ راست اللہ نے چنا ہے...... آدمؑ سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ تک...... سب پیغمبر اللہ کا انتخاب ہیں...... ایسے ہی صحابیت بھی اللہ کا انتخاب ہے...... اللہ کے انتخاب کا کیا معنٰی ہے؟ کہ کوئی شخص اپنی مرضی سے نبی نہیں بن سکتا...... ایک آدمی ہزار سال عبادت کرلے...... ریاضت کرلے...... مجاہدہ کرلے...... بڑے چلے کاٹے...... ذکر واذکار کرتا رہے...... ساری زندگی اسی میں گزار دے...... کیا خیال ہے نبی بن جائے گا......؟ (نہیں) نبی بنتا نہیں...... نبی کو اللہ چنتا ہے...... جب نبوت خدا کا انتخاب ہے...... اللہ نے جس کو چاہا ہے...... اس منصب کے لیے چنا ہے...... جب اللہ نے انتخاب کیا ہے۔

باپ کے سر پر نبوت کا تاج ہے...... بیٹا جہنم کی آگ میں جل رہا ہے...... بیٹے کے سر پر نبوت کا تاج ہے...... باپ جہنم کا ایندھن بن رہا ہے...... بھتیجے کے سر پر نبوت کا تاج ہے...... چچا جہنم میں جا رہا ہے...... جب اللہ کا انتخاب ہے...... رب جس کو چاہتے ہیں...... نبوت کے لیے چنتے ہیں...... یہ دل پر جملہ لکھ لیجئے۔

پوری کائنات کے ولیوں کی ولایتیں:

ایک جماعت انبیاء کی ہے...... جو رب کا انتخاب ہے...... دوسرا انتخاب صحابیت

ہے یہ وہ عظمت ہے...... جس کو براہ راست اللہ نے چاہا ہے...... چنا ہے...... کوئی شخص اپنی مرضی سے صحابی نہیں بن سکتا...... کروڑوں جنید بغدادی ہوں...... لاکھوں بایزید بسطامی ہوں...... اربوں عبد القادر جیلانی ہوں...... ہزار ہا مجدد الف ثانی جمع ہو جائیں ...... لاکھوں بختیار کاکی اکٹھے ہو جائیں۔

ساری دنیا کے زہاد، عباد، سجاد، متقی، پرہیزگار، ابرار، صلحاء، سارے کے سارے جمع ہو جائیں...... ایک اکیلا صحابی بلال حبشیؓ جیسا آدمی...... اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ کہتے ہوئے...... اذان دیتے ہوئے...... جو نگاہ کھول کر پیغمبر ﷺ کے چہرے پر ڈالتا ہے...... پوری کائنات کے ولیوں کی ولایتیں اکٹھی کرو...... بلال کی ایک نگاہ کا مقابلہ نہیں ہو سکتا...... اس لیے کہ صحابیت رب کا انتخاب ہے...... اللہ نے جس کو چاہا...... محبوب ﷺ کی دوستی وصحبت کے لیے چن لیا ہے...... کوئی شخص اپنی مرضی سے صحابی نہیں بن سکتا...... اگر کوئی شخص اپنی مرضی سے صحابی ہوتا...... تو ابو جہل صحابی ہوتا...... ابولہب صحابی ہوتا...... کعب بن اشرف یہودی صحابی ہوتا...... عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین صحابی ہوتا...... یہ نہیں ہے...... سمجھ میں آتا ہے...... کہ صحابی کوئی بنتا نہیں بلکہ رب اسے چنتا ہے...... جب رب نے چنا ہے...... تو ابو بکر کو بنو تیم سے چنا ہے...... عمر کو بنو عدی سے چنا ہے...... عثمان کو بنو امیہ سے چنا ہے...... علیؓ کو بنو قریش سے چنا ہے...... سلمانؓ کو فارس سے چنا ہے...... بلال کو حبشہ سے چنا ہے...... ابوذر کو قبیلہ غفار سے چنا ہے...... ابو ہریرہ کو یمن سے چنا ہے۔

جب رب نے انتخاب کیا ہے...... عربی نہیں عجمی ہے...... سید نہیں حبشی ہے ...... گورا نہیں کالا ہے...... خوبصورت نہیں سانولا ہے...... اپنا نہیں پرایا ہے...... قریب کا نہیں دور کا ہے...... گھر کا نہیں باہر کا ہے...... مگر چنا رب نے ہے...... چلتا زمین پر ہے......

پاؤں کے کھٹکے جنت میں سنائی دیتے ہیں......(۱)تو عقیدہ بناؤ کہ نبی کو کس نے چنا......؟
(اللہ نے)اور صحابی کو کس نے چنا......؟(اللہ نے)۔

تنقید کا حق:

اگر آپ کسی پر بحث کریں گے...... پہلے کہنا پڑے گا......علی بھی رب کا انتخاب ہے......معاویہ بھی رب کا انتخاب ہے......اب جس کو رب چنے......اس پر تنقید کا کسی کو حق نہیں ہے......کیوں......؟ اللہ کے انتخاب پر تنقید کا معنیٰ یہ ہوگا...... کہ وہ بد بخت یہ عقیدہ رکھتا ہے......کہ اللہ کو پتا ہی نہیں......کیسے آدمی کو چن لیا......اللہ کے علم کی تردید ہے......اللہ کے انتخاب کی تردید ہے...... اللہ کی قدرت کی تردید ہے...... اللہ کے انتخاب کی تردید ہے......اللہ کے فیصلے کی تردید ہے...... جو اللہ کے فیصلے کو تسلیم نہ کرے......اس کی قدرت کو تسلیم نہ کرے......اس کے علم کو تسلیم نہ کرے......وہ مسلمان نہیں وہ کافر ہے......
ہم جو صحابہ کے دشمن کو کافر کہتے ہیں......اس لیے نہیں کہ وہ ابوبکر کا انکار کرتا ہے......بلکہ اس لیے کہ وہ اللہ کے علم کا انکار کر رہا ہے......اللہ کی قدرت کا انکار کرتا ہے......اللہ کے اختیار کا انکار کرتا ہے......اللہ کے فیصلے کا انکار کرتا ہے......اور جو رب کے فیصلوں کا اور اس کی صفات کا انکار کرتا ہے......پوری انسانیت اس پر گواہ ہے......ہر مسلک اور مذہب کا آدمی اس پر گواہ ہے......کہ جو اللہ کے اختیارات کا انکار کرتا ہے......وہ کافر ہے......تو جس کو اللہ چنے اس پر تنقید کرنے کا حق کسی کو نہیں ہے......صحابی کے حوالہ سے دو باتیں میں نے آپ کو سمجھائیں......ایک تو یہ کہ صحابی رب کا انتخاب ہے۔

کنز العمال ص ۱۳٤ ج ۱۳

دوسری بات یہ سمجھائی...... کہ جس کو اللہ چنے اس پر تنقید کرنے کا حق کسی کو نہیں ہوتا۔

صحابہ محفوظ و مغفور:

تیسری بات اس حوالہ سے سمجھیں...... نبی بھی رب کا انتخاب...... صحابی بھی رب کا انتخاب...... دونوں اس کا انتخاب ہیں...... اور ان میں قدرے مشترک چیزیں ہونی چاہئیں...... اس لیے کہ دونوں کو اس نے چنا ہے...... اس کے درمیان کچھ ایسے صفات وکمالات ہوں...... ایک دوسرے کا عکس ان پر پڑا ہوا ہو...... پتا چلے کہ یہ بھی اس نے چنا ہے...... یہ بھی اس نے چنا ہے۔

جو صفت اُس میں ہے...... وہ اس میں بھی ہے...... جو خوبی اُس میں ہے...... وہ اس میں بھی ہے...... ان میں ایک بات میں یہاں کہتا ہوں...... کہ جب اللہ نے چنا...... آدمؑ سے محمد رسول اللہ ﷺ تک...... سب کے سب معصوم ہیں...... معصوم کا معنٰی یہ ہے کہ گناہ ان کے تصور میں بھی نہیں آتا...... گناہ نہ وہ کرتے ہیں...... اور نہ ان کو گناہ کا خیال آتا ہے...... صحابیت بھی اللہ کا انتخاب ہے...... لیکن عصمت و معصومیت صرف نبوت کا خاصہ ہے...... غیر نبی معصوم نہیں...... کوئی بارہ چودہ معصوم نہیں...... صرف نبوت معصوم ہے...... مگر صحابہ انتخاب کس کا ہیں......؟ (اللہ کا) معصوم تو نہیں...... مگر جس نے چنا ہے...... اس نے ان کو محفوظ کیا ہے...... تو صحابہ معصوم تو نہیں مگر محفوظ ہیں...... مغفور بھی ہیں...... یہ دو لفظ یاد کرلو...... سمجھانے کیلئے مثال دیتا ہوں...... چھوٹا بچہ ہے...... چھوٹے بچے کی فطرت ہے شرارتیں کرنا...... لڑنا جھگڑنا...... کسی کو پتھر مارنا...... کسی سے جھگڑ پڑنا...... یہ بچوں کی عادت ہوتی ہے...... اگرچہ یہ بچپنہ عادت قابل تنقید نہیں...... کہ اس پر تنقید کی جائے...... بچہ جو ہے...... لیکن جب وہ باپ کے ساتھ ہو...... اور باپ نے اس کی انگلی تھامی ہوئی

ہو...... تو کیا خیال ہے...... وہ کسی سے لڑے گا......؟ (نہیں) گڑبڑ کرے گا......؟ (نہیں) جھگڑا کرے گا......؟ (نہیں) کیوں......؟ اس لیے کہ یہ محفوظ جو ہے......یعنی نافرمانی کرسکتا ہے......اگر باپ کا سایہ سر پر نہ ہو......اس کے ہاتھ میں ہاتھ نہ ہو......اس کی سرپرستی نہ ہو تو یہ شرارتیں بھی کرے گا......لڑے گا بھی صحیح......اس کا یہ شرارتیں کرنا...... لڑنا یہ بھی قابل تنقید نہیں...... کیونکہ بچہ ہے قابل تنقید نہیں......لیکن چونکہ بڑے کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ ہے......اس لیے شرارت نہیں کرتا...... گڑبڑ نہیں کرتا...... اس لیے ہم کہتے ہیں کہ یہ معصوم تو نہیں......لیکن محفوظ ہے......اللہ کے قرآن نے بتایا......محبوب ﷺ تیرے لیے ہم نے جن کو چن لیا ہے......میں رب کہتا ہوں۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡ عَنۡہُ ...... میں خود ان کو اپنی امان میں لے رہا ہوں ...... پھر یہ تیری نگرانی میں آئے ہیں ...... ان کے سروں پہ تیری رحمت کا سایہ اور ہاتھ ہے...... جب یہ تیرے پاس آگئے ہیں......اب یہ تیرے کنٹرول میں آگئے ہیں......اس لیے معصوم تو نہیں......محفوظ ضرور ہیں۔

نبی کی اپنی زندگی بطور نمونہ:

دوسری بات میں نے کہی ...... کہ مغفور ہیں......مغفور کا کیا معنٰی ہے......؟ سمجھیں کہ اگر بشری تقاضے کے تحت آخر انسان ہے......کوئی واقعہ ان سے ہوا بھی......اور وہ بھی امت کی ضرورت کے لیے......توجہ کریں......صحابہ سے بشری تقاضے کے تحت...... جو امت کی ضرورت تھی...... اللہ نے کچھ کام ان سے کرائے...... اس لیے کہ نبی قوموں کے سامنے اپنی زندگی بطور نمونہ کے پیش کرنے کے لیے آتا ہے......اب نبی نیکی میں تو سارے نمونے پیش کرے گا...... سچ کہے گا......اخلاق بھی پیش کرے گا......دیانت بھی

پیش کرے گا۔

ساری باتیں کہے گا...... لیکن آپس میں لڑنا ...... یہ نبی کی شان کے منافی ہے...... اب نبی تو نہیں لڑے گا...... لیکن علی اور معاویہ تم آپس میں تھوڑا سا لڑو...... تا کہ مسلمان آپس میں لڑیں...... تو ان کے پاس نمونہ علی اور معاویہ کی زندگی کا ہونا چاہیے...... تو وہ چیزیں جو نبوت کی عظمت کے خلاف تھیں...... لیکن انسانی ضروریات کا حصہ تھیں...... اللہ نے وہ کام صحابہ سے کروائے...... تا کہ قیامت تک کے لوگوں کے لیے نمونہ بن جائے۔

تنقید کا حق:

اگر بتقاضۂ بشریت کوئی ایسا واقعہ ہوا...... تو اللہ نے پہلے ہی کہہ دیا...... رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْ عَنْه...... میں ان سے راضی وہ مجھ سے راضی...... میں ان سے نہیں پوچھتا...... وہ میرے متعلق کچھ نہیں کہتے...... میں ان پر خوش بیٹھا ہوں...... تمہیں ان پر تنقید کرنے کا کیا حق حاصل ہے......؟ اس لیے اس سے پتا چلتا ہے...... کہ صحابہ کے وہ کام اپنی مرضی سے نہیں تھے...... وہ اس کی مرضی سے تھے...... اس نے کروائے...... تب تو راضی کہا...... اگر اس کی مرضی سے نہ ہوتے...... تو وہ ناراض ہو جاتا...... وہ کام کرائے اس لیے کہ وہ امت کی ضرورت تھی...... کہ یہ کام صحابہ کریں...... امت کے لیے مشعل راہ اور نمونہ پیش ہو...... یہ ایک ایسا لمبا مضمون ہے...... میں اس کو فی الحال یہیں چھوڑتا ہوں۔

جماعت صحابہؓ پر انبیاءؑ کا عکس:

دوسری چیز سمجھیں...... کتنی جماعتیں اللہ کا انتخاب ہیں......؟ (دو جماعتیں نبی اور صحابہ)...... اب ان میں ایک اور جوڑ دیکھیں انبیاء کی تعداد مشہور ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش اس کا عکس...... جب جماعت صحابہ پر پڑا ہے...... ان کی تعداد بھی مشہور ہے......

ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش...... وہاں پر بھی مشہور ہے ...... یقینی نہیں یہاں پر بھی مشہور ہے...... یقینی نہیں ہے...... وہاں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں سے ...... تین سو تیرہ رسول ہیں...... اب ان کا عکس جب پیغمبر ﷺ کی جماعت پر پڑا...... اب تین سو تیرہ وہ ہیں...... جن کو حضور ﷺ بدر میں لاکر کھڑا کرتے ہیں...... نبی اور رسول میں کیا فرق ہے......؟ یہ تو علماء ہمیں پڑھاتے اور لکھاتے ہیں...... بہت سارے فرق کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں...... میں ایک ایسا فرق بتاتا ہوں...... جو شاید آپ نے پہلے نہ سنا ہو...... وہ یہ ہے کہ انبیاء تو دنیا میں شہید ہوئے ہیں...... دنیاوی زندگی میں حق کہتے ہوئے...... لڑتے ہوئے دنیا سے چلے گئے...... شہید ہوگئے اپنی گردنیں کٹوائی...... شہید ہوئے لیکن کوئی رسول کبھی شہید نہیں ہوا...... یَقْتُلُوْنَ النَّبِيّنَ بِغَيْرِ حَقٍّ تو ہے...... يَقْتُلُوْنَ الرُّسُل کہیں پر نہیں آیا...... رسول ہمیشہ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِه ...... اللہ کہتا ہے میں بھی غالب...... اور میرا رسول بھی غالب...... رسالت نام ہی غلبہ کا ہے...... اس لیے جو چوڑھا...... یہ لکھے کہ سارے نبی اور رسول دعوت وتبلیغ کے لیے آئے...... مگر ناکام ہوئے...... حتیٰ کہ محمد رسول اللہ بھی...... اس سے بڑا کفر اور کوئی نہیں ہوسکتا...... رسالت کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ ہے...... کہ وہ ظاہری طور پر بھی کامیاب ہیں...... باطنی طور پر بھی کامیاب ہیں۔

ہر رسول ہمیشہ کامیاب ہے...... دیکھیں ابراہیمؑ رسول تھے...... نمرود سے کامیابی حاصل کی یا نہیں......؟ (کامیاب ہوئے؟)...... حضرت سلیمانؑ رسول تھے کامیاب ہوئے یا نہیں ہوئے؟ (ہوئے)...... تو میں بتا رہا ہوں...... تین سو تیرہ رسول جو پوری انسانیت میں کامیاب ہیں...... ان کا عکس جب ان تین سو تیرہ پر پڑا...... تو مقابلے میں ہزاروں کھڑے تھے...... اللہ کے نبی ﷺ نے کہا...... اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ

العِصَابَۃ...... مجھ محمد ﷺ کی ساری زندگی کا سرمایہ یہ ہیں ......(۱) ان کو میں نے یہاں لاکر کھڑا کردیا ہے...... وہاں تیرے تین سو تیرہ تھے ...... یہ میرے تین سو تیرہ ہیں...... اگر تو نے ان کو فتح دی تھی...... تو آج ان کو بھی فتح عطاء کر.......... ان تین سو تیرہ میں سے پھر دس رسول ایسے ہیں...... جن کو اولوالعزم کہا جاتا ہے...... اس کا عکس جب پیغمبر ﷺ کی جماعت پر پڑا...... تو دس یار ایسے ہیں جن کو عشرہ مبشرہ فی الجنۃ کہا جاتا ہے...... اب ادھر بھی دس...... ادھر بھی دس...... وہاں بھی ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش...... یہاں بھی ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش...... وہاں بھی تین سو تیرہ...... یہاں بھی تین سو تیرہ...... اگلی بات غور سے سننا...... وہاں انبیاءؑ میں سے ایک نبی ایسے ہیں...... جو سب کے سردار بنے ہیں...... وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں...... اور یہاں پوری جماعت صحابہ میں ایک صدیقؓ ایسا ہے...... جو سب کا سردار بنا ہے...... وہاں جب اللہ نے انبیاءؑ کو صفوں میں کھڑا کر کے محبوب ﷺ کو سردار بنایا...... معراج کی رات مصطفیٰ ﷺ کو مصلے پر کھڑا کیا...... اور جب پیغمبر ﷺ نے سرداری کا تاج دیا...... سارے صحابہؓ کو صفوں میں کھڑا کر کے...... علیؓ کو ساتھ لے کر آئے...... ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کے لے کر آئے اور آکر کہا...... مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ ......(۲) صدیقؓ کو کہو کہ مصلیٰ امامت پہ نماز پڑھائے ...... وہاں انبیاءؑ میں سے آقائے نامدار کے لیے رسول ہیں...... جو سب کے سردار ہیں یہاں جماعت صحابہ میں صدیقؓ ہیں...... جو سب کے سردار ہیں...... ان کا آپس میں رشتہ تو آقا اور غلام کا ہے...... مگر ہیں دونوں سردار...... اس لیے جو کمالات آقا ﷺ میں ہیں...... ان کا عکس کامل صدیقؓ میں ہے۔

(۱) صحیح المسلم عن ابن عباس بحوالہ سیرت مصطفیٰ ص ۱۰۱ ج ۲ (۲) الجامع الترمذی ص ۲۰۸ ج ۲

نبوت ﷺ کے کمالات کا عکس:

نبوت ﷺ کے کمالات کا کامل عکس اگر کسی میں ہے...... تو وہ صرف صدیقؓ میں ہے...... اور اس پر امام اہلسنت سید نورالحسن شاہ بخاریؒ کی ایک کتاب نبی اور صدیق ہے...... جس میں دو سو کمالات انہوں نے لکھے ہیں...... ہر بات کا عکس صدیقؓ پر ان میں سے چند ایک میں بطور نمونہ کہتا ہوں جیسے 63 سال حضور ﷺ کی زندگی 63 سال صدیقؓ کی زندگی...... رحمت کائنات ﷺ پیر کے دن دنیا سے رخصت ہوئے...... صدیقؓ بھی پیر کے دن رخصت ہوئے...... حضور ﷺ کے وصال کے وقت زہر کا اثر رونما ہوا...... صدیقؓ کے وصال کے وقت بھی زہر کا اثر رونما ہوا...... رحمت کائنات ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے...... تو آپ کا سر مبارک صدیقہؓ کی گود میں تھا...... صدیقؓ دنیا سے رخصت ہوئے...... تو سر صدیقہؓ کی گود میں تھا ...... جس بستر پہ حضور ﷺ کا وصال ہوا...... اسی بستر پر صدیقؓ کا وصال ہوا...... جس چارپائی پر آقا ﷺ کو غسل دیا گیا...... اسی چارپائی پر صدیقؓ کو غسل دیا گیا...... پوری زندگی میں جہاں آقا ﷺ ہیں...... وہیں صدیقؓ رہے۔

بدر میں آقا ﷺ صدیقؓ ساتھ ...... احد میں آقا ﷺ صدیقؓ ساتھ ...... حنین میں آقا ﷺ صدیقؓ ساتھ ...... تبوک میں آقا ﷺ صدیقؓ ساتھ ...... خندق میں آقا ﷺ صدیقؓ ساتھ ...... یہ پوری زندگی ایسے...... اب قبر کی زندگی کو دیکھو...... جہاں نبی ﷺ ہیں...... صدیقؓ ساتھ ہے...... فرمایا...... هٰكَذَا نُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ...... (۱) قیامت کے دن سب سے پہلے میں اٹھوں گا...... پھر ابوبکر صدیقؓ ساتھ ہوگا...... حوض کوثر پر میں ہونگا۔

---

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۰ ج ۲، کنز العمال ص ۹ ج ۱۳

پھر میرے ساتھ صدیقؓ ہوگا...... پل صراط سے پہلے میں گزروں گا...... میرے ساتھ صدیقؓ ہوگا...... جنت میں پہلا قدم میرا ہوگا...... پھر میرے ساتھ صدیقؓ کا قدم ہوگا...... ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں سے سب نبی بن مانگے...... ایک محبوب ﷺ ہیں...... جن کو مانگا گیا...... اس کا عکس جب نبی ﷺ کے یاروں پر پڑا...... تو ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہؓ بن مانگے ...... اکیلا فاروقؓ ہے جس کو مانگا گیا۔

نبوت کے ستارے:

اب اس پر ایک اور عجیب بات سناتا ہوں...... غور کریں...... حضور ﷺ نبوت کے سورج ہیں...... شمس نبوت اور سراج منیر ہیں۔

اماں عائشہ کہتی ہیں...... ایک تمہارا سورج ہے...... ایک میرا سورج ہے...... وہ زمین کا سورج ہے...... یہ دین کا سورج ہے...... وہ صبح طلوع ہوتا ہے...... شام کو غروب ہوجاتا ہے...... نبوت کا وہ سورج ہے...... جس دن طلوع ہوا...... کروڑوں قیامتیں برپا ہوسکتی ہیں...... اس کو غروب نہیں لاحق ہوسکتا ہے...... اب یہ سورج ہے...... درمیان میں اس کی روشنی جب اوپر گئی...... تو ایک لاکھ چوبیس ہزار نبوت کے ستارے بن گئے...... آدمؑ سے عیسیٰؑ تک ...... حضور ﷺ کی نبوت کے صدقہ سے نبوت کے ستارے بنے ہیں...... اس لیے کسی نبی کے کلمہ میں لفظ رسول اللہ نہیں...... آدمؑ صفی اللہ ہے ...... نوحؑ نجی اللہ ہے...... ابراہیمؑ خلیل اللہ ہے...... موسیٰؑ کلیم اللہ ہے ...... داؤدؑ خلیفۃ اللہ ہے...... یوسفؑ صدیق اللہ ہے...... عیسیٰؑ روح اللہ ہے...... اگر لفظ رسول اللہ ہے...... تو صرف محمد رسول اللہ ہے...... آقا ﷺ کی رسالت اصل ہے...... اس کا پرتو ان کی رسالتوں پر پڑتا ہے...... ان کو اللہ نے اور اعزاز دیے...... مگر حقیقی رسول محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

ہدایت کے ستارے:

میں عرض کرر ہا ہوں...... جب یہ روشنی اوپر گئی...... ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش نبوت کے ستارے بنے...... اس کی روشنی جب نیچے آئی...... تو ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہؓ ہدایت کے ستارے بنے...... صحابہ کس کے ستارے بنے...... ؟ (ہدایت کے)...... اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّہِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ ......(۱) یہ ہدایت کے ستارے ہیں...... جس کے پیچھے چلو گے ہدایت ملے گی...... وہ نبوت کے ستارے ہیں...... یہ ہدایت کے ستارے ہیں...... اب دیکھیں اوپر بھی ستارے ہیں...... نیچے بھی ستارے ہیں...... درمیان میں حضور ﷺ نبوت کے سورج ہیں...... آقا ﷺ کی روشنی اوپر بھی گئی ہے...... نیچے بھی آئی ہے...... لیکن ان بڑے ستاروں کا چھوٹے ستاروں پر عکس پڑا ہے...... وہ جو میں نے ابھی بتایا...... اُن کی تعداد بھی ایک لاکھ چوبیس ہزار...... ان کی تعداد بھی ایک لاکھ چوبیس ہزار...... وہاں بھی تین سو تیرہ...... یہاں بھی تین سو تیرہ...... وہاں بھی دس...... یہاں بھی دس...... وہاں بھی چار...... اور یہاں بھی چار ہیں۔

سیدنا ابراہیمؑ کے کمالات کا عکس:

ایک روایت میں آتا ہے...... حضور ﷺ نے فرمایا...... میری امت میں ابوبکر کی مثال ایسے ہے...... جیسے انبیاءؑ میں ابراہیم ہیں...... مثلاً ابراہیمؑ کو قرآن نے کہا...... اَوَّاہٌ حَلِیْمٌ ...... اور حضور ﷺ نے ابوبکرؓ کو فرمایا...... اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْر...... ابراہیمؑ کو قرآن نے کہا...... وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا۔

---

(۱) مشکوۃ شریف ص ۵۵۴ ج ۲

اور یہاں ابوبکرؓ کو قرآن نے کہا ...... وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ اُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ...... صدیق خلیلؑ کو بھی کہا گیا ...... ان کو بھی کہا گیا...... وہ بھی نرم دل تھے ...... یہ بھی نرم دل ہیں...... وہ بھی صدیق...... یہ بھی صدیق...... وہ اللہ کا خلیل...... اور ادھر پیغمبر ﷺ کہتے ہیں......لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ خَلِيْلًا۔(۱)

ابراہیمؑ کو رب نے آزمایا ...... خلیل جان پیش کر...... مال پیش کر...... وطن پیش کر...... گھر بار چھوڑ کر اولاد پیش کر...... بیٹے کی گردن پر چھری رکھ دی...... دل پیش کر...... سب کچھ چھوڑ کر دل ایک اللہ کے حوالے کر دیا...... یہاں محبوب ﷺ نے صدیقؓ کا امتحان لیا...... صدیق جان پیش کر...... اس نے کہا خلیل کی جان نار میں ...... میری جان غار میں...... اور اگر علماء غور کریں......تو نار کا ذکر بھی قرآن میں ہے......اور غار کا ذکر بھی قرآن میں ہے......فرق سمجھنا...... جس نار میں خلیل گئے پہلے نار تھی...... جانے کے بعد گلزار بن گئی ...... لیکن جس غار میں صدیقؓ گئے ...... وہ آج بھی نبوت ﷺ اور صدیقؓ کی محبت کی نشانیاں پیش کر رہی ہے ......جس میں خلیل گئے تکلیف کوئی نہیں...... اللہ نے ٹھنڈی کر دی ...... جہاں صدیق گئے......محبوب ﷺ کی محبت میں کالے موذی کے ڈس برداشت کیے۔

جنت کو خرید کرامت میں تقسیم کرنا:

خلیلؑ نے وطن چھوڑا...... صدیقؓ نے وطن چھوڑا...... خلیلؑ نے کعبہ تعمیر کیا...... صدیقؓ نے مسجد نبوی تعمیر کی......خلیلؑ نے جہاں کعبہ تعمیر کیا اس پر کوئی قیمت نہیں لگی ...... آج مسجد نبوی جہاں موجود ہے......اور وہ جگہ ریاض الجنۃ جنت کا ٹکڑا موجود ہے۔

---

(۱) صحیح البخاری ص۵۱۶ ج۱، صحیح المسلم ص۲۷۲ ج۲، ترمذی ص۶۸۵ ج۲، مشکوۃ شریف ص۵۵۵ ج۲، فتح الباری ص۱۹ ج۲، عمدۃ القاری ص۲۹۲ ج۱۱

اس زمین کی قیمت ابو بکرؓ نے خود ادا کی ہے...... میں کہا کرتا ہوں...... صدیقؓ کے جنتی ہونے پر بحث کرنے والو......! ابو بکرؓ تو وہ ہے...... کہ جس نے جنت خرید کرامت میں تقسیم کی ہے...... قیمتاً خریدی ہے...... اور پھر قیامت تک کی انسانیت کے لیے وقف کر دی ہے ...... اس نے وطن چھوڑا...... اولاد پیش کی...... اسماعیل کو چھری کے نیچے دیا...... ابو بکرؓ نے عائشہؓ نبی ﷺ کے قدموں میں کر دی...... اُس نے بھی گھر لیا، اِس نے بھی گھر لیا۔

موسیٰؑ کے کمالات کا عکس:

میں ایک بات اور کہتا ہوں...... اسی طریقہ سے انبیاءؑ میں موسیٰؑ کے کمالات کا عکس حضرت عمرؓ پر ہے...... مثلاً لفظ موسیٰ ہے جس کا معنٰی ہے...... زندگی والا...... پانی سے نکل کر زندہ ہونے والا...... عمر کا معنی کیا ہے......؟ زندگی...... وہاں بھی نام زندگی ہے...... یہاں بھی نام زندگی ہے...... موسیٰ لکھو...... اس میں کوئی نقطے والا حرف ہے......؟ (نہیں) عمر لکھو...... اس میں کوئی نقطے والا حرف ہے......؟ (نہیں)...... موسیٰؑ کا مقابلہ اِس وقت کی سب سے بڑی طاغوتی طاقت فرعون سے ٹکر تھی...... اور عمرؓ کا مقابلہ اس وقت کی سب سے بڑے بدمعاش ایران سے ٹکر تھی...... موسیٰ کی ایک صفت ہے...... کہ ہر وقت ہاتھ میں عصا ہے...... عمرؓ کی ایک صفت ہے...... کہ ہر وقت ہاتھ میں دُرہ ہے...... موسیٰؑ اللہ کا جلیل القدر اور اولوالعزم نبی ہیں...... جس کو کلیم اللہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے...... اللہ سے باتیں کرتا ہے...... حضور ﷺ نے فرمایا...... میری پوری امت میں ایسا شخص جو اللہ سے باتیں کرتا ہے...... وہ عمرؓ بن خطاب ہے...... عمرؓ زمین پر بولتا ہے...... آسمان سے قرآن بن کر اترتا ہے...... موسیٰؑ کی حکمرانی کا عالم یہ ہے...... کہ دریا میں عصا مارا...... تو راستے بنے...... عمرؓ کی حکمرانی کا عالم یہ ہے...... کہ دریا کو خط لکھا تو دریا کو جوش آیا...... ابراہیمؑ کے کمالات کا عکس

صدیقؓ پر اور موسیٰؑ کے کمالات کا اثر فاروقؓ پر ہے۔

حضرت داؤدؑ کا عکس:

حضرت داؤدؑ کے کمالات کا عکس سیدنا عثمانؓ پر کیسے ہے......؟ ایک تو انبیاءؑ میں داؤدؑ وہ نبی ہے......جس کے پاس بڑی سلطنت تھی...... پورے صحابہؓ میں سب سے بڑی سلطنت حضرت عثمانؓ کی تھی ...... حضرت داؤدؑ انبیاء میں انتہائی شرمیلے تھے ......اور حضرت عثمانؓ صحابہؓ میں سب سے زیادہ شرمیلے تھے ...... حضرت داؤد کو اللہ نے بڑی خوبصورت آواز عطاء کی تھی...... کہ جب وہ زبور پڑھتے تھے ......تو پرندے آکر رک جاتے تھے ......اور اللہ نے جو حضرت عثمانؓ کو قرآن کریم پڑھنے کا کمال عطاء کیا تھا ...... وہ عثمانؓ ہی کی خصوصیت تھی...... کہ ایک رکعت میں کھڑے ہوکر...... پورے قرآن کی تلاوت کرلیا کرتے تھے......وہ کمالات کا عکس ادھر پڑا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے کمالات کا عکس:

اب میں اپنے موضوع پر آ گیا ہوں...... انبیاءؑ میں حضور ﷺ سے پہلے نبوت کے جو ستارے تھے...... اس سلسلے کی آخری کڑی کون ہیں......؟ (سیدنا عیسیٰ) اور حضور ﷺ کے چار یاروں میں آخری کڑی کون ہیں......؟ (حضرت علی) عیسیٰؑ اور علیؓ میں جوڑ دیکھیں...... اُس کا نام ہے عیسیٰؑ اور اس کا نام ہے علیؓ ...... ان کا پہلا حرف عین ...... اِن کا یہ پہلا حرف عین...... اُن کا آخری حرف یاء...... اور ان کا آخری حرف یاء ہے۔

تیسری بات حضور ﷺ نے فرمایا علی تیرے متعلق ایسے ہی تین طبقے ہوں گے...... جیسے عیسیٰؑ کے متعلق تھے ایک وہ فرقہ ہوگا جو تجھے خدا بنائے گا...... جیسے عیسیٰؑ کو ابن اللہ کہا گیا...... ایک وہ فرقہ ہوگا...... جو تیری توہین کرے گا...... جیسے یہودیوں نے عیسیٰؑ کی

توہین کی...... یہ دونوں جہنمی ہونگے...... اور تیسرا حق پر ہوگا...... جس نے عیسیٰؑ کو عبداللہ بھی کہا...... اور رسول اللہ بھی کہا...... اللہ کا رسول بھی تسلیم کیا...... اللہ کا بندہ بھی مانا...... سیدنا مریم کی عزت کی...... عیسیٰؑ کا اکرام بھی کیا...... علیؓ تیرے متعلق بھی تین طبقے ہوں گے...... ایک وہ جو تجھے مشکل کشا کہے گا...... اور دوسرا وہ جو معاذ اللہ تیری گردن میں رسی ڈال کے پکڑ کر گھسیٹ کر ابوبکرؓ کی معیت کے لیے تجھے مجبور کرنے کی داستانیں بیان کرے گا...... اور دونوں جہنمی ہوں گے...... حق پر وہ ہوگا جو تجھے اللہ کا بندہ مانے گا...... محمد ﷺ کا خلیفہ مانے گا...... عیسیٰؑ کی جو صفات قرآن نے بیان کیں...... دو صفتیں بڑی عجیب بیان کیں کہ عیسیٰ...... يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ...... کہ وہ کتاب بھی سکھائے گا...... حکمت بھی سکھائے گا...... اور میرے پیغمبر ﷺ نے علیؓ کی دو صفتیں بیان کیں...... ان میں سے ایک تو یہ صفت بیان کی...... اَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا...... اگر عیسیٰؑ حکمت سکھائے گا...... تو اس کی حکمت کا عکس علیؓ پر پڑے گا...... علیؓ میری امت میں سب سے زیادہ حکمتوں والا ہوگا...... حضرت عیسیٰؑ کے تفسیر اور احادیث کی کتابوں میں ان کے اقوال زریں بھی محفوظ ہیں...... حکمت کی باتیں اور ان کے فیصلے بھی بڑے محفوظ ہیں...... ادھر رسول اللہ ﷺ نے علی کو فرمایا...... اَقْضَاهُمْ عَلِي...... علی میری پوری امت میں چیف جسٹس اور قضاء کی طاقت اللہ نے اگر کسی کو دی ہے...... تو وہ علی بن ابی طالبؓ کو دی ہے...... تو عیسیٰؑ کے کمالات کا عکس کامل پوری امت میں اگر کسی پر پڑا ہے...... تو علی بن ابی طالبؓ پر پڑا ہے۔

قرآن کے تین جلیل القدر صحابی مفسر:

اب حضرت علیؓ پر دو تین باتیں اس حوالے سے سنیں...... دیکھیں ہر آدمی میں اللہ ایک نہ ایک صفت رکھتا ہے...... مولانا مفتی محمود بھی مفتی تھے...... مفتی شفیع بھی مفتی تھے......

آپ سب لوگ اس بات کو نہیں سمجھ سکیں گے...... جو لوگ ان کو قریب سے جانتے ہیں...... وہ سمجھ سکیں گے...... علم دونوں کا مسلم، نیکی بھی دونوں کی مسلم، تقویٰ بھی دونوں کا مسلم، بزرگی بھی دونوں کی مسلم لیکن جو علمی تفوق اور علمی خوبیاں امت پھیلانے میں مولانا مفتی محمد شفیع نے جو کمال کیا وہ مفتی محمود کو حاصل نہیں ہوا...... اور اسلامی ریاست میں کفر کا مقابلہ کرنے میں جو کمال مفتی محمود کو ملا مفتی محمد شفیع اس طرف نہیں گئے...... ہر ایک کا اپنا فن تھا...... دونوں باکمال تھے...... بعد میں خارجی مزاج بکواس کرتے ہوئے کہہ دیتا ہے...... کہ وہ جی حضرت علیؓ نے کون سے علاقے فتح کیے ہیں...... صدیقؓ نے علاقے فتح کیے ہیں...... عثمانؓ نے علاقے فتح کیے ہیں...... تو جو کام علیؓ نے کیے ہیں...... وہ ان تینوں نے نہیں کیے...... مثال کے طور پر علمی میدان میں سب سے زیادہ امت کو فائدہ اگر کسی شخصیت اور ہستی سے ہوا ہے...... تو حضرت علیؓ سے ہوا ہے...... علماء بیٹھے ہیں ان سے تحقیق کرنا...... امت میں جلیل القدر تین صحابہؓ ہیں...... جو قرآن کریم کے مفسر تھے...... ان میں سب سے پہلے عبداللہ بن ابی عباسؓ جن کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعاء مانگی تھی...... دوسرے سیدنا حضرت علی بن ابی طالبؓ ہیں...... اور تیسرے سیدنا عکرمہؓ بن ابی جہل ہیں...... یہ قرآن کریم کا بہترین مفسر تھا...... یہ گویا قرآن کی سب سے پہلی قرآن فہمی...... قرآن دانی...... قرآن سمجھنا...... قرآن کو بیان کرنا...... امت کے جس عظیم انسان کے حصے میں آیا...... وہ علی ابن ابی طالبؓ ہیں...... اس لیے حضرت علیؓ سے پوچھا گیا...... کہ حضرت یہ ارشاد فرمایئے...... کہ ابوبکرؓ کی فضیلت میں بھی کوئی آیت اتری ہے......؟ فرمایا ہاں...... وَالَّذِىْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ...... وَالَّذِىْ جَآءَ بِالصِّدْقِ...... اے محمد رسول اللہ ﷺ مصدق بہ اے ابوبکر صدیقؓ...... محمد سچائی لے کے آئے ہیں...... ابوبکرؓ نے اس کی تصدیق کی ہے

...... اُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ...... تقویٰ کا جو معیار اللہ نے نبی ﷺ کا بیان کیا ہے ...... وہ لفظ اللہ نے صدیقؓ کے لئے بیان کیا ہے ...... میں علیؓ اس کی گواہی دیتا ہوں ...... کہ ابو بکرؓ تقویٰ کے اس مقام پر ہے ...... کہ پوری امت میں اس کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا۔

حضرت علیؓ مکثر الروایات صحابی:

یہ قرآن کا علم تفسیر امت میں تقسیم ہوا ہے ...... تو علیؓ کے واسطہ سے ہوا ہے ...... مکثر الروایات صحابہؓ جنہوں نے سب سے زیادہ حضور ﷺ کی حدیثیں نقل کی ہیں ...... بڑی ذمہ داری سے کہتا ہوں ...... اتنی روایتیں نہ صدیقؓ کی ہیں ...... نہ فاروقؓ کی ہیں ...... نہ عثمانؓ کی ہیں ...... ان سب سے زیادہ روایتیں حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے نقل کی ہیں ...... اس کی وجہ بتا رہا ہوں ...... اس لیے کہ جب ان کا دور اقتدار تھا ...... ابتدائی حالات تھے ...... اس وقت ان کا ذہن اس طرف تھا ...... کہ امت میں دین پھیلے ...... فتوحات کے دروازے کھلیں ...... لوگ اسلام میں داخل ہوں ...... لوگوں کو سہولتیں پہنچائی جائیں ...... حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس وقت کے فتنوں کا مقابلہ کیا ...... حضرت عمرؓ نے فتوحات پر توجہ دی ...... حضرت عثمان بن عفانؓ نے فتوحات پر توجہ دی ...... اب جب اتنی بڑی سلطنت پھیل گئی ...... اس دوران حضرت علیؓ ہی ایسے تھے ...... جو ان کے مشیر بھی رہتے تھے ...... اور علم کا دریا بھی چلتا رہتا تھا ...... اللہ نے اِن سے علم کا کام لیا ہے ...... اُن سے عمل کا کام لیا ہے۔

نسبت کی عظمت:

تیسرا علم جو امت میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ سے چلا ہے ...... حضرت علیؓ نے کوفہ کو مرکز بنایا تھا ...... مدینہ سے چلے جانے کے بعد کوفہ ان کا مرکز تھا ...... اور علی کا جتنا علم کوفہ میں تھا ...... ہم تحدیث بالنعمت کے طور پر کہتے ہیں ...... کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور علی

بن ابی طالب ان دونوں آدمیوں کا علم منتقل ہوا...... امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہ کی طرف...... اور ابوحنیفہ سے وہ اس امت کے حصہ میں آیا...... تم خوش نصیب ہو...... کہ تمہاری نسبت علی سے بھی ہے...... اور امام اعظم ابوحنیفہ سے بھی ہے...... عبداللہ بن مسعود سے بھی ہے...... کم از کم ابوحنیفہ کو ماننے والا علی کی عظمت کا منکر نہیں ہوسکتا...... اس لیے کہ علم کی ہماری نسبت وہاں ہے۔

آئمہ اربعہ میں صرف ایک امام عجمی:

ایک بات عرض کرتا چلوں اس موضوع کی تو نہیں...... لیکن درمیان میں یاد آ گئی ہے...... وہ سنا دیتا ہوں...... قرآن کریم کے اٹھائیسویں پارہ میں سورۃ جمعہ ہے...... اس کے شروع میں ہے...... يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمُ...... علماء جانتے ہیں...... یہ اللہ کی توحید ہے...... اللہ کی صفات ہیں...... اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمُ...... بادشاہ ہے...... اَلْقُدُّوْس...... پاک ذات ہے...... اَلْعَزِيْزُ...... بڑے غلبہ والی ذات ہے...... اَلْحَكِيْمُ بڑی حکمتوں والی ہے...... ذرا غور کرنا...... اس کے بعد دوسری آیت...... هُوَالَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا......

اس میں حضور ﷺ کی رسالت ہے...... توحید کے بعد رسالت ہے...... آگے ہے...... يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ...... یہ چاروں چیزیں منصب نبوت بھی ہیں...... اور صحابہ کی فضیلت بھی ہیں...... تو ترتیب کیا ہے......؟ سب سے پہلے اللہ کی توحید...... پھر حضور ﷺ کی رسالت...... پھر صحابہؓ کی فضیلت ہے...... اور اگلی آیت ہے...... اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ...... اللہ کہتے ہیں...... یہ تو صحابہؓ کا دور ہے...... اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ...... پھر ان کے علاوہ ایک طبقہ ہے...... جس پر

اللہ کا سب سے بڑا فضل ہوگا...... امام ابن کثیر جو شافعی المسلک ومصنف ہیں...... وہ قرآن مجید کی تفسیر تفسیر ابن کثیر لکھتے ہیں...... وہ یہ کہتا ہے...... کہ آخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ...... کا مصداق امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہ ہیں...... کیوں......؟ اس پر تین دلیلیں ہیں...... پہلی یہ ہے...... کہ صحابہ کو قرآن نے اُمیین کہا ہے...... اَلَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا...... اہل عرب پہلے امی کہلاتے تھے...... ان کی یہ صفت تھی...... کہ یہ اُمّی لوگ ہیں...... اس کا مطلب ہے...... کہ دنیاوی طور پر لکھنا پڑھنا جاننا...... یہ ان کا مزاج نہیں ہے...... تو صحابہ اُمیین میں شمار ہیں...... اور یہ...... آخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ...... آخَرِیْنَ اور یہ اُمِّیّٖنَ ...... کے علاوہ ایک اور جماعت ہے...... یہ وہ لوگ ہیں...... جو عربی نہیں عجمی ہونگے...... اس پر میں ایک بات کہتا ہوں...... امام مالک بھی عربی ہیں...... امام شافعی بھی عربی ہیں...... احمد بن حنبل بھی عربی ہیں...... اگر عجمی امام دنیا میں ہے...... تو صرف ابوحنیفہ ہے...... اس لیے...... آخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ...... کا مصداق ہی ابوحنیفہ ہیں۔(۱)

فقہ حنفی چالیس ماہرین علم کی مدون کردہ:

دوسری چیز ہر امام نے اکیلے بیٹھ کر فقہ ترتیب دی ہے...... امام مالک نے فقہ لکھی ہے...... اس کا کوئی حلقہ نہیں تھا...... مقصد یہ ہے کہ ان کی شوریٰ نہیں تھی...... امام شافعی نے اکیلے فقہ لکھی ہے...... ان کی کوئی شوریٰ نہیں تھی...... حنبلی فقہ اکیلے کی لکھی ہوئی فقہ ہے...... ان کی کوئی شوریٰ نہیں تھی...... لیکن آخرین مفرد ہے...... یا جمع......؟ (جمع ہے)

---

(۱) اس پر مفصل بحث آپ دیکھ سکتے ہیں "امام اعظم اور علم الحدیث" ص ۱۹۲ پر ملاحظہ فرمائیں

اللہ کہتا ہے...... وہ ایک جماعت ہوگی...... جوان امیین سے ملے گی...... تو امام اعظم اکیلا ایسا آدمی ہے...... جس کی چالیس آدمیوں کی علمی شوریٰ بیٹھی تھی...... جو مسائل پر بحث کرتی تھی...... اس کے بعد اس کو فقہ کا حصہ بنا دیا جاتا تھا...... (۱) اس آیت کا مصداق اگر امت میں ہے تو ابو حنیفہ ہے۔

کامیابی کا راز:

اب اس پر ایک بات اور یاد کریں...... یہ کتنے طبقے ہو گئے......؟ چار...... توحید...... رسالت...... صحابہ...... آئمہ...... اس سے اگلی آیت کیا ہے......؟

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَاراً...... اللہ کہتا ہے...... یہ بڑے اچھے...... نیک صالحین کے چار طبقے گزر جانے کے بعد آگے اللہ نے ان کا تذکرہ کیا...... جو گدھوں کی طرح کتابیں اٹھائے پھرتے ہوں گے...... لیکن علم ان کے سینوں میں نہیں اترے گا...... کتابیں ہوں گی...... مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَاراً...... جیسے یہودیوں کے پاس کتابیں تھیں...... بحث مباحثے مقابلے مناظرے کے لیے ہر جگہ پہنچ جانا...... اللہ کہتا ہے...... ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَاراً...... جیسے گدھے پر بوجھ لادا جاتا ہے...... سوائے اس کے کچھ نہیں...... کہ وہ بوجھ ہے...... اندر اس کے کچھ نہیں جاتا...... جو ان چاروں میں نہیں توحید کا قائل نہیں...... سیرت سے اس کا تعلق نہیں...... اصحاب سے اس کا تعلق نہیں...... ائمہ سے اس کا تعلق نہیں...... وہ کتابیں اٹھا کر پھرتا رہے۔

---

(۱) جامع المسانید ص ۳۲، اردو دائرہ معارف اسلامیہ ص ۷۸٤ ج ۱، تاریخ بغداد،

وہ ان چاروں کا دشمن ہے...... وہ ایسے ہے جیسے گدھا ہو...... گدھے کی کئی صفتیں ہیں...... ان میں سے ایک یہ ہے...... کہ اس پر جتنا بوجھ لاد و برداشت ہے...... اس کے سر پر کپڑا آئے تو اس کو برداشت نہیں کرے گا...... سب کچھ برداشت ہے...... یہ برداشت نہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے...... کہ یہ ایسا بدبخت جانور ہے...... جو مانتا کسی کی نہیں ...... اس کو کھینچو آگے لیکن جاتا پیچھے ہے...... اللہ کہتے ہیں ان چاروں سے جڑ کر رہو...... ان کے ساتھ تعلق رکھو گے...... تو ہدایت ملے گی...... ورنہ گدھوں کی طرح تمہارے پاس کتابیں تو ہوں گی...... ان پر بوجھ تو ہوگا...... لیکن وہ دل میں نہیں اتریں گی...... اور ان میں ایک بات اور بھی ہے...... چلو اس کو چھوڑو...... کہیں ساری تقریر ہی گدھوں کے فضائل پر نہ ہو جائے...... سیدنا علی کرم اللہ وجہہ پر میں صرف دو حدیثیں پڑھ کر ان کی تھوڑی سی تشریح بیان کرتا ہوں...... اس سے آپ کو حضرت علی کے علم کا اندازہ ہو جائے گا...... حضور ﷺ نے دو صفات حضرت علی کی بیان کی ہیں...... ایک فرمایا اَقْضَاهُمْ عَلِی پوری امت کا سب سے بڑا جج علی ہے...... میری امت کا چیف جسٹس علی ہے...... میری امت کا قاضی علی ہے۔

انتظامیہ کے سربراہ کی ذمہ داری:

پڑھے لکھے لوگ ہو...... شہر میں رہتے ہو...... دیکھئے عدلیہ اور چیز ہے...... انتظامیہ اور چیز ہے...... عدلیہ کی ذمہ داریاں اور ہوتی ہیں...... انتظامیہ کی ذمہ داریاں اور ہوتی ہیں۔

حضور نے اَرْحَمُ اُمَّتِی بِاُمَّتِی اَبُوْ بَكْرٍ ...... کہہ کے ابوبکر صدیق کو انتظامیہ کا سربراہ بنایا ہے...... اور اَقْضَاهُمْ عَلِی ...... کہہ کر علی کو عدلیہ کا سربراہ بنایا ہے...... عدلیہ اپنا کام کرتی ہے...... انتظامیہ اپنا کام کرتی ہے...... جو انتظامیہ کا سربراہ ہوتا ہے...... وہ کبھی جج نہیں

ہوتا...... اور جو جج ہوتا ہے...... وہ کبھی انتظامیہ کا سربراہ نہیں ہوتا۔

حضرت ابوبکر کے دور میں جج :

پھر اس پر میں ایک نئی بات کہتا ہوں...... انتظامیہ کا سربراہ جج کے ماتحت ہوتا ہے...... جو وہ فیصلہ کرے...... اسے ماننا پڑے گا...... میں صدیق تیری ساری عظمتوں کو سلام کرتے ہوئے...... پھر بھی یہ کہنے پر مجبور ہوں...... کہ فیصلے تیرے دور میں بھی علی کرتے تھے...... آپ انہیں قبول کرتے تھے...... اَقْضَاهُمْ عَلِیّ ...... امت کا جج علی ہے...... حضرت علی کے فیصلے سنو...... دیکھیں اگر حضرت علی حضور ﷺ کے وصال کے بعد پہلے دن خلیفہ بن جاتے...... تو رسول اللہ کے ہوتے ہوئے...... تو علی نے کوئی فیصلہ نہیں کیا...... کہ نبی ﷺ خود موجود ہیں...... کیسے فیصلہ کرتے...... فیصلے تو حضور ﷺ کے بعد ہی ہونے تھے...... اگر پہلے دن علی خلیفہ بن جاتے تو فیصلے کیسے کرتے...... جو انتظامیہ کا سربراہ ہوتا ہے...... وہ جج نہیں ہوتا...... وہ عدلیہ کا سربراہ نہیں بنتا...... وہ قاضی نہیں بنتا...... وہ چیف جسٹس نہیں بنتا...... اللہ کی تقدیر کا فیصلہ یہ تھا...... حکومت صدیق کرے گا...... فیصلے علی کرے گا...... حکومت فاروق کرے گا...... فیصلے علی کرے گا...... حکومت عثمان کرے گا...... فیصلے علی کرے گا...... اب جب علی حکمرانی کے تخت پر تشریف لائے ہیں...... جب سربراہ علی بنے تھے...... تو علی اس وقت فیصلے نہیں کرتے تھے...... فیصلے علی کا غلام قاضی شریح بیٹھ کر کیا کرتا تھا۔

حضرت علی جج اور خلیفہ برحق :

اَقْضَاهُمْ عَلِی ...... اس لیے علی کو پہلے نمبر پر خلیفہ کہنا پیغمبر ﷺ کی اس حدیث کا انکار کرنا ہے...... کہ گویا علی جج ہی نہیں ہے...... ہم علی کو جج بھی مانتے ہیں...... خلیفہ برحق

بھی مانتے ہیں...... پہلا فیصلہ رسول اللہ کے وصال کے بعد خلافت کا مسئلہ پیش آیا...... تمام صحابہ کرام موجود تھے...... مختلف آراء آئیں صدیق اکبر اٹھ کر گھر چلے گئے...... اپنے کواٹر کے دروازے بند کر دیے...... حیدر کرار اٹھ کر تشریف لائے...... دروازے پر دستک دی...... دروازہ کھولا گیا...... حضرت علی نے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کے کہا...... صدیق آگے چلئے...... یَقْدِمُكَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَمِنَ الَّذِیْ یُؤَخِّرُكَ (۱) اللہ کے نبی ﷺ نے آپ کو مصلیٰ امامت پر کھڑا کیا ہے...... کون ہے جو آپ کو پیچھے کر سکے...... اس لیے علی کا فیصلہ یہ ہے...... کہ پیغمبر ﷺ نے تمہیں نماز کا مصلیٰ دیا ہے...... میں خلافت کا مصلیٰ دینا چاہتا ہوں...... یہ فیصلہ کس کا ہے......؟ (علی کا)...... مانتے ہو......؟ (جی ہاں)...... میرا عقیدہ ہے جو علی کا فیصلہ نہ مانے...... وہ بے ایمان ہے...... ہم نے علی کے فیصلے کو قبول کیا ہے۔

ہر موڑ پہ فیصلہ علی کا:

سیدنا ابو بکر صدیق کو اطلاع ملی...... کہ مخالفین کھڑے ہو گئے ہیں...... زکوٰۃ کا انکار ہو رہا ہے...... حضرت علی نے زکوٰۃ کے منکروں کے ساتھ مقابلے کا اعلان کیا...... حضرت عمر نے تھوڑی سی لچک پیدا کی کہ حضرت حالات ٹھیک نہیں...... اتنے سخت جملے نہ کہیں...... پھر دیکھ لیں گے...... حضرت ابو بکر انتہائی غصہ سے بھرے ہوئے...... چہرۂ اقدس پر سرخی ظاہر ہو گئی...... آپ نے تلوار ہاتھ میں لی...... منبر سے نیچے اترے...... دروازے کے پاس آئے تو علی آ گئے...... حضرت علی نے آ کر کہا...... امیر المؤمنین کہاں......؟ فرمایا میں زکوٰۃ کے منکروں کے لیے اعلان جہاد کر چکا ہوں۔

---

(۱) فضائل الصحابہ للامام احمد بن حنبل ص۱۳۲ و ۱۳۳ ج ۱

کہاامیرالمؤمنین پھر میرا فیصلہ آپ سنیے...... فرمایا کیا...... ؟فرمایا آپ امیر ہیں...... آپ کا حکم ہے جہاد کرنا...... تو میں بھی امت کا جج اور قاضی ہوں...... میرا فیصلہ یہ ہے آپ اپنے منصب امامت پر رہیے...... مصلیٰ پر رہیے...... تلوار علی کو دیجیے...... زکوٰۃ کے منکر کی گردن علی جا کے قلم کرے گا...... زکوٰۃ کے منکروں کو قتل کرنا یہ علی کا فیصلہ ہے...... محبت کا ایک عجیب منظر تھا...... ہر موڑ پہ فیصلہ علی کا چلا ہے۔

صحابہ کی آپس میں محبتیں:

ایک روایت آتی ہے...... کہ دو راستے تھے...... اچانک ادھر سے حضرت علی آئے...... اُدھر سے ابوبکر صدیق آئے...... تو دونوں اکٹھے ہوگئے...... اب دونوں جمع ہوگئے...... عمر کے لحاظ سے علی چھوٹے تھے...... صدیق بڑے تھے...... مقام و مرتبہ کے لحاظ سے ایک دوسرے کے مقام کو دونوں سمجھتے تھے...... اب محبت کی کیفیت یہ تھی...... کہ دونوں کھڑے ہوگئے...... حضرت علی حضرت ابوبکر کو کہتے ہیں...... آپ آگے چلیں...... اور حضرت ابوبکر علی کو کہتے ہیں...... آپ آگے چلیں...... کیا کمال تھا...... دنیا نے نفرتیں دکھائیں...... صحابہ نے عملی زندگی میں محبت پیش کی...... حضرت آپ بڑے ہیں...... آپ آگے چلیں...... وہ کہتے نہیں آپ آگے چلیں...... اب دونوں جمع ہیں...... اب دونوں نے ایک دوسرے کے مناقب بیان کیے...... حضرت علی کہتے ہیں حضرت آپ آگے چلیں ...... اس لیے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔

لَوْ كُنْتَ مُتَّخِذاً خَلِيْلَ لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلاً...... دنیا میں میرا کوئی خلیل ہوتا...... تو وہ ابوبکر ہوتا...... وَلٰكِنْ اِخْوَةُ الْاِسْلَامِ...... لیکن اسلام میں وہ میرا بھائی ہے ...... اللہ کے نبی ﷺ نے آپ کو بھائی کہا ہے...... اس لیے آپ آگے چلیں...... اب ابوبکر

کہتے ہیں...... سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ...... میں نے بھی اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے ،
حضور ﷺ نے فرمایا...... عَلِیٌّ اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃ...... (۱) علی میرا دنیا میں
بھی بھائی اور آخرت میں بھی بھائی ہے...... اس لیے مجھ ابو بکر کا فیصلہ ہے...... آپ آگے
چلیں...... حضرت علی کہتے ہیں...... حضرت جی میں نے رسول اللہ سے یہ سنا تھا...... فرمایا مَا
صَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ حَبَّبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ۔
جو کچھ رب نے میرے سینے میں ڈالا...... میں نے سب کچھ صدیق کے سینے میں
منتقل کیا ہے...... نبوت کا علم...... نبوت کے کمالات...... نبوت کے فضائل و محاسن...... آپ
کے سینے میں منتقل ہیں...... جب آپ پیغمبر ﷺ کے جانشین ہیں...... آپ آگے چلیں......
فرمایا میں نے بھی تو رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا...... اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ
بَابُھَا...... (۲) ساری حکمت پیغمبر ﷺ کی آپ کی طرف منتقل ہے...... قضا آپ کی طرف منتقل
ہے...... اس لیے آپ آگے چلیے...... گفتگو شروع ہے علی بن ابی طالب کہتے ہیں...... آپ
نے پیغمبر ﷺ کو اپنی صاحبزادی دی ہے...... آپ نبوت کے سسر ہیں...... آپ آگے
چلیے...... فرمایا اللہ کے نبی ﷺ نے آپ کو اپنی بیٹی دی ہے...... آپؓ نبی ﷺ کے داماد ہیں
...... رسول اللہ ﷺ کے لاڈلے ہیں...... آپ آگے چلیے۔

علمی میدان میں سب سے زیادہ حاضر جواب:

آخری دلیل جب علی نے پیش کی...... فرمایا میں جانتا ہوں...... پیغمبر ﷺ نے
آپ کا ہاتھ پکڑ کر زندگی میں مصلیٰ دیا ہے۔

---

(۱) مشکوۃ شریف ص ٥٥٤ ج ۲، کنز العمال ص ٦٠ ج ۱۲، ترمذی ص ۲۱۳ ج ۲

(۲) مشکوۃ شریف ص ٥٦٤ ج ۲، کنز العمال ص ٦٤ ج ۱۲، ترمذی ص ۲۱۳ ج ۲

جب پیغمبر ﷺ تجھے آگے کرے علی تجھے کیسے پیچھے کرسکتا ہے...... آپ آگے چلیں گے...... علی پیچھے چلے گا...... ابوبکر کہنے لگے علی...... اللہ نے تجھے واقعی اتنی قوت گویائی دی ہے...... کہ تو اپنی بات منوا سکتا ہے...... امت کا ذہین ترین آدمی صحابہ کی جماعت میں سیدنا علی بن ابی طالب ہیں...... علمی میدان میں سب سے زیادہ حاضر جواب علی بن ابی طالب ہیں۔

سیدنا علی کے فیصلے کی قبولیت:

جس وقت بیت المقدس کو فتح کرنے کا وقت آتا ہے...... ابوعبیدہ بن الجراح وعمر و بن عاص وہاں سے اپنا آدمی بھیجتے ہیں...... حضرت عمر اسی وقت شوریٰ کا اجلاس بلاتے ہیں...... اور شوریٰ کے اجلاس میں علی بن ابی طالب موجود ہیں...... فرمایا علی بتاؤ کیا کرنا چاہیے......؟ بیت المقدس جانا چاہیے کہ نہیں......؟ حضرت علی کہنے لگے امیر المؤمنین عمر فیصلہ میں کرتا ہوں...... آپ وہاں تشریف لے جایئے...... لیکن آپ کے قائم مقام یہ سارا منصب میں سنبھالوں گا...... امامت بھی کراؤں گا...... نظام بھی چلاؤں گا...... اس لیے کہ تورات وانجیل میں جو تذکرے آپ کے لکھے ہوئے ہیں...... آپ کی صفات لکھی ہوئی ہیں...... یقیناً وہ پڑھے لکھے لوگ ہیں...... وہاں کے یہودی جانتے ہیں...... تورات ان کے پاس موجود ہے۔

عیسائیوں نے انجیل پڑھی ہوئی ہے...... اور آسمانی کتابوں میں آپ کا تذکرہ موجود ہے...... وہ آپ کے چہرے کو دیکھ کر چابی حوالے کریں گے...... اور بڑے سے بڑا پہلوان جائے چابی نہیں ملے گی...... حضرت عمر نے فرمایا علی اگر تیرا فیصلہ ہے میں تسلیم کرتا ہوں...... یہ علی کا فیصلہ تھا جس نے بیت المقدس فتح کروا دیا تھا۔

بچہ کا رونا اپنا حق مانگنے پر دلالت:

ہر دور میں عجیب وغریب فیصلے تھے...... ایک عجیب فیصلہ آیا توجہ کرنا...... رات کو حضرت عمر گشت کررہے ہیں...... یہ عہد فاروقی کی بات ہے...... گشت کے دوران ایک گھر میں بچہ کے رونے کی آواز آئی...... تو آپ نے صبح پچھوایا...... کہ یہ کیوں رو رہا تھا......؟ تم نے اس کو دودھ نہیں دیا......؟ عورت کہنے لگی میں اس کا دودھ چھڑوا رہی ہوں...... کہ امیر المؤمنین نے فیصلہ کیا ہے...... کہ جب تک بچہ ماں کا دودھ پینا نہ چھوڑے...... اس وقت تک اس کا وظیفہ نہ جاری کیا جائے...... اس لیے میں کوشش کررہی تھی...... کہ یہ دودھ چھوڑ دے...... تاکہ اس کا وظیفہ جاری ہو سکے...... حضرت عمر بڑے پریشان ہوئے...... اسی وقت اجلاس بلوایا...... اور اس اجلاس میں علی بن ابی طالب بھی موجود تھے۔

ایک روایت میں ہے...... سیدنا حسین ابھی بچہ تھے...... وہ بھی موجود تھے...... دونوں بیٹھے ہوئے تھے...... عمر نے فرمایا بتاؤ یار میں بڑا پریشان ہوں...... اس کا مطلب ہے...... میری وجہ سے کئی بچوں کا دودھ چھڑوایا جارہا ہے...... ان بچوں کو کس وقت وظیفہ دینا چاہیے......؟ باپ تو باپ تھا...... بیٹے کی بات سنیے...... حضرت حسین کہنے لگے چچا جان میں بتاؤں ان کو کب وظیفہ ملنا چاہیے......؟ فرمایا بتاؤ...... فرمایا جب بچہ رونا شروع کرے...... وہ اپنا حق مانگنا شروع کرتا ہے...... جب وہ رونے لگے...... اس وقت اس کا وظیفہ جاری کرنا چاہیے...... حضرت عمر کہنے لگے...... جَزَاكَ اللّٰه...... اللہ تمہیں جزائے خیر دے...... ماں کے پیٹ سے آنے کے بعد بچہ کا پہلا کام رونا ہے...... اس لیے عمر فیصلہ کرتا ہے...... جس کے گھر میں بچہ پیدا ہو...... اسی وقت بیت المال میں اس کا نام لکھوائے...... اور اس کا وظیفہ جاری کروائے...... باقی کام بعد میں کیا کرے...... یہ فیصلہ علی کے خاندان کا ہے۔

علی کا حیرت کن جواب:

افضاهم علی ...... سیدنا علی بن ابی طالب سفر سے آئے ...... ابھی آ کر ٹھہرے تھے ...... کہ سورج غروب ہونے کے قریب تھا ...... نماز عصر پڑھنی تھی ...... ایک یہودی بھاگتا ہوا آیا ...... اور زور سے پکارا علی ......! پہلے میرے سوال کا جواب دو ...... پھر نماز پڑھنا ...... آپ نے فرمایا دیکھ میں نے نماز پڑھنی ہے ...... میرا وقت مت ضائع کرو ...... اس کا مقصد یہ تھا ...... ایسا سوال کروں ...... علی جواب دینے لگ جائے ...... اور اس کی نماز ضائع ہو جائے ...... اس نے سوال کیا ...... علی بتاؤ ...... وہ کون سے جانور ہیں ...... جو بچے دیتے ہیں ...... اور کون سے جانور انڈے دیتے ہیں ...... پہلے جواب دیں ...... پھر نماز پڑھنا ...... اب بڑی پریشانی تھی ...... کہ جانوروں کے نام گنے جائیں ...... تو بڑا لمبا وقت لگ جائے گا ...... حضرت علی نے ایک کلیہ اس کو بتایا ...... جن جانوروں کے کان جسم سے باہر ظاہر ہوں ...... وہ بچے دیتے ہیں ...... اور جن جانوروں کے کان بالوں کے اندر چھپے ہوں ...... وہ انڈے دیتے ہیں ...... تو شمار کر میں نماز پڑھ لوں۔

کافروں کے دماغ کی خرابی:

ہر موڑ پر یہ جتنے فیصلے تھے ...... علی بن ابی طالبؓ کے حصہ میں آئے ...... ایک ان کی حاضر جوابی کی بات ذہن میں آ گئی ...... سیدنا علیؓ کو حضور ﷺ نے بستر پر لٹا دیا ...... سفر ہجرت پر جا رہے تھے ...... دشمن باہر کھڑے تھے ...... اندر علی سو رہے تھے ...... وہ سمجھ رہے تھے ...... کہ حضور ﷺ ہیں ...... یہ اس دور سے کافروں کا مزاج خراب ہوا ...... کہ وہ علی کو نبی سمجھتے رہے تھے ...... تھے تو علی لیکن وہ سمجھے کہ حضور ﷺ ہیں ...... اب جب اندر گئے کپڑا ہٹایا ...... تو علی ...... اب ابو جہل نے حضرت علی سے سوالات شروع کیے ...... اس نے کہا محمد

(ﷺ) کہاں ہیں......؟ آپؓ نے کہا چلے گئے ...... دوسرا سوال ...... کہاں گئے ......؟ حضرت علی نے فرمایا...... جہاں جانا تھا...... جھوٹ تو نہیں بولا......؟ نہیں...... تقیہ تو نہیں کیا......؟ نہیں...... اس نے پھر پوچھا کہاں جانا تھا...... ؟ فرمایا جہاں گئے...... جب یہ سوال و جواب ہوگیا...... وہ اپنا سا منہ لے کر سامنے آ کے کہتا ہے...... محمد (ﷺ) نے یہ نوجوان ٹیم ایسی تیار کی ہے...... کہ جو ہمارے قابو میں نہیں آتی...... میں عرض کر رہا ہوں...... سیدنا علی کی عظمت...... ایک تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا...... اَقْضَاهُمْ عَلِی...... دوسری چیز...... اَنَا دَارُالْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا۔

میں حکمت کا گھر ہوں...... اور علی حکمت کا در ہے...... اب حکمت کیا ہے......؟ امام مالک نے بھی اور امام شافعی نے بھی دونوں نے لکھا ہے...... اَلْحِكْمَةُ هُوَ سُنَّةُ رَسُوْلُ اللّٰه ...... اللہ کے نبی ﷺ کے طریقوں کو سمجھنا...... یہ حکمت ہے...... اللہ کے نبی ﷺ کی سنت کو سمجھنا...... یہ حکمت ہے...... حدیثوں میں سے سنت کو نکھارنا یہ کیا ہے......؟ حکمت ہے۔

دنیا میں نبی کی سنتوں کی اشاعت:

دیکھیں...... ہم اہلسنت ہیں...... سنتوں پر عمل کرتے ہیں...... یہ چہرہ پر سنت ہے...... یا حدیث ہے......؟ ہم اہلسنت ہیں...... اس لیے چہرے پر نبی ﷺ کی سنت ہے...... کبھی کسی نے کہا...... میں نے حدیث رکھی ہوئی ہے......؟ نہیں...... مسواک کرنا پیغمبر ﷺ کی سنت ہے...... یا حدیث ہے......؟ سنت ہے...... آپ کیا سمجھتے ہیں...... میں سنت ادا کر رہا ہوں...... یا حدیث ادا کر رہا ہوں......؟ سنت ادا کر رہا ہوں...... مسواک کرنا سنت ہے...... اسی طریقہ سے چہرے پر داڑھی رکھنا...... یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے......

حدیث نہیں ہے ...... ایک آدمی سے میں نے پوچھا ...... کہ تم بہت دعوے کرتے ہو ...... سنت اور فرض میں فرق کیا ہے ......؟ اس نے جوابا کہا فرض وہ ہے جس کو ہمیشہ کرو ...... اور سنت وہ ہے جسے کبھی کبھی کرو ...... اور کبھی چھوڑ دو ...... میں بڑا حیران ہوا ...... میں نے کہا یہ بتاؤ ...... نکاح کرنا فرض ہے یا سنت ......؟ تو اس نے کہا یہ نکاح کرنا سنت ہے ...... میں نے کہا پھر کبھی کرو کبھی چھوڑ دو ...... وہ لوگ بھی ہیں جن کو پتا ہی نہیں ...... سنت کس کو کہتے ہیں ...... تو سیدنا علی کے واسطہ سے دنیا میں سنتیں پھیلیں ...... اَنَا دَارُ الْحِکْمَةِ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا ...... میں حکمت کا گھر ہوں ...... علی حکمت کا دروازہ ہے ...... اب حضرت علی سے ہم نے سنتیں پوچھیں ...... ایک آدمی آیا اس نے کہا ...... حدیثیں دو قسم کی ملتی ہیں ...... ایک میں ہے ہاتھ یہاں باندھو ...... کسی میں ہے ہاتھ یوں باندھو ...... آپ بتائیں سنت کیا ہے ......؟ فرمایا ...... مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ وَضْعَ الْاَیْدِیْ تَحْتَ السُّرَّةِ ...... (۱) دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھنا ...... نماز کی حالت میں یہ رسول اللہ کی نماز کی سنتوں میں ایک سنت ہے ...... حضرت جی آٹھ رکعتیں پڑھیں یا بیس پڑھیں ......؟ فرمایا ...... نَحْنُ نُصَلِّی خَمْسَةَ تَرْوِیْحَاتٍ ...... ہم پانچ ترویحے پڑھا کرتے تھے ...... اور ایک ترویحہ چار رکعتوں کا ہوتا ہے ...... پانچ کو چار سے ضرب دیں تو بیس بنتے ہیں ...... علی نے عمل سے سمجھایا ...... امت کو سکھایا ...... کہ ہر چار رکعت کے بعد بیٹھا کرو ...... اور اس ترتیب سے بیس رکعتیں پوری کیا کرو ...... فقہ علی کے عنوان پر باقاعدہ کتابیں چھپ چکی ہیں۔

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۱ ج ۱، مسند احمد ص ۱۱۰ ج ۱، اس مسئلہ پر مزید روایات دیکھیں عن علقمہ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۰ ج ۱، عن ابراھیم مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۰ ج ۱، آثار السنن ص ۷۱، عن انس الجواہر النقی علی البیھقی ص ۳۱ ج ۲، محلی ابن حزم ص ۳۰ ج ۳، عن ابی ھریرہ الجواہر النقی علی البیھقی ص ۳۱ ج ۲، محلی ابن حزم ص ۲۹ ج ۳

اور سعودی عرب کے بڑے بڑے علماء نے اس پر تحقیقات کی ہیں...... حضرت علی نے امت میں رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو رواج دیا ہے۔

علم کا شہر اور اس کا دروازہ:

ایک بڑی مشہور حدیث ہے...... اگر چہ محدثین نے اس پر کلام کیا ہے...... لیکن وہ کلام محدث کا کام ہے...... میرا تو نہیں میں محدث نہیں ہوں...... میں نے وہ روایت پڑھی ہے...... میں یہ سوچتا رہا ہوں...... اس روایت کا صحیح محل کیا ہے......؟ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا...... اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ عَلِیٌّ بَابُھَا۔(۱)

بڑی مشہور روایت ہے...... اور کچھ تو نہیں کم از کم ہر ایمان بگاڑے کے ماتھے پہ لکھی ہوتی ہے...... میں کہتا ہوں ہم بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں...... حضور ﷺ نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں...... اور علی اس کا دروازہ ہے...... شہر میں جانا ہو تو دروازے سے ہی آدمی جاتا ہے...... اب نبی ﷺ کا شہر کیا ہے......؟ جس علم کے حضور ﷺ شہر ہیں وہ علم کیا ہے......؟ وہ علم قرآن ہے...... سنت ہے...... احادیث رسول اللہ ہے...... یہ وہ علم ہے جس کے شہر اللہ کے نبی تھے...... اپنے زندگی سنوارنی بنانی ہے...... آخرت کو بنانا سنوارنا ہے...... تو اس علم کے شہر میں آؤ...... یہاں سے حاصل کرو...... سب کچھ ملے گا...... لیکن آنے کا دروازہ علی ہے...... علی کیسے ہے اس کو سمجھئے...... اشارہ اس طرف تھا۔

نبی ﷺ کے علم کا حصول:

اس حدیث میں پیشین گوئی ہے...... کہ ایک وقت آئے گا...... علی بن ابی طالب ایک علم ایجاد کریں گے...... جو قرآن وسنت کو سمجھنے کا دروازہ ہوگا۔

---

(۱) کنز العمال ص ٦٤ ج ١٣

اور اس علم کا نام علم الصرف ہے..... علم النحو ہے..... اس کے سب سے پہلے موجد جنہوں نے اس کی جزئیں بنائیں..... اس کے کلیے بنائے..... اس کے قاعدے بنائے..... اس کے اصول بنائے..... اور اس علم الصرف والنحو کو لکھا گیا..... سب سے پہلے بانی مبانی علی بن ابی طالب ہیں..... یہ وہ دروازہ ہے..... اس دروازے سے گزر کر قرآن سمجھا جاتا ہے..... صرف ونحو پڑھ کے حدیثیں سمجھی جاتی ہیں..... صرف ونحو پڑھ کے قرآن سمجھا جاتا ہے..... اشارہ اس طرف تھا..... کہ اردو کے لٹریچر پڑھ کے اردو کی تفسیریں پڑھ کے منشی بن کے شیخ القرآن نہیں بنا جاتا..... قرآن تب سمجھ آئے گا کہ پہلے علی کے علم کو پڑھو..... پھر نبی ﷺ کا علم سمجھ میں آئے گا..... یہ سیدنا علی کا وہ علم تھا جو امت میں تقسیم ہوا ہے۔

ایک اور حدیث سنیے..... سیدنا علی کے متعلق مشہور روایتیں ہیں..... ان میں سے ایک مشہور روایت ہے..... حضور ﷺ نے فرمایا حق ہمیشہ علی کے ساتھ رہے گا..... اور علی ہمیشہ حق کے ساتھ رہے گا..... کیا مطلب.....؟ یعنی علی اور حق والے جدا نہیں..... اب ابوبکر صدیق کو مصلیٰ پر کس نے کھڑا کیا.....؟ علی نے..... تو علی حق پر تھا..... اور صدیق حق تھا..... وہ علی کے ساتھ..... عمر بن خطاب کا دور آیا..... پوچھا گیا علی..... اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ..... پوری امت میں سب سے زیادہ افضل کون ہے.....؟ فرمایا ابوبکر..... ثُمَّ مَنْ..... فرمایا پھر کون ہے.....؟ فرمایا..... ثُمَّ عُمَرُ..... سائل کہتا ہے..... ثُمَّ اَنْتَ..... پھر آپ ہیں.....؟ فرمایا..... لَا مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ.....(1) میں عام مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں..... پھر تو ابوبکر وعمر کے بعد عثمان کا درجہ ہے یہ جو ترتیب تھی یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بتائی تھی..... قائم کی تھی

(1) کنز العمال ص ۵ ج ۱۳

بتانا یہ چاہتا ہوں کہ ابو بکر حضرت علی کے ساتھ تھے ...... اگر صدیق حق پر نہ ہوتا ...... علی اس کے ساتھ نہ ہوتا ...... عمر حق پر نہ ہوتے تو علی اس کے ساتھ نہ ہوتے ...... عثمان حق پر نہ ہوتے تو علی ابن ابی طالب اس کے ساتھ نہ ہوتے ...... علی ان کے ساتھ رہے ...... وہ علی کے ساتھ رہے ...... ہم نے علی کو بھی حق مانا ہے ...... ان کو بھی حق مانا ہے ...... میں سوچتا تھا کہ حضرت علیؓ نے اپنی بیٹی عمر کو کیوں دی ...... ؟ اس لیے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا حق علی کے ساتھ رہے گا ...... لیکن اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلیٰ لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِه ...... (۱) عمر حق بولے گا ...... عمر کی زبان پر علی نے بھی کہا میں بھی حق ...... عمر تو بھی حق ...... اب حق والے کو ہی حق ملنا چاہیے ...... اس پر اور باتیں بھی ہو سکتی ہیں۔

قرآن علی کے ساتھ اور علی قرآن کے ساتھ:

میں ایک اور بات کہتا ہوں ...... اَلْقُرْآنُ مَعَ الْعَلِیِّ و الْعَلِیُّ مَعَ الْقُرْآن ...... فرمایا قرآن علی کے ساتھ ہے ...... اور علی قرآن کے ساتھ ہے ...... اس پر ایک بات سمجھیں ...... اس وقت قرآن ہے ...... ؟ (ہے) آپ کی مسجد میں ہے ...... ؟ جی ...... الماریوں میں ہے ...... ؟ جی ...... آپ کے سینوں میں ہے ...... ؟ جی ...... آپ کے بچوں کے سینوں میں ہے ...... ؟ جی ...... حضرت علی تو اس وقت اللہ کے ہاں چلے گئے ہیں ...... قرآن تو ہے ...... اب یہ قرآن وہ ہے ...... جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ...... اور میرے نبی ﷺ نے فرمایا ...... علی قرآن کے ساتھ ہے ...... اور قرآن علی کے ساتھ ہے ...... قرآن مجید کی سب سے پہلی تحریر کا فیصلہ علی کے مشورے سے صدیق نے کیا۔

---

(۱) مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۷ ج ۲، ترمذی ص ۲۰۹ ج ۲

اس پر عمل حضرت عمر بن خطاب نے بھی کیا...... اور اس کی نشر و اشاعت کا کام پوری دنیا میں حضرت عثمانؓ نے کیا...... اور حضرت علیؓ ان تینوں کے مؤید رہے...... اس لیے کہ علی قرآن کے ساتھ...... قرآن علی کے ساتھ...... قرآن علی کے بغیر نہ صدیق نے لکھا...... نہ فاروق نے...... نہ عثمان نے...... تو ہمارے پاس وہی قرآن ہے...... جو علیؓ کا ہے...... جو علی کے دور میں تھا...... اب بھی وہی ہے...... اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی...... لیکن دیکھئے اس وقت علی قرآن والوں کے ساتھ تھے...... آج علی تو نہیں قرآن تو ہے...... اب قرآن کو دیکھو...... کن کے پاس ہے......؟ اب قرآن کو تلاش کرو...... کن کے پاس ہے......؟ اگر قرآن سینوں کے سینے میں ہے...... تو علی ان کے ساتھ ہے...... اگر قرآن کسی اور طرف ہے...... تو علی ان کے ساتھ ہے...... جہاں قرآن ہے وہاں علی ہے...... ہم علی کی عظمتوں کو سلام کرتے ہیں۔

مزاج نبوت حدود شریعت :

ایک بات حضرت علی کے حوالے سے کہتا ہوں...... مولانا پالن پوریؒ اللہ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل کرے...... (آمین)...... ہمارے بزرگ ہیں...... وہ اپنی تقریروں میں ایک بات کہتے تھے...... وہ بات ذرا مشکل ہے...... لیکن میں کوشش کرتا ہوں...... اپنے انداز میں سادے لفظوں میں آپ کو سمجھاؤں...... یہ چار یاروں کا جو دور خلافت ہے...... ابوبکر، عمر، عثمان وعلی یہ منجانب اللہ ترتیب ہے...... کہ قیامت تک امت میں ایسی ضرورت پڑے گی...... صدیق، عمر کا دور ہے...... مزاج نبوت...... کیا مطلب......؟ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے...... اپنی بات ہی نہیں...... جو یار نے کہی ٹھیک ہے...... ابوبکر کو کہا پکی مسجد بنائیں......؟ فرمایا حضور ﷺ نے نہیں بنائی...... میں بھی نہیں

بناتا...... عمر کو کہا پکی مسجد بنائیں......؟ کہا حضور ﷺ نے نہیں بنائی...... ہم بھی نہیں بناتے
...... ابوبکر کو کہا بیٹے کو کوئی عہدہ دے دو...... کہا حضور ﷺ نے نہیں دیا...... میں بھی نہیں دیتا
...... عمر کو کہا اپنے بیٹے کو کوئی عہدہ دے دو...... فرمایا حضور ﷺ نے نہیں دیا...... میں بھی
نہیں دیتا...... یہ ہے مزاج نبوت...... لیکن نبوت کے مزاج پر اترنا...... ہر کسی کی بات نہیں
...... نبی ﷺ کا مزاج کیا ہے...... کہ تین تین مہینہ چولھا ہی نہیں جلا...... نبوت کا مزاج کیا
ہے......؟ اَیُّکُمْ مِثْلِیْ ...... میرا مقابل کون ہو سکتا ہے......؟ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ...... میرا
رب مجھے کھلاتا بھی ہے...... پلاتا بھی ہے...... تم میرا مقابلہ کر سکتے ہو......؟ مسلسل روزے
پر روزے رکھے ہی جاتا ہوں...... کھاتا پیتا نہیں ہوں...... افطار کرتا ہوں...... تو مسلسل
افطار کرتا ہوں...... روزہ نہیں رکھتا...... تم میرا مقابلہ کرنا چاہتے ہو......؟ کہ ہم ساری رات
نوافل پڑھیں...... سارا دن روزے رکھیں...... تم میرا مقابلہ نہیں کر سکتے...... تم اپنی ترتیب
سے شریعت کی حدود میں رہ کر کام کیا کرو...... یہ مزاج نبوت ہے...... اور حدود شریعت اور
ہے...... مزاج نبوت اور ہے...... پوری رات نوافل پڑھو...... شریعت کی حد یہ ہے...... کہ
عشاء کی نماز پڑھ کر سو جاؤ...... صبح اٹھ کر فجر کی نماز پڑھ لو...... ہر آدمی کے بس کی بات
نہیں...... کہ مزاج نبوت پر اترے...... مزاج نبوت یہ تھا...... کہ جو کی روٹی کھائی...... کوئی
کھا کے دکھائے...... مزاج نبوت یہ تھا...... کہ کبھی دو سالن رسول اللہ کے دسترخوان پر جمع
نہیں ہوئے...... مزاج نبوت یہ تھا...... کہ کبھی حضور ﷺ نے گھی والی روٹی نہیں کھائی......
آج کوئی ایسے کر کے دکھائے...... شریعت کی حدود کیا ہیں......؟ شریعت میں بڑی وسعت
ہے...... یہ تو نبوت کی خصوصیت ہے...... اس لیے مزاج نبوت کے ہم پابند نہیں...... حدود
شریعت کے پابند ہیں...... حدیثوں میں ہے...... حدود شریعت سنت میں ہے...... مزاج

نبوت تقویٰ کا اعلیٰ معیار ہے...... ہر آدمی اس پر نہیں اتر سکتا...... حدود شریعت فتاویٰ ہیں جس پر ہر آدمی اتر سکتا ہے...... اب شریعت کی حد کیا ہے......؟ شریعت کی حد یہ ہے...... کہ اللہ نے آپ کو رزق دیا ہے...... وسعت دی ہے...... دستر خوان لگا ہوا ہے...... جتنی نعمتیں آپ کے پاس ہیں خوب کھائیے...... اللہ کا شکر ادا کیجئے...... یہ شریعت کی حد ہے...... وہ مزاج نبوت ہے...... اور یہ حدود شریعت ہے۔

شریعت کی حد کا قیام:

شریعت کی حد کیا ہے......؟ باپ خطیب ہے...... فوت ہو گیا...... بیٹا عالم ہے...... اس کو اس کے مصلیٰ پر کھڑا کر دیا...... کوئی مذائقہ کی بات نہیں...... یہ جو حدود شریعت ہیں...... یہ حضرت عثمان اور حضرت علی نے قائم کیے ہیں...... مثلاً حضرت ابوبکر صدیق پہلی پڑھی پر بیٹھے...... حضور ﷺ سے بعد والی درمیانی پر...... حضرت عمر نیچے بیٹھے...... عثمان بالکل اوپر جا کر بیٹھے...... عقل یہ کہتی تھی عثمان نیچے کھڑے ہو جاتے...... اگر نیچے کھڑے ہوتے...... تو پھر علی کہاں کھڑے ہوتے......؟ ان کے لیے گڑھا کھودنا پڑتا...... کہ ایک فٹ اور نیچے ہو جائیں...... عثمان کے برابر تو نہ کھڑے ہوں...... پھر حضرت حسن آتے تو ان کیلئے دو فٹ اور گھڑا کھودنا پڑتا...... حضرت سیدنا معاویہ آئے تو اور تین فٹ گڑھا کھودنا پڑتا...... آج یہاں کے امام صاحب تحت الثریٰ میں کھڑے ہو کر خطبہ دیتے...... یہ تھا مزاج نبوت کہ جہاں آقا ﷺ بیٹھے صدیق کہتا ہے...... میں نہیں بیٹھتا...... حدود شریعت کیا ہیں......؟

یہ نبوت کے وارث ہیں...... نبی ﷺ کی مسند ہے...... اب نبی ﷺ تو نہیں...... لیکن نبی ﷺ کا علم جس کے سینے میں ہے...... تم اسی کو اس جگہ پر بٹھا کر اس سے ایسے مسئلے

سنا کرو...... جیسے رسول ﷺ سنایا کرتے تھے...... یہ شریعت کی حد حضرت عثمان نے قائم کی ہے...... اب جو بد بخت اور کمینے لوگ حضرت عثمان پر تنقید کرتے ہیں...... ان بدبختوں کو یہ پتا نہیں...... کہ عثمان نے تو شریعت کی حدیں قائم کی ہیں...... باپ کے بعد بیٹے کو آپ نے مصلیٰ پر کھڑا کیا...... یہ حضرت عثمان نے قائم کی ہے...... اگر وہ ایسا نہ کر جاتے...... مفتی حسن کے بعد مولانا عبید اللہ اور عبد الرحمان اشرفی جامعہ اشرفیہ میں نہ ہوتے...... وہ ایسا نہ کر جاتے...... تو مولانا خیر محمد کے بعد آج قاری حنیف صاحب وہاں پر نہ ہوتے...... وہ ایسا نہ کر جاتے...... تو آج کوئی بیٹا باپ کی جگہ پر نہ ہوتا...... یہ شریعت کی حدیں ہیں...... جو عثمان بن عفان کے صدقے سے پوری امت میں تقسیم ہوئی ہیں...... حدود کی دو قسمیں ہیں...... ایک ہے معاملات میں حدود...... اور ایک ہے اختلافات میں حدود...... یہ ساری معاملاتی حدود حضرت عثمانؓ نے قائم کی ہیں۔

شریعت میں اختلافی مسائل:

شریعت میں اختلافی مسائل کی حدود حضرت علی نے قائم کیں...... کیونکہ قاضی کا کام ہے...... اختلافی مسئلہ میں فیصلہ کرنا...... قاضی فیصلہ تب کرتا ہے...... جب اختلافی بحث ہو...... جس پر سب کا اتفاق ہو...... اس پر فیصلہ کرنا یہ قاضی کا کمال نہیں ہے...... تو اختلافات میں حدود حضرت علی نے قائم کیے...... اختلافات میں کیا حدود تھے......؟ اس کو سمجھئے...... مثال کے طور پر رسول اللہ ﷺ کے بعد قیامت تک امت میں کبھی ایسا ہوسکتا ہے...... کہ دونوں عالم ہوں...... دونوں حافظ ہوں...... دونوں قاری ہوں...... ان میں اختلاف رائے ہوجائے...... میرا کسی کے درمیان اختلاف ہوجاتا ہے...... ان کی رائے اور ہے...... اور میری رائے اور ہے...... عالم وہ بھی ہے مولوی میں بھی ہوں...... کتابیں

میں نے بھی پڑھی ...... اس نے بھی پڑھی ہیں ...... اب میرے بھی عقیدت مند ہیں
...... اب میرے اور ان کے اختلاف کا معنٰی یہ نہیں ...... کہ میرے عقیدت مند ہیں ...... ان
کو ماں بہن کی گالی دیں ...... اور ان کے عقیدت مند مجھے ماں بہن کی گالی دیں ...... یہ مسئلہ
علی بن ابی طالب نے امت کو سمجھایا ہے ...... جب اختلاف ہو جائے ...... اس کے علم کی بھی
تعظیم کرو ...... اس کے تقویٰ کو بھی تسلیم کرو ...... اس کے اخلاق کو بھی تسلیم کرو ...... لیکن
اختلاف اپنی جگہ پر رکھو ...... جس کو حق پر سمجھتے ہو ...... کھڑے اس کے ساتھ رہو ...... لیکن
دوسرے مؤقف والے کی تائید نہ کرو ...... ان کا مزاق نہ اڑاؤ ...... ان کی علمی خوبیوں کو ایمان
کو اعمال کی فضیلت کو ساری باتوں کو تسلیم کرو ...... صرف جس بات پر اختلاف ہے ...... اس
پر اختلاف کرو ...... ذاتیات پر الزام نہ لگایا کرو ...... سیدنا علی اور سیدنا معاویہ کا آپس میں
اختلاف ہو گیا ...... علی کی خلافت پر اختلاف نہیں ہوا ...... امیر معاویہ نے سیدنا علی کو خلیفہ
برحق تسلیم کیا ...... خلافت پر اختلاف نہیں ہوا ...... قصاص عثمان کے وقت اختلاف ہوا
ہے ...... امیر معاویہ کا موقف یہ تھا ...... کہ بروقت انتقام لیا جائے ...... کافر دندناتے پھر
رہے ہیں ...... اگر ان سے بدلہ نہ لیا گیا ...... تو حالات کچھ کے کچھ ہو سکتے ہیں ...... آج اگر
وہ شہید ہوئے ہیں ...... کل یہ وقت حیدر کرار پر بھی آ سکتا ہے ...... ایک بات اور کہتا
ہوں ...... جس کو اللہ سیاسی بصیرت دیتا ہے ...... وہ اس کا اپنا ایک خاصہ ہوتا ہے ...... یہ اس
بصیرت کا حصہ تھا ...... کہ دنیا نے دیکھا ...... وہ پریشانیاں حضرت علی کے سامنے بھی آئیں
...... جو حضرت عثمان کے سامنے آئی تھیں ...... اور اگر مجھے علماء اجازت دیں ...... انتہائی
معذرت کے ساتھ خدا کی قسم میں باوضو بیٹھا ہوں ...... واللہ العظیم میں صدق دل سے کہہ رہا
ہوں ...... حضرت امیر معاویہ اپنی جگہ افضل ہیں ...... علی کی فضیلت کا مقابلہ معاویہ نہیں

- ابراہیم اپنے مالک سے ملنا چاہتے ہو......تو آگ میں تنہا آؤ۔
- یونس اپنے رب سے ملنا چاہتے ہو......تو مچھلی کے پیٹ میں تنہا آؤ۔
- زکریا اپنے مالک سے ملنا چاہتے ہو......تو آرے کے نیچے تنہا آؤ۔
- یحیٰ اپنے رب سے ملنا چاہتے ہو......تو جام شہادت پا کے تنہا آؤ۔
- کلیم اپنے مالک سے ملنا چاہتے ہو......تو طور پہ تنہا آؤ۔
- محبوب مجھ سے ملنا چاہتے ہو......تو عرش پہ تنہا آؤ۔
- صدیق تو اپنے محبوب سے ملنا چاہتا ہے......تو غار میں تنہا آئیں۔

اکیلا لے کر آئیں......جب آگئے...... او رجب آگئے......وہاں پر بٹھائیں نبوت کو قریب لے کر آئیں......اور اتنا قریب کہ اپنا دامن پھیلائیں......جھولی پھیلائیں......محبوب کو لٹائیں بٹھائیں نہیں......لٹائیں اور نبوت کا سر اپنی گود میں رکھیں جب سر یوں گود میں آجائے......اب نبوت کے چہرے کو دیکھو کہ اَلنَّظَرُ اِلیٰ وَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہ تنہا بیٹھ کے دیکھیں یہ وہ چہرہ ہے...... جسے ایک نظر دیکھنے سے کلمہ پڑھنے پر صحابیت کا اعزاز ملتا ہے......جہنم کی آگ حرام ہوتی ہے...... جنت واجب ہوتی ہے...... صدیق تین دن تین رات تنہا بیٹھ کے دیکھیں اکیلا بیٹھ کے دیکھیں اور اس انداز میں دیکھیں کہ جیسے رحل میں قرآن کا نسخہ کھلا رکھا ہو......اکیلا دیکھنا ہے تو دیکھیں اور کوئی بھی نہیں دیکھے گا۔

کالا موذی شیش ناگ:

یہاں اکیلے بیٹھ کے دیکھیں اس علیحدگی میں مخل ہونے کیلئے شاید کوئی آیا...... ایک کالا موذی شیش ناگ آگیا......اس نے چاہا......میں اندر داخل ہو جاؤں...... جب حرف شین جس لفظ کے شروع میں آئے گا......تو وہ سب سے زیادہ فتنہ باز ہوگا......یہ کالا

لوں...... (۱) کیوں؟ علی اپنے کام کے لیے نہیں رکا...... میں نے روکا ہے...... میرے کام کے لیے رکا ہے...... اپنی جگہ پر میں اس کو چھوڑ کے آیا ہوں...... اور پھر جس وقت حضرت علی آئے...... حضور ﷺ کو اطلاع ملی فرمایا علی کہاں ہے......؟ کہا آ گئے ہیں...... اور فلاں گھر میں بیٹھے ہیں...... اور حالت یہ ہے چھوٹا سا قد تھا...... مختصر وجود تھا...... پتھریلی زمین تھی ...... لمبا سفر تھا...... چل چل کے حضرت علی کے پاؤں کے تلوے سارے کے سارے پھٹ گئے...... زخم ہیں...... علی وہاں پر بیٹھے ہیں...... اب چلنے کے قابل نہیں۔

حدیث میں آتا ہے...... حضور ﷺ اٹھ کر آئے...... آ کر بیٹھ گئے اور سیدنا علی کو دلاسہ بھی دیا...... اور آپ نے اپنی چار انگلیوں پر یوں کر کے لعابِ دہن لگایا...... اور حضرت علی کے پاؤں کے تلووں پر یوں ملتے بھی رہے...... اور دعاء بھی دیتے رہے...... اس میں کوئی شک نہیں...... کہ یہ لعاب دہن صدیق کی ایڑھی پر لگا ہے...... لیکن سنیو! خدا کی قسم اس کو کبھی فراموش نہ کرنا...... یہ لعاب علی کے قدموں پر بھی لگا ہے۔

حضور ﷺ نے دعائیں دیں...... اور پھر حضرت علی فرمایا کرتے تھے...... کہ جس دن پیغمبر ﷺ نے میرے لیے یہ دعاء کی ہے...... میرے پاؤں میں اتنی استقامت پیدا ہوئی ہے...... کہ میں جس میدان میں بھی جاتا تھا...... دنیا جتنا بڑا حملہ کرتی میرے پاؤں آگے کو بڑھتے تھے...... پیچھے کبھی نہیں ہٹتے تھے...... یہ پیغمبر ﷺ کی دعاء تھی...... نبی ﷺ نے سینے پر ہاتھ مار کے کہا تھا...... اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ لِسَانَہٗ وَاھْدِ قَلْبَہٗ...... (۲) اللہ میں کامل ایمان کو کامل کفر کے مقابلہ میں بھیج رہا ہوں...... سامنے کامل کافر کھڑا ہے...... اور یہ علی ابن ابی طالب کامل ایمان ہے۔

---

(۱) اللھم لاتمتنی حتی ترینی علیا (ترمذی ص ۲۱٤ ج ۲، مشکوۃ شریف ص ٥٦٤ ج ۲) (۲) کنزالعمال ص ٥٥ ج ۱۳

اللہ اس کامل کے مقابلے میں کامل جا رہا ہے...... اس ایمان والے کو کفر والے پر فتح عطاء کردے۔

خلافت علی میں اختلاف:

سیدنا معاویہ نے خدا کی قسم سیدنا علی کی خلافت میں اختلاف نہیں کیا...... عنوان یہ تھا...... قصاص لے لینا چاہیے...... حضرت علی کی اپنی مجبوریاں تھیں...... فطری طور پر علی نرم مزاج تھے...... اور نرم اور صوفی مزاج آدمی حکومت کی کرسی پر بیٹھ جائے...... وہ بیچارہ بڑی پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے...... اس لیے کہ یہ اس کا میدان نہیں ہوتا...... یہ ایک عام سطحی بات سمجھانے کے لیے کہہ رہا ہوں...... حضرت علی کا علمی تفوق اتنا کہ سب ماتحت کھڑے تھے...... لیکن یہ میدان صدیق کا تو تھا...... فاروق کا تو تھا...... ضرورت کے لیے علی کے پاس بھی آیا تھا...... تاکہ امت کے لیے مسائل کار بند ہوں...... اب حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان حالات میں فرماتے تھے...... اور امیر معاویہ کے پاس دلیل کیا تھی......؟ یہ بھی سن لو...... اپنی آنکھوں سے معاویہ دیکھ چکے تھے...... حدیبیہ کے مقام پر عثمان زندہ تھے...... پیغمبر ﷺ پندرہ سو صحابہ سے بیعت لے رہے تھے...... کہ جب تک عثمان کے خون کا بدلہ نہیں لوں گا...... پیچھے نہیں ہٹوں گا...... اشارہ تھا ایک وقت آئے گا عثمان کا لاشہ تڑپے گا...... بے گور و کفن تین دن لاش پڑی رہے گی...... لوگو! اس وقت محمد ﷺ کی سنت کو زندہ کرنا...... پیچھے مت ہٹنا...... معاویہ بن ابی سفیان نے اس وقت رسول اللہ ﷺ کی اس ادا کو زندہ کر کے دکھایا ہے...... حضرت امیر معاویہ کے پاس نص قطعی قرآن کریم سے دلالت النص اشارۃ النص کے طور پر ایک مکمل ثبوت موجود تھا...... اس لیے میں امیر معایہ کو اس مؤقف میں حق بجانب کہتا ہوں...... لیکن سیدنا علی کا مؤقف اس وقت حالات کی نزاکت کے تحت اتنا عظیم

تھا...... کہ اس کے سامنے امیر معاویہ بھی گھٹنے ٹیک دیتے۔

سیاستدان کی پہچان:

القصہ مختصر...... اس اختلاف سے منافقوں نے فائدہ اٹھایا...... دونوں کو لڑایا...... لیکن جو سیاست دان آدمی ہوتا ہے...... اس کی ذہانت کا کمال یہ ہوتا ہے...... کہ وہ دشمن کو فائدہ نہ اٹھانے دے۔

مشاجرات صحابہ:

یہی وجہ ہے...... کہ دشمن نے فائدہ اٹھانے کی سوچی...... تو امیر معاویہ نے کہا رومی کتے...... ! بھونک نہ...... اگر تو نے علی کی فوج پر حملہ کیا...... تو علی کی فوج کا پہلا سپاہی معاویہ بن ابی سفیان ہوگا...... جو تجھ پر حملہ کرے گا...... تاکہ اس قسم کی بدزبانی کی اس کو جرأت نہ ہو...... میں بتا رہا تھا...... کہ مشاجرات میں جو اختلاف صحابہ ہوا...... اس پر ایک نکتہ بھی یاد کرلو...... صحابہ کے اختلاف کو عربی میں کہتے ہیں...... مشاجرات صحابہ...... مشاجرات کا لفظ شجر سے ہے...... شجر کہتے ہیں درخت کو...... تو نکتہ یہ ہے کہ درختوں کا حسن پتوں کے ٹکرانے میں ہے...... بکھرنے میں نہیں...... تو صحابہ کے جو مشاجرات تھے...... وہ صحابہ کا حسن تھا...... عیب نہیں...... اس لیے کہ حسن درختوں کا آپس میں ٹکرانے میں ہوتا ہے...... پتے ہلتے رہیں ایک دوسرے سے بچ ہوتے رہیں...... ان کا حسن نکھرتا رہتا ہے...... اگر صحابہ کا یہ اختلاف نہ ہوتا...... تو ان کا یہ حسن نہ نکھرتا...... اب میں بتاتا ہوں...... کہ اس اختلاف میں حسن کیا نکھرا ہے...... تھوڑی سی جھلک ان میں سے ایک بات یہ بھی تھی...... کہ دو عظیم صحابہ جو عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں...... سیدنا زبیر...... اور سیدنا طلحہ...... طلحہ وہ آدمی ہے...... جو احد کے میدان میں رسول اللہ کے سامنے سینہ سپر ہو کے کھڑا ہوگیا

تھا...... سر سے پاؤں تک جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں تھا...... جس پر تیر یا تلوار یا نیزے کا کوئی زخم نہ ہو...... اللہ کے نبی ﷺ نے کہا تھا...... کہ یہ زندہ شہید ہے......لوگ مرنے کے بعد شہادت کا اعزاز حاصل کرتے ہیں...... یہ زندگی میں یہ اعزاز حاصل کر رہے ہیں۔

فرمایا طلحہ میرا بھائی ہے...... یہ معاویہ کے ساتھ تھے......اور خیر مجسم جس کو نبی کہتے ہیں...... وہ امیر معاویہ کا حامی ہے...... میں بتانا یہ چاہتا ہوں...... کہ سیدنا معاویہ کو فراموش نہیں کیا جاسکتا...... اب ہوا یہ کہ جس وقت ان کا اختلاف ہوا...... لڑائی ہوئی......تو حضرت علی اس میں فیصل تھے......مشاجرات صحابہ علی کے دور میں اس لیے پیش آئے...... جج اختلاف میں فیصلے کیا کرتے تھے......اتفاقی باتوں میں فیصلے نہیں کیا کرتا۔

دونوں طرف کے لوگ شہید:

اب حضرت علی اور حضرت معاویہ کا اختلاف ہوا...... اس میں کئی صحابہ شہید ہوئے...... اب جب شہید ہوئے......تو دونوں طرف مسلمان تھے......حضرت علی سے پوچھا گیا...... کہاان کو کیا کہیں......؟ فرمایا دونوں شہید ہیں۔

کافر کا مال مال غنیمت:

دوسرا مسئلہ کہا گیا...... حضرت اگر ان کا مال ہمارے ہاتھ لگ جائے...... کیا خیال ہے......اس مال پر ہم قبضہ کرلیں......؟ اس کو مال غنیمت کے طور پر ہم تقسیم کریں......؟ لکھا ہے حضرت علی کا چہرہ غصہ سے زرد ہو گیا...... فرمانے لگے میرے حامیو......تم مجھے رسول اللہ ﷺ کی شریعت سے دور لے جانا چاہتے ہو......کافر کے مال پر قبضہ کیا جاتا ہے......اس کے مال کو مال غنیمت سمجھا جاتا ہے...... یہ ہماری اسلام اور کفر کی جنگ نہیں...... یہ تو ایک سیاسی مسئلہ ہے......قصاص عثمان کے نام پر اختلاف ہمارا آپس میں ہوا

ہے...... اس کی وجہ سے ہم یہ لڑائی لڑ رہے ہیں...... یہ اسلام اور کفر کی جنگ نہیں...... مسلمان کے مال کو مال غنیمت بنانا جرم ہے...... میں علی فیصلہ کرتا ہوں...... ان کا مال تمہارے پاس ہو تو امانت ہے...... جس طریقہ سے تم نے قبضہ میں لیا ہے...... اسی طریقہ سے واپس کرو۔

سیدنا علی کا اظہار افسوس:

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ حضرت طلحہ کی شہادت کے بعد تشریف لائے...... تو حضرت طلحہ کا جسم زمین پر پڑا ہوا تھا...... شہید ہو چکے تھے...... ایک ہاتھ حضرت طلحہ کا ایسا تھا...... جو میدان احد میں نیزوں کو روک روک کے تیروں کو روک روک کے تلواروں کے زخم سہہ کر شل ہو گیا تھا...... اور وہ ساری زندگی شل رہا...... وہ ہاتھ بھی لٹکا ہوا زمین پر پڑا تھا...... حضرت علی زمین پر نیچے بیٹھ گئے...... سیدنا طلحہ کا ہاتھ اٹھا کے چوما...... اور چومنے کے بعد آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر کہا...... اللہ آج کا دن آنے سے پہلے تو مجھے دنیا سے اٹھا لیتا...... میں طلحہ کی شہادت کے اس منظر کو تو نہ دیکھتا...... فرمایا طلحہ تو میرا بھائی ہے...... حق بات تیرا حق تھا...... تو نے حق پر مجھ سے اختلاف کیا ہے...... علی نے فیصلہ کیا...... کہ معاویہ کا اختلاف میرے ساتھ اسلام اور کفر کا اختلاف نہیں...... یہ وہ حق ہے...... جو ہم ایک دوسرے کو اختلاف رائے کا حق دیا کرتے ہیں۔

اگلی بات سمجھو...... غالباً عبید اللہ بچہ کا نام ہے...... مجھے پورا نام یاد نہیں ہے...... حضرت طلحہ کے بیٹے کو بلایا...... اور حضرت طلحہ کا جتنا مال اس جنگ میں حضرت علی کی فوجوں کے پاس آیا تھا...... بلا کر فرمایا بیٹے یہ تیرے ابا کا مال ہے...... تو لے جا ہمارا حق نہیں...... کہ اس کو رکھیں۔

محبت دلوں میں پیوست:

اور اس کے بعد فرمایا...... وہ جو قرآن مجید کی آیت ہے...... اللہ قرآن میں فرماتے ہیں...... وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ...... اللہ کہتے ہیں...... قیامت کے دن دو مسلمان دنیا میں کسی وجہ سے آپس میں اختلاف ہوا تھا لڑے تھے...... فرمایا ہم ان دونوں کو قیامت کے دن جنت میں آمنے سامنے وہ بیٹھا ہوگا...... کہتے ہیں وہ جو دلوں میں نفرت عداوت اختلاف تھا...... ہم اس کو چھین لیں گے...... محبت اس کی جگہ ہم ان میں پیوست کر دیں گے...... بھر دیں گے وہ اس کو دیکھے گا...... یہ اس کو دیکھے گا...... عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ۔

ایک دوسرے کے چہروں کو دیکھ کے خوش ہوں گے...... حضرت علی کہنے لگے بھتیجے یہ قرآنی آیت تیرے ابا طلحہ اور مجھ علی کے لیے نازل ہوئی ہے...... قیامت کے دن ہم جنت میں ایسے بیٹھے ہوں گے...... ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا رہے ہوں گے...... اور جنت کے تختوں پر بیٹھے ہوں گے...... آج اختلاف دنیا میں ہمارا ختم ہو چکا ہے...... ظالمو! جس اختلاف کو ختم کر دیا گیا ہو...... کسی چوڑھے چمار کو حق حاصل نہیں...... کہ اس اختلاف پر بحث کرے...... سیدنا زبیر اسی جنگ میں شہید ہوئے...... یہ حامی تھے...... حضرت معاویہ کی شہادت کے بعد ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا...... اور وہی قاتل تھا...... آکے کہتا ہے علی! مبارک ہو...... میں نے تیرے دشمن زبیر کو قتل کر دیا ہے۔

سنو!...... آپس کے تھوڑے سے اختلاف کو اسلام اور کفر کا اختلاف بنانے والو!...... اعظم طارق اور فضل الرحمان کا اختلاف کوئی اسلام اور کفر کا اختلاف نہیں ہے...... سمیع الحق اور فضل الرحمان کا اختلاف کوئی اسلام اور کفر کا اختلاف نہیں ہے...... سیاسی رائے

ہے ...... ٹھیک ہے ...... اختلاف ہو جاتا ہے ...... کسی ورکر اور کارکن کو یہ حق حاصل نہیں ...... کہ کسی کے متعلق زبان کھولے ...... ایسے کتے کی زبان کھینچ کر کتوں کے سامنے ڈال دیں گے ...... علی کے عمل نے بتایا خبردار زبان مت کھولنا ...... سنو! ...... آگے کہتا ہے علی مبارک ہو ...... میں نے تیرے دشمن زبیر کو قتل کر دیا ہے ...... (۱) یہ جملے سننے کے بعد حضرت علی کے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی ...... اور اس کو دیکھ کر فرمایا ...... اَبْشِرُكَ بِالنَّارِ عَلٰی لِسَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

اوئے کمینے ...... تو مجھے مبارک دینے آیا ہے ...... کہ میں زبیر کو قتل کر کے آیا ہوں ...... میں نبی ﷺ کی زبان پر پیغمبر ﷺ کے فیصلے کے مطابق میں تجھے جہنم کی خوشخبری دیتا ہوں ...... علی نے سبق کیا سمجھایا ...... سمجھنا میرا حامی ہے اور وہ کہتا ہے ...... مولوی صاحب میں فلاں کی تقریری میں کھڑا ہو گیا ...... میں نے یوں کہا ...... یہ کہا ...... میں نے اس کا حلیہ خراب کر دیا ہے ...... میں چوڑا ہو جاتا ہوں ...... اکڑنے لگتا ہوں ...... تو نے بہت اچھا کیا ...... سیدنا علی کو آ کے کہتا ہے ...... علی کا حامی ہے ...... علی کا سپاہی ہے ...... کہ میں تیرے دشمن زبیر کو قتل کر کے آیا ہوں۔

حضرت زبیر کے قاتل کو جہنم کی بشارت:

علی تیری عظمتوں کو لاکھوں سلام ...... علی تیرے تقدس پر میرے ماں باپ قربان ...... تیری جوتیوں پر ہماری زندگیاں قربان ...... علی ابن ابی طالب کہنے لگے ظالم تو مجھے خوش خبری دیتا ہے ...... مجھے وہ وقت یاد ہے ...... کہ اللہ کے نبی ﷺ نے مجھے زبیر کے سامنے کہا تھا ...... کہ زبیر تجھے ایک شخص قتل کرے گا ...... علی کو جا کے مبارک دے گا۔

---

(۱) سیرت عائشہ ص ۱۳۹ از سید سلیمان ندوی

تو اس کو جہنم کی خوش خبری دینا...... اس کو مبارک مت دینا...... اس لیے کہ زبیر جنت میں جائے گا...... اس کا قاتل جہنم میں جلے گا...... حقیقت میں وہ بد بخت منافق تھا...... اس لیے سیدنا علی ابن ابی طالب نے اس کو جہنم کی بشارت دی ہے...... اسی اختلاف سے جب صلح ہوتی ہے...... بڑی عجیب بات ہے...... ام المؤمنین صدیقہ کائنات محبوبہ حبیب خدا...... گلشن رسول کی عندلیبہ...... طیبہ طاہرہ...... میری اور آپ کی اماں...... اماں عائشہ جنگ جمل میں ڈاچی پر سوار ہیں...... ایک کجاوہ سا بنا ہوا تھا...... اس پر بیٹھی ہوئی ہیں...... شیر خدا...... فاتح خیبر...... داماد رسول...... برادر رسول...... سیدہ بتول کے شوہر نامدار...... حسنین کریمین کے والد...... تاجدار سیدنا حیدر کرار...... اپنی اماں کی اونٹنی کی مہار تھام کے چل رہے ہیں...... (۱) اختلاف ظاہر کرنے والو...... یہ مشاجرات ہیں...... کہ درختوں کا ٹکرانا...... یہ ان کا حسن ہے...... ٹکرا کر بھی کتنے حسین ہیں...... لڑکر بوسے دے رہے ہیں...... پیار کر رہے ہیں...... محبت کر رہے ہیں یہ ہے...... رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ۔

اختلاف اور بحث کا حق:

لڑائی لڑائی لڑائی...... اختلاف اختلاف...... علی حق پر تھا...... معاویہ حق پر تھا...... کیا پدی کیا پدی کا شوربہ تو چوڑھا بن کے علی اور معاویہ کے اختلاف کے فیصلے کرنے آیا ہے...... اہل حق تھے...... سیدنا موسیٰ اور ہارون دونوں نبیوں کا اختلاف ہوا...... اس کے بارے میں کہو گے کون حق پر تھا...... دونوں نبی تھے...... دونوں حق پر تھے...... یہاں بھی دونوں صحابی تھے...... دونوں حق پر تھے...... حیدر کرار اونٹنی کی مہار تھامے ہوئے ہیں۔

---

(۱) سیرت عائشہ ص ۱۴۲ تا ۱۴۳ از سید سلیمان ندوی

اور امی عائشہ اونٹنی پر بیٹھی ہے ...... حضرت علی پیدل چل رہے ہیں ...... اور اماں کو روانہ کرنے کے لیے جارہے ہیں ...... کتابوں میں جو جملے لکھے ہوئے ہیں ...... خدا کی قسم پڑھو ...... بیان کرو ...... سینہ پھٹتا ہے ...... کیا ایک دوسرے کا احترام تھا ...... حضرت علی کہتے ہیں ...... امی تو میری اماں ہے ...... تو رسول اللہ ﷺ کی عزت ہے ...... امی تو رسول اللہ ﷺ کی آبرو ہے ...... امی اللہ نے میری جنت تیرے قدموں میں رکھی ہے ...... امی مجھ سے غلطی ہوئی ...... میں تیرے مقابلے میں کھڑا ہوگیا ...... مجھے معاف کردے ...... میں اپنے رب سے بھی معافی مانگتا ہوں ...... میں تجھ سے بھی معافی مانگتا ہوں ...... اور اماں کے جملے سنیے ...... فرمایا علی! ...... تو امیر المؤمنین ہے ...... تو خلیفۃ المسلمین ہے ...... علی تو رسول اللہ ﷺ کا بھائی ہے ...... علی تو رسول اللہ ﷺ کی لاڈلی بیٹی کا لاڈلا شوہر ہے ...... عظیم شوہر ہے ...... علی مجھ عورت کو زیب نہیں دیتا تھا ...... کہ میں امیر المؤمنین کے مقابلے میں کھڑی ہوں ...... مجھ سے غلطی ہوئی تو بھی مجھے معاف کر ...... کہ میرا اللہ بھی مجھے معاف کرے۔

علی کی زندگی امت کے لیے مشعل راہ:

اس گفتگو کے بعد کوئی چوڑھا اماں کو بھونکے ...... کوئی بے غیرت خارجی حیدر کرار پر تنقید کرے ...... کوئی رافضی بدمعاش سیدنا معاویہ پر تنقید کرے ...... میں اس کو مسلمان کیسے تسلیم کرلوں ...... علی کی زندگی امت کے لیے سب سے بہترین مشعل راہ ہے ...... سیدنا معاویہ کا تذکرہ ضمناً بہت ساری باتوں میں آیا ہے ...... اس پر ایک بات کہہ کے بات ختم کرتا ہوں ...... دیکھیں ایک نئی بات کہتا ہوں ...... آپ نے پہلے شاید نہ سنی ہو ...... قرآن مجید یہ اللہ کے نبی ﷺ کی سیرت ہے ...... یہ تو آپ کو معلوم ہے ...... لیکن میں جو بات کہہ رہا ہوں ...... اس کو سمجھنا ...... قرآن مجید پیغمبر ﷺ کی علمی سیرت ہے ...... اور صحابہ پیغمبر ﷺ

کی عملی سیرت ہیں...... قرآن مجید کا عملی نمونہ...... اگر دنیا میں کوئی کتاب پیش ہے...... کوئی قوم پیش ہے...... تو صحابہ ہیں...... اس پر ایک اور لفظ کہتا ہوں...... سخت ہے لیکن اس کو حوصلہ سے سننا...... قرآن پر سو فیصد عمل نبی ﷺ نے کیا...... قرآن مجید کے جتنے احکامات آئے ہیں...... عملی زندگی میں صحابہ کو ان کا حکم ہے...... پیغمبر ﷺ کو نہیں...... مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ...... چار شادیوں تک کی اجازت ہے صحابہ نے اس پر عمل تو کیا ہے...... پیغمبر ﷺ نے تو نو کی ہیں...... نبی ﷺ اس آیت کا مکلف نہیں...... میراث کا بہت بڑا باب ہے...... يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ...... یہ سارے کے سارے پر عمل صحابہ نے تو کیا ہے...... نبی ﷺ نے نہیں...... اس لیے کہ پیغمبر ﷺ کا ورثہ ہی تقسیم نہیں ہوا...... تو احکامات کی عملی شکل دنیا میں جس نے پیش کی ہے...... وہ صحابہ ہیں...... قرآن اور صحابہ کا ایک جوڑ ہے...... دیکھو قرآن مجید تیئس سال میں مکمل ہوا...... صحابہ کی جماعت بھی تیئس سالوں میں مکمل ہوئی...... قرآن مجید کی سورتیں دو قسم کی ہیں...... مکی اور مدنی...... صحابہ کی بھی دو قسمیں ہیں...... جو ہجرت سے پہلے آئے مہاجر...... اور جو ہجرت کے بعد آئے انصار...... جو مہاجر تھے وہ مکی تھے...... اور جو انصار تھے وہ مدنی تھے۔

قرآن کریم کی آیات دو قسم پر:

قرآن کی سورتیں بھی دو قسم کی ہیں...... صحابہ بھی دو قسم کے تھے...... پھر قرآن کی آیاتِ احکام بھی دو قسم پر ہیں...... آیاتِ محکمات اور آیات متشابہات...... محکمات وہ ہیں...... کہ جن میں واضح احکام ہیں...... نماز پڑھو...... روزہ رکھو...... حج کرو...... زکوٰۃ ادا کرو...... یہ واضح احکام ہیں...... متشابہات جن میں ایسے مسائل ہیں...... جن میں متشابہات ہیں...... کہ ان کو کھول کر بیان نہیں کیا گیا...... ان کے متعلق حکم ہے کہ ان پر ایمان

تولاؤ...... بحث نہ کرو۔

مثلاً یَوۡمَ یُکۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ ...... قیامت کے دن اللہ اپنی پنڈلی کھولے گا...... تَبَارَکَ الَّذِیۡ بِیَدِہِ الۡمُلۡکُ ...... اللہ کے ہاتھ میں ملک ہے...... اب کوئی کہے اللہ کا اتنا بڑا ہاتھ ہے...... اس کی پانچ انگلیاں ہیں...... ایک انگلی کے تین پورے ہیں...... اس نے کیسے ہاتھ میں ملک کو لے رکھا ہے...... یہ باتیں سمجھنے کی نہیں...... ان آیات کو آیات متشابہات کہتے ہیں...... ایمان رکھو کہ اللہ کے قبضہ قدرت میں ساری مملکت ہے...... اب وہ کیسے ہے...... کیا ہے...... اس پر بحث کی اجازت نہیں...... قرآن نے کافروں اور منافقوں کی ایک نشانی بتائی ہے...... اللہ کہتا ہے...... فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ زَیۡغٌ ...... جس کمینے بد معاش کے دل میں...... زَیۡغٌ ...... کجروی...... ٹیڑھاپن...... بے ایمانی ہے...... اس کی عادت یہ ہے...... محکمات پر عمل نہیں کرتا...... متشابہات پر بحث کرتا ہے...... نماز نہیں پڑھتا ...... روزہ نہیں رکھتا...... قرآن نہیں پڑھتا...... حج نہیں کرتا...... یہ محکمات ہیں ...... متشابہات پر بحث کرے گا...... کہ یہ بتاؤ...... کہ اللہ نے قیامت کے دن کو پنڈلی کھولنی ہے ...... وہ کیسی ہوگی...... ؟ کس رنگ کی ہوگی...... ؟ اللہ کا پاؤں کیسا ہے...... ؟ اللہ کے ہاتھ کیسے ہیں...... ؟ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی ...... اللہ کیسے عرش پر بیٹھتا ہے...... ؟ یعنی اس پر تو بحثیں کرے گا...... محکمات پر عمل نہیں کرے گا...... یہ منافق کی نشانی ہے...... یہ کافر کی نشانی ہے...... پیغمبر ﷺ کے صحابہ کی بھی دو قسمیں ہیں...... محکمات اور مشاجرات...... صدیق، عمر، عثمان...... یہ محکمات ہیں...... علی اور معاویہ...... یہ مشاجرات ہیں...... مؤمن کی نشانی یہ ہے...... کہ صدیق، عمر، عثمان کے دور اقتدار پر عمل کرے...... علی اور معاویہ پر بحث نہ کیا کرے...... ان کے اختلاف پر الجھا نہ کرے...... کافر کی نشانی یہ ہے...... صدیق، عمر،

عثمان کو نہیں مانے گا...... علی اور معاویہ پر اختلاف کیا کرے گا۔

ابوبکر کی الف سے لے کر علی کی یاء تک تختی :

ایک بات قرآن اور صحابہ کے جوڑ کی سن لیں...... قرآن پڑھنے سے پہلے ہم ایک تختی پڑھتے ہیں...... وہ نورانی قاعدہ ہے...... اس کے شروع میں وہ تختی لکھی ہوئی ہے...... الف سے لے کر یاء تک اس کے کل انتیس یا تیس حرف ہیں...... الف سے لے کر یاء تک یہ جو تختی ہے...... سب سے پہلے اس کو پڑھو گے...... تو قرآن سمجھ میں آئے گا...... اور جو حروف اس تختی میں ہیں...... قرآن میں بھی یہی ہیں...... اب کوئی شخص کہے میں قرآن تو سارا مانتا ہوں...... لیکن اس تختی میں جو حرف عین لکھا ہوا ہے...... اس کو نہیں مانتا...... ایمانداری سے بتاؤ یہ مسلمان ہے...... یا کافر......؟ (کافر ہے)...... اس لیے کہ اس تختی میں جو حرف ہے...... وہ قرآن کا ہے...... جیسے قرآن کو سمجھنے کے لیے الف سے یاء تک کی تختی سمجھنا ضروری ہے...... اسی طرح پورے اسلام کو سمجھنے کے لیے ابوبکر کی الف سے علی کی یا تک تختی سمجھنا ضروری ہے...... یہ خلافت کی ترتیب ہے...... جیسے وہاں کسی حرف کا انکار کرو گے تو اسلام سے خارج ہو جاؤ گے...... یہاں کسی کا انکار کرو گے تو ایمان سے خارج ہو جاؤ گے۔

سات ادوار میں نظام خلافت :

اب اگلی بات ایک اور سمجھ لو...... بڑی عجیب ہے...... دیکھیں قرآن مجید کی منزلیں کتنی ہیں......؟ (سات)...... زمانہ کے دن کتنے ہیں......؟ (سات)...... تو کائنات سات دنوں میں بند ہے...... قرآن سات منزلوں میں بند ہے...... اور اسلام سات ادوار میں بند ہے...... غلبہ اسلام جو پوری دنیا میں ہوا...... اس کے لیے اللہ نے سات

زمانے چنے......کون کون سے......؟ سب سے پہلا دور......دور نبوت...... نبی ﷺ کا زمانہ ...... اگر نبی ﷺ نہ ہوتو دین دنیا میں آہی نہیں سکتا...... اور نبی ﷺ آئے...... مگر نبی ﷺ کی کوئی تصدیق نہ کرے...... پھر آنے کا فائدہ کوئی نہیں...... اس لیے دوسرا دور دور صداقت ہے......اور جب سچے لوگ آئیں......تو سچائی کے صدقے انصاف آتا ہے...... پھر دور عدالت کی ضرورت ہے......عمر کا زمانہ ہے......اور جب سچائی اور انصاف عام ہوجائے......نتیجہ میں دو چیزیں ملتی ہیں...... کہ جب انصاف کے چرچے ہوں...... ہر آنکھ میں حیاء ہوگی...... ہر ہاتھ میں سخاوت ہوگی...... وہ زمانہ عثمان کا ہے......عثمان جیسا باحیاء بھی کوئی نہیں......عثمان جیسا سخی بھی کوئی نہیں......اور جب حیاء اور سخاوت زوروں پر ہو......شرمیلا آدمی ہو......اور ویسے بھی عطائیں کرتا ہو...... دشمن بڑا بے غیرت ہوتا ہے......اس سے بڑے فائدے اٹھانے کی کوشش کرتا ہے......شرمیلا ہے، بولتا نہیں...... لہٰذا قتل کردو......اس لیے اس کی مخالفت کرو...... جب وہ دشمن مخالفت کے لئے تل جائے ...... پھر قضا اور شجاعت کی ضرورت ہوتی ہے......ایسا بہادر جو قضا کی طاقت رکھتا ہو...... بغیر کسی رعایت کے فیصلہ کردیتا ہو......وہ علی کے زمانے کی ضرورت ہے......جب یہ پانچواں دور آئے...... پھر بھی منافق اپنی بدمعاشی پر تلا رہے......تو اس کے لیے پھر فراست ایمانی کی ضرورت ہے......ایمانی فراست سے آدمی بھانپے کہ دشمن کہیں ہمیں لڑا تو نہیں رہا......اس لیے مَیں اس کی چال میں نہ آؤں...... میں اپنوں سے صلح کروں......اس کے لیے حسن کی ضرورت ہے......اور جب اس حسن کا دور آیا صلح ہوگئی......اب جب صلح ہوگئی تو پوری ملت اسلامیہ ایک ہوئی...... ہر جگہ انصاف کے چرچے ہوئے...... پوری دنیا پر غلبہ ہوا ......اس غلبہ کا نام اسلامی سیاست ہے......اور وہ اقتدار سیدنا امیر معاویہ کا تھا...... تو دنیا

میں اسلام کو سات ادوار وں میں غلبہ ملا...... تو گویا پورا نظام کائنات سات دنوں میں بند ہے......اور پورا قرآن سات منزلوں میں محفوظ ہے ......اللہ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین

وَآخِرُدَعْوَانَااَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَإِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا (الحديث)



خطبات ندیم ایک نظر میں

جس کا مطالعہ یقیناً آپ کی علمی و عملی زندگی میں انقلاب لائے گا

علماء کیلئے علمی جواہر پاروں کا نایاب خزینہ ہے۔

طلباء کیلئے نکات و لطائف کا بحرِ بیکراں ہے۔

خطباء کیلئے مواعظِ حسنہ کا انمول خزانہ ہے۔

ادباء کیلئے ادبیات کا نادر مجموعہ ہے۔

صلحاء کیلئے زہد و تقویٰ کے رہنما اصولوں کا معدن ہے۔

اور ہر مسلمان کیلئے اسلامی تہذیب و تمدن کا بہترین ترجمان ہے

مکتبہ مدنیہ

بیرون تبلیغی مرکز ماڈل ٹاؤن بی بہاولپور :

0301-7512074
0300-4944562